روڈ میپ ٹو کشمیر

مصنف

مقصود احمد راہی

روڈ میپ ٹو کشمیر

مکتبۃ الجامعۃ بستان الغنی
کاہوالہ (مظفرآباد) آزاد کشمیر براستہ گجرات

مصنف

مقصود احمد راہی

marfat.com

روڈ میپ ٹو کشمیر

ناشر .... تاج چوہدری

مکتبہ .... ایس ٹی پرنٹر راولپنڈی

کمپوزنگ .... سید امداد علی فون 4418496

تعداد .... پانچ سو

تاریخ اشاعت .... اپریل 2004ء

قیمت .... 100 روپے

☆☆☆☆☆

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

تاہم ریسرچ، تنقید، تبصرہ کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔ کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت اس ناول کے کسی حصہ کو مصنف کی پیشگی اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ٹیلی ویژن، ریڈیو یا ڈرامہ کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس ناول کی کہانی، کردار، مقام و موقع و محل یا جزئیات تخیلی ہیں۔ اس لئے کسی قسم کی مشابہت، مماثلت یا مطابقت کی ذمہ داری مصنف، ناشر یا ادارے پر عائد نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆

ملنے کا پتہ

فائیو سٹار پبلی کیشنز

542 گلی نمبر 1، I-9-1 اسلام آباد

marfat.com

انتساب

اپنے عزیز ترین دوست تاج چوہدری کے نام جو میرے کلاس فیلو ہی نہیں، میرے طبیب، کتابوں کے پبلشر، فن کے قدردان، ادیب دوست، مشیر، ہم خیال اور قومی جذبہ سے سرشار ہونے کے علاوہ کشمیریوں سے بے لوث محبت رکھنے والے انسان بھی تھے۔ جو 8 فروری 2004ء کو اپنے دوستوں اور عزیزوں کو داغِ مفارقت دے گئے۔ میں روڈ میپ ٹو کشمیر اس مخلص دوست کے نام موسوم کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

آہ! تاج چوہدری (مرحومؒ)

18 فروری 2004ء

تاج چوہدری (مرحوم) اپنے عزیزوں دوستوں اور مداحوں کو روتا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ خدا انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے (آمین) ان سے میری رفاقت کی چالیس سالہ تاریخ بھی اختتام پذیر ہوئی۔ گارڈن کالج کے ہنگاموں، ادبی محفلوں اور سیاسی تبصروں اور مختلف منصوبوں اور سکیموں میں وہ میرے شامل حال رہے۔ دکھوں اور خوشیوں میں وہ میرے ساتھی تھے۔ میری ادبی زندگی ان کی ہی مرہون منت ہے وہ ہرفن مولا تھے۔ وہ ماہر تعلیم کی حیثیت سے ابھرے۔ انہوں نے سٹینڈرڈ ماڈل سکول ڈھوک رتہ کی بنیاد رکھی۔ نشرواشاعت میں کمال حاصل کیا حکمت میں نام پیدا کیا۔ وہ ایک بلند پایہ ادیب اور نقاد بھی تھے۔ ان کے دوستوں میں ادیبوں شاعروں کا ایک وسیع حلقہ موجود ہے جو ان کی ادب دوستی کا بین ثبوت ہے۔ ادب میں خلا پیدا ہو یا نہ ہو لیکن اس عظیم دوست کی جدائی سے ہم جیسے ادیبوں کی زندگی میں ضرور خلا پیدا ہو گیا ہے۔ ان کی گھریلو زندگی بھی مثالی تھی وہ ایک مثالی شوہر، شفیق باپ اور غمگسار رفیق کار تھے۔ آج ہر آنکھ ان کی یاد میں گریاں کناں ہے۔ مجھے یہ معصوم سادہ طبیعت، بزلہ سنج اور دھیمے سروں میں بات کرنے والی شخصیت سب سے زیادہ محبوب تھی۔ یادوں کا حسین زمانہ ذہن میں ایک طویل سفر کی یاد دلاتا ہے۔ یہ یادیں انمٹ اور ناقابل فراموش ہیں۔ انشاء اللہ اپنی سوانح حیات میں جو تکمیل کے مراحل میں ہے ان واقعات کا مکمل احوال قلمبند کروں گا۔ فی الوقت میں اپنے دوست بلکہ بھائی کی موت پہ نوحہ کناں ہوں اور مجھ میں اتنی تب وتاب کہاں کہ اس بے وقت موت پر خامہ فرسائی کر سکوں۔ قلم خون کے آنسو رو رہا ہے۔ خدا انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے بیوی بچوں کو اس گراں بہا صدمے کو برداشت کرنے کی ہمت وطاقت عطا کرے (آمین)

سوگوار .... مقصود احمد راہی

marfat.com

فہرست ابواب

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
6	مصنف کیا کہتے ہیں	1
9	پیش لفظ	2
12	ایک تبصرہ........	3
14	شہروں، صحراؤں میں آگ	4
20	سچ ہی لکھتے جانا	5
29	نہیں جواب جس کا وہ سوال	6
37	ہر دن ستم ایجاد ہے	7
44	ہر خار عنایت تھا ہر اک سنگ صلہ تھا	8
49	وصل کا دن اور اتنا مختصر!	9
60	دنیا کے منصفو سلامتی کے ضامنو	10
67	قہر کی تصویر	11
77	غنچۂ شوق لگا ہے کھلنے	12
86	بستی ستم پروردگان	13
98	داستان رقم کرلی	14
106	خواب خوش آئند	15
114	اک جنگل ہے گھنیرا، گہرا	16
127	کاغذ کا پیرہن	17
134	تن داغ داغ	18
141	راہ میں مثل غبار	19
149	میں تیرے غلاموں میں	20
158	نغمۂ آزادی	21

marfat.com

مصنف کیا کہتے ہیں

مصنف کی رائے کو بعض لوگ وزن دیتے ہیں اور بعض اس رائے سے اختلاف رکھتے ہیں اس لئے مصنف کا اظہار خیال کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بدیہی لحاظ سے اصل فیصلہ قارئین ہی کرتے ہیں لیکن پھر بھی ایک رسم پڑ گئی ہے کہ مصنف کو اپنی کتاب کے بارے میں کچھ نہ کچھ موشگافی کرنا پڑتی ہے۔ اس لئے میں یہ رسم توڑنا نہیں چاہتا۔ روڈ میپ ٹو کشمیر کا آئیڈیا مرحوم تاج چوہدری کے ذہن کی اختراع تھا۔ وہ میری کتابوں کے ناشر ہی نہیں بلکہ ایک مخلص مشیر بھی تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں اپنی آئندہ کتاب میں کشمیر میں ہونے والے واقعات کی سچی تصویر پیش کروں۔ اس کے کردار بھی افسانوی نہ ہوں بلکہ حقیقی ہوں۔ میں نے اپنے ناول کا خاکہ ان کے تصورات کے مطابق ترتیب دیا۔ وہ قدم قدم پر مجھے مفید مشورے دیتے رہے اور جب کہانی مکمل ہوگئی تو پڑھ کر انہوں نے مجھے خراج تحسین بھی پیش کیا کہ راہی بھائی تم واقعات کا تانا بانا خوب بُنتے ہو۔ اپنے سابقہ ناولوں کی طرح تم نے حالات و واقعات کو پلاٹ کے سانچہ میں خوب ڈھالا ہے۔ میں ان کے تعریفی کلمات کو فراموش نہیں کر سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ ناول کی اشاعت سے قبل تاج چوہدری صاحب اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور میں ایک عظیم ہمدرد دوست سے ہی نہیں بلکہ ایک بھائی کی محبت اور شفقت سے محروم ہو گیا۔ روڈ میپ ٹو کشمیر وادی کشمیر کے چپے چپے کی سرگذشت ہے۔ آج کل کشمیر کے روڈ میپ پر نت نئے فارمولے پیش کئے جا رہے ہیں لیکن کشمیر کی سرحدوں کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ بندر بانٹ کی اجازت کسی کو نہیں دی جا سکتی۔ کشمیر میں بہتے ہوئے خون کی لکیریں جہاں جہاں سے گزرتی ہیں وہی کشمیر کی سرحدوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اگر کسی کو یقین نہ آئے تو وہ استصواب رائے کرا کے دیکھ لے۔ جس کی ضمانت یو این او کی قراردادوں میں موجود ہے۔ کشمیری عوام کو کسی تحریص، دباؤ اور اُن کا قتل عام کر کے کشمیر کے روڈ میپ کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ ناول میں بخشو بابا اور ان کی بیٹی نے کشمیر کے روڈ میپ کے سلسلے میں جہاں جموں کے

marfat.com

اضلاع پونچھ، کپواڑہ، جموں اور ڈوڈہ کے حالات سے پردہ اٹھایا ہے۔ وہاں وادی کے مختلف حصوں میں آزادی کی تحریک کی علم برداری بھی کی۔ ناول میں مَیں نے حقیقی واقعات بیان کئے ہیں جن کو پڑھ کر ہندوستانی افواج کی بربریت، مکاریوں اور عوام دشمنی کے مظاہروں کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

واقعات شاہد ہیں کہ تحریک کو مختلف ہتھکنڈوں سے دبانے کی کوششیں ہو رہی ہیں لیکن تحریک کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ آزاد کشمیر ہو یا کشمیر یہاں مُقیم کشمیریوں کو اپنی جدوجہد اور آزادی کے لئے جہاد کرنے کا مکمل حق حاصل ہے۔ اس کو دہشت گردی کہنے والے کشمیریوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ کشمیری استصواب رائے کا حق مانگتے ہیں۔ انہیں یہ حق ملنا چاہیے اگر یہ معاملات امن سے حل کرنے کی خواہش ہو تو آزاد دنیا اور سپر طاقتوں کو سامنے آنا چاہیے اور اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے انہیں بھرپور اور ٹھوس اقدامات کرنے چاہئیں۔ وادی میں 7 لاکھ بھارتی فوج کشمیریوں کی نسل کشی کے لئے کام کر رہی ہے۔ ان کی عزتوں کو پامال کیا جا رہا ہے۔ ان کے گھروں کو مسمار کیا جا رہا ہے۔ ہر طرف آگ اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ ان مناظر کی تصویر روڈ میپ ٹو کشمیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ اور کراس بارڈر دہشت گردی کے الزامات اس مسئلہ کا حل نہیں۔ یہ جنگ کشمیری صرف اپنے حق کے لئے لڑ رہے ہیں۔ پاکستان صرف سیاسی اور اخلاقی حمایت کر رہا ہے۔ یو این او کی قراردادوں کے مطابق کشمیر پر پاکستان یا ہندوستان کا استحقاق ہے۔ سیز فائر یا جنگ بندی عارضی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں سے صرف وہی حکومت کشمیر کو اپنا حصہ بنا سکتی ہے جس کا فیصلہ کشمیری کریں گے۔ یہ معاملہ استصواب رائے سے ہی حل ہو سکتا ہے۔ اس سے نہ یو این او انحراف کر سکتی ہے اور نہ ہی ہندوستان۔ روڈ میپ کے بارے میں پاکستان کے حکمرانوں کا بھی یہی موقف ہے۔ خون خرابہ بند کرانے کی خاطر اور برصغیر میں امن قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ جلد از جلد بات چیت کے ذریعے کشمیر کے مسئلہ کا کوئی پرامن حل تلاش کیا جائے۔ ورنہ یہ لاوا جس طرح ابل رہا ہے اس کے دل ہلا دینے والے مناظر روڈ میپ ٹو کشمیر میں دیکھے جا

marfat.com

سکتے ہیں۔جن کا منطقی نتیجہ بربادی اور تباہی ہے۔اگر کشمیریوں کا قتل عام جاری رہے گا تو برصغیر میں بھی امن قائم نہیں ہوسکتا۔

میں اپنے قارئین کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اس نئے ناول کی پذیرائی کریں۔ کتاب قیمت دے کر پڑھیں تاکہ مجھے مزید لکھنے کا موقع ملے۔ اشاعت کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اور میں اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ کشمیر کی جدوجہد میں صحافتی برادری سے بھی اپیل ہے کہ وہ وادی کشمیر میں آئیں۔ دنیا بھر سے انسانی حقوق کی ترجمان تنظیمیں بھی وادی میں جائیں تاکہ انہیں ناول کے ہیرو عاصم کی طرح حقائق دیکھنے کا موقع ملے۔

آخر میں میں جناب پرویز مشرف صدر پاکستان اور وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید صاحب سے جن کا تعلق میرے حلقہ نیابت سے ہے، کشمیر کاز کے لئے بھرپور کام کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ امید ہے وہ اپنی بھرپور کوششوں اور صلاحیتوں سے کشمیریوں کو ان کا حق آزادی دلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔

مصنف

مقصود احمد راہی

542 گلی نمبر 1، I-9/1

اسلام آباد فون 4434673

marfat.com

پیش لفظ

کشمیر کے موضوع پر متعدد شاعروں نے طبع آزمائی کی ہے لیکن نثر کے میدان میں خصوصاً فکشن اور ناول نگاری میں ید طولیٰ صرف مقصود احمد راہی کو حاصل ہے۔ انہوں نے مسلسل 6 ناول تحریر کیے۔ ہر ناول میں نئے پلاٹ تشکیل دیئے اور نئی کہانی کے خاکے پیش کیے۔ ان کا انداز اسلوب نہایت جاذب نظر اور پُرکشش ہے۔ انہیں منظر نگاری میں کمال حاصل ہے۔ دختر کشمیر سے لے کر روڈ میپ ٹو کشمیر میں ایک بات مشترک ہے کہ مصنف نے جغرافیائی محل وقوع کو نہایت آسان اور سادہ طریقے سے ذہن نشین کرایا ہے۔ ان کی کہانی پڑھتے جایئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جموں و کشمیر کے گلی کوچوں، شاہراہوں، وادیوں، مرغزاروں اور پہاڑوں میں گھوم رہے ہیں۔ قارئین کو معلومات کا خزانہ حاصل ہوتا ہے۔ روڈ میپ ٹو کشمیر میں کشمیر کے تمام روڈ، سرحدیں اور شہروں سے واقفیت حاصل ہوئی۔ جناب فخر زمان نے اگر راہیؔ صاحب کی نگارشات کے بارے میں یہ کہا تھا کہ کشمیر کی سیر کے لئے کسی نقشہ کی ضرورت نہیں صرف راہیؔ صاحب کے ناول پڑھ لیں تو غلط نہیں کہا تھا۔ روڈ میپ ٹو کشمیر اُردو ادب میں ایک قیمتی اضافہ ہے اگرچہ کشمیر میں بہتے ہوئے خون کی لکیریں ساری دنیا کی توجہ کی متقاضی ہیں لیکن افسوس آزاد دنیا ہندوستانی سامراج کے مظالم اور کشمیریوں کی نسل کشی سے مسلسل تغافل برت رہی ہے۔ ایسے میں مقصود احمد راہی کا قلم چیخ چیخ کر داستان جبر واستبداد بیان کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میدان میں جتنا کام راہیؔ صاحب نے کیا ہے کسی شاعر یا ادیب نے نہیں کیا۔

روڈ میپ ٹو کشمیر میں ایک صحافی عاصم کشمیر میں حقائق تلاش کرنے آتا ہے۔ اگرچہ یہ ہندوستانی صحافی ہندوستانی پراپیگنڈہ کا اسیر تھا لیکن وہ اپنی آنکھوں سے جو منظر دیکھتا ہے اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ یہ مناظر راہیؔ صاحب کے جودت نظر کا کمال نہیں۔ اور نہ یہ بیان ان کے قلم کا شعبدہ گری ہے۔ انہوں نے 2003-2004 کے

marfat.com

حالات و وقعات کو جوں کا توں پیش کر دیا ہے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے 2003ء کے اخباری رپورٹیں ہیں۔ ان تمام خبروں کا عکس روڈ میپ ٹو کشمیر کی کہانی میں منعکس کر دیا گیا ہے۔ کہانی کو نہایت آسان اور دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ انسان اس کہانی کے سحر میں آخر تک کھویا رہتا ہے۔ کتاب پڑھیں تو جدوجہد آزادی کشمیر کے تمام مناظر آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح متحرک دکھائی دیتے ہیں۔ حقائق اگرچہ تلخ ہیں لیکن انہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ راہی صاحب کی کتابیں جرمنی کے ایک بک سٹال میں دیکھ کر وہاں ہندوستانیوں نے غیض و غضب میں آ کر بک سٹال پر توڑ پھوڑ کی اور اسے ہندوستان کے خلاف پراپیگنڈہ قرار دیا لیکن اس توڑ پھوڑ سے صداقت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ کشمیر کے لئے راہی صاحب کے ناول ایک گراں بہا رول ادا کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت یا ادارے اس لٹریچر کو دیگر زبانوں میں منتقل کر کے انہیں پاکستانی سفارتخانوں کے ذریعے دیگر ممالک میں تقسیم کا انتظام کریں۔ مجھے امید ہے کہ راہی صاحب کے ناول ان متعصب ذہنوں کو ضرور تبدیل کر کے رکھ دیں گے۔ ان کے ناولوں میں اس قدر تاثر پایا جاتا ہے کہ کوئی سنگدل سے سنگدل انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر ان کے ناولوں میں سنگرام سنگھ کی شقیق القلبی، حوص گری اور ظلم کی چاٹ نظر آتی ہے تو دوسری طرف شینخو بابا اسلومی کی حب الوطنی، جرأت اور شرافت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دکھائی دیتا ہے۔ ایوب شاہ کی حیرت ناک شخصیت کا طلسم آنکھوں میں چھایا رہتا ہے۔ وہ کون تھا؟ آخر تک اس کی شخصیت کا بھید نہیں کھلتا۔ مجاہدین آزادی کی بے بہا قربانیوں کے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ اپنے حقوق کے حصول کے لئے مجاہدین کی جدوجہد کی عکاسی راہی صاحب نے اپنے ہر ناول میں کی ہے۔ میں اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حکومت کو چاہیے کہ ان کے ناولوں کی کہانیوں کو ڈرامائی تشکیل دے کر ٹیلی ویژن پر پیش کرے۔

دخترِ کشمیر، پاسبان کشمیر، شہدائے کشمیر، فائنل راؤنڈ، کشمیر بائی وے ایک تاریخی

marfat.com

ورثہ ہے۔ ان کہانیوں کو پڑھ کر کشمیر کی مکمل تاریخ آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی موجودگی میں کسی ڈاکومنٹری (Documentary) کی ضرورت نہیں رہتی۔ بیرون ممالک ان ناولوں کو تقسیم کر کے حیرت انگیز نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ان کہانیوں کے ذریعے آزاد دنیا اور مغربی ممالک میں ہندوستانی پراپیگنڈہ کے سحر کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ یہ میرا خیال نہیں بلکہ اخبارات اور جرائد کے علاوہ متعدد تجزیہ نگاروں کی رائے ہے۔ میں مقصود احمد راہی کی روڈ میپ ٹو کشمیر کے نئے ناول پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ راہی صاحب کشمیر پر اپنا یہ قلمی جہاد جاری رکھیں گے۔ منزل اب دور نہیں۔ راہی صاحب کے خوابوں کی تعبیر کشمیر جنت نظیر جلد آزادی کے سورج سے جگمگائے گی۔

نعیم قریشی

marfat.com

ایک تبصرہ

مقصود احمد راہی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ کشمیر پر وہ مسلسل لکھ رہے ہیں۔ روڈ میپ ٹو کشمیران کا اس سلسلے میں چھٹا ناول ہے۔ میں اس عمدہ تحریر پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ناول نگار نے ایک بار پھر ہمیں رُلا دیا ہے۔ کشمیر کے روڈ میپ پر چلتے ہوئے ہمیں ایسے ایسے دل ہلا دینے والے واقعات دیکھنے ملتے ہیں کہ دل دہل جاتا ہے۔ کشمیر میں پیش آنے والے روزمرہ کے واقعات کو ناول کی شکل میں ؛ سالنا راہی صاحب کا ہی کام ہے۔ وہ اپنے فن میں یکتا ہیں اور اس فرض کو نبھانا خوب جانتے ہیں۔ ایک صحافی عاصم اس ناول کا ہیرو ہے جو ایک جائزہ مشن پر وادی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر چہ وادی کشمیر میں آج کل کسی کو جانے کی اجازت نہیں۔ بین الاقوامی تنظیموں اور انسانی حقوق سے متعلقہ کوئی ایجنسی یا نمائندہ کشمیر میں اصل واقعات اور حقیقت حال جاننے کے لئے وادی میں داخل نہیں ہو سکتا۔ تاہم اگر وہ عاصم کی طرح اس کوشش میں کامیاب ہو بھی جائے تو اُسے انہیں حالات و واقعات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جو ہیرو عاصم کو پیش آئے یہ حقیقت پر مبنی کہانی ہے۔ کشمیر میں آج بھی ہر طرف انسانی خون بہہ رہا ہے کشمیریوں کی نسل کشی کا عمل جاری ہے۔ ہندوستان کی بات چیت پر آمادگی دراصل خود کو پرامن ملک ظاہر کرنے کی ناکام کوشش ہے جبکہ کشمیر میں تعینات 7 لاکھ بھارتی فوج کیا کر رہی ہے۔ اس کی تصویر کشی کر کے راہی صاحب نے عالمی توجہ اس طرف مرکوز کی ہے۔ کہ وہ مداخلت کرے ورنہ حالات سنگین صورت حال اختیار کر جائیں گے اور جنوب مشرقی ایشیا کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ کشمیری کسی صورت ہندوستان کی غلامی اور اقتدار اعلیٰ قبول کرنے کو تیار نہیں۔ وہ کشمیر کی مکمل آزادی سے کم کسی سمجھوتے پر راضی نہیں ہوں گے۔ اس کے لئے وہ نئے راستے تلاش کر لیں گے اور اپنی جنگ جاری رکھیں گے۔ راہی صاحب کا یہ حقیقت پسندانہ تجزیہ ہے۔ ناول جو خونی روڈ میپ پیش کرتا ہے وہ تمام

marfat.com

علاقے ہیں جہاں جہاں کشمیریوں کا خون بہہ رہا ہے۔اس لئے کشمیر کا فیصلہ کرنے والوں کو ان تمام علاقوں پر مشتمل وادی کو ہی سامنے رکھنا ہوگا۔ کشمیریوں کا مطالبہ استصواب رائے کے ذریعے ہوا تو جہاں جہاں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں وہ تمام علاقے پاکستان کے شامل ہونے کا تاریخی فیصلہ کریں گے۔راہی صاحب نے موقع ومحل کے مطابق روڈ میپ ٹو کشمیر لکھ کر ایک اہم فرض ادا کیا ہے۔ میں انہیں کامیاب اور دلچسپ تاریخی ناول لکھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں جس میں رومان بھی ہے، آنسو بھی ہیں۔ کشمیری جو قربانیاں دے رہے ہیں اس کی مکمل روئیداد خصوصاً 2003ء کے واقعات مکمل طور پر ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔

طارق علی صابر

marfat.com

شہروں، صحراؤں میں آگ

چلہ خورد موسم کا آغاز ہو چکا تھا پھل دار درختوں کے رنگ برنگے پھولوں نے وادی کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ان میں گلاس (چیری) خوبانی، آلوچہ، انار، ناشپاتی، بگوگوشہ، سیب اور ترِیل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ہر طرف تُوت کے درخت لہلہاتے نظر آتے تھے۔ چنار کے خوبصورت درخت اپنی شان دکھا رہے تھے۔ سرخ پھولوں کی بہار نے شہر کی فضا کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔ سری نگر شہر کی خوبصورتی جوبن پر تھی۔ دریائے بہت، وتستہ یا موجودہ دریائے جہلم اپنی پوری رعنائی کے ساتھ رواں دواں تھا۔ اسی دریائے جہلم کے دونوں کناروں پر سری نگر آباد ہے۔ دریائے جہلم کو سری نگر کے لئے ریڑھ کی ہڈی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس دریا کی بدولت ہی شہر کی تہذیب وتمدن، صنعت اور حسن برقرار ہے۔ شہر کو ملانے کے لئے دریا پر سات پل ہیں۔ پہلا پل میرا کدل کہلاتا ہے۔ بخشو کا تعلق بھی میرا کدل سے تھا۔ بخشو میرا کدل کے تین منزلہ مکان میں مقیم تھا۔ یہ مکان اس نے اپنی محنت اور حلال کی کمائی سے بنایا تھا۔ جہاں اس کے ساتھ اس کی بیٹی سلومی اس کی رفیق کار تھی۔ اس کا نوجوان لڑکا رحیم بی ایس ایف والوں کے تشدد کا نشانہ بن گیا۔ وہ اسے اغوا کر کے لے گئے اور اب کسی کو اس کا اتہ پتہ معلوم نہ تھا۔ اس کی بیوی حاجراں اپنے جواں سال بیٹے کے غم میں چل بسی۔ اب وہ اپنی بیٹی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔ بخشو تاج ہوٹل میں ملازم تھا۔ تاج ہوٹل میرا کدل میں ایک پرانا اور مشہور ہوٹل تھا۔ اس عمر میں بھی اس کی پھرتی میں کمی نہ آئی تھی وہ ایمانداری سے اپنے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ جس کمرے کی گھنٹی بجتی وہ لپک کر وہاں جاتا۔ وہ سیاحوں کے لئے روڈ میپ کے نام سے مشہور تھا۔ ہوٹل والے سیاحوں کے لئے بخشو بابا کی خدمات بڑے فخر سے پیش کرتے کیونکہ بخشو کشمیر کے چپے چپے سے واقف تھا۔ تاج ہوٹل کا مالک تاج دین مظلوم بخشو کا خاص خیال رکھتا تھا۔ وہ بخشو کے دل کا زخم تو مندمل نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کی شدت کو کم کرنے کے لئے کوشاں رہتا۔ سلومی کو وہ اپنی بیٹی سمجھتا تھا۔ وہ جب

marfat.com

چاہتی ہوٹل میں آ دھمکتی اور کچھ نہ کچھ لے کر اڑنچھو ہو جاتی۔ تاج دین نے کبھی خفگی ظاہر نہیں کی۔ نوکروں کی تو مجال نہیں تھی کہ سلومی سے کوئی تکرار کرتے۔ ہاں وہ بخشو سے ضرور شکایت کرتے کہ اُس نے اسے خواہ مخواہ سر پر چڑھا رکھا ہے۔ بخشو بھی بچارا کیا کرتا۔ اس کی تو جان اسی مینا میں تھی۔ وہ اس کی آنکھ کا تارا، نین سکھ اور نجانے کیا کیا تھی۔ اس لئے وہ اس کی کسی بات کا بُرا نہ مناتا۔ وہ اس کی تمام فرمائشیں اور ضرورتیں پوری کرتا۔ آج جب اُس نے خوبصورت کسابہ کا تحفہ اسے دیا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائی۔ باپ بیٹی کی محبت دیکھ کر سب لوگ رشک کرتے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر قدرت نے بخشو کو یہ حسین تحفہ عنایت نہ کیا ہوتا تو وہ بیٹے کی المناک موت کے بعد ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اس کا گھاؤ کبھی مندمل نہ ہوتا۔ سلومی کبھی شالیمار باغ کے عقب میں واقع ہیچری سے ٹراؤٹ مچھلیاں پکڑنے چلی جاتی۔ کبھی جھیل میں مرغابیوں پر گولیاں داغتی۔ مرغابیوں کو شور مچاتے، قلابازیاں لگاتے محو پرواز دیکھ کر وہ خوشی سے پھولے نہ سماتی۔ اگرچہ مرغابیوں کا جھیل میں شکار قانوناً جرم تھا لیکن اس شوخ، چنچل نٹ کھٹ اور اکھڑ دوشیزہ کو کون سمجھاتا۔ اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اپنے باپ کی لاڈلی تھی۔ اس لئے کون اس کے ساتھ ماتھا لگاتا۔ کسی سیاح کے آنے پر وہ اپنے باپ کے ساتھ ہم رکاب ہوتی۔ ہاؤس بوٹ میں سیر و تفریح تو اس کا مشغلہ تھی۔ یہ ہاؤس بوٹ تاج دین کی ملکیت تھی اور سیاحوں کے لئے مخصوص تھی۔ وہ اس ہاؤس بوٹ کی تزئین و آرائش میں خصوصی دلچسپی لیتی۔ جس طرح وہ اپنے گھر میں صفائی ستھرائی کا خیال رکھتی تھی۔ ڈونگا میں موجود قالینوں، صوفوں، بیڈز کی صفائی میں وہ دن رات ایک کر دیتی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ مہمان سیاح کے آرام میں کسی قسم کا خلل پیدا ہو۔ ہاؤس بوٹ یا ڈونگے میں کچن کا انتظام و انصرام خصوصی طور پر اس کے سپرد ہوتا۔ وہ سیاحوں کو من پسند اور لذیز کشمیری کھانے کھلاتی۔ بریانی، قورمہ، شیر مال، کرم یا لک کا ساگ اور ٹراؤٹ مچھلی اور روغنی نانوں سے اُن کی خاطر و مدارت کرتی۔ کشمیری چائے یا قہوے سے ان کے منہ کے ذائقے کو شیریں بناتی۔ سیاح اس کی نفاست اور سلیقہ شعاری کے مداح تھے۔ لیکن اس کا مقصد تو باپ کے کام کاج میں ہاتھ

marfat.com

بتاتا تھا۔اس کی وجہ سے بخشو کو سیاحت کے کام میں بڑی مدد ملتی۔لیکن اب دو تین سالوں سے وادی کے حالات نہایت کشیدہ تھے۔ ہر طرف بھارتی فوجی دندناتے پھرتے تھے۔مجاہدین کے شبہ میں نوجوانوں کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ جاری تھا۔ ہر طرف بھارتی سینا کی بربریت اور دہشت گردی کا دور دورہ تھا۔بے گناہ لوگوں کو ٹارچر سیلوں میں موت کی نیند سلا دیا جاتا۔لوگوں کے گھروں کو مسمار کیا جا رہا تھا۔ان کو نذر آتش کیا جا رہا تھا۔ آگ کا دھواں ہر طرف پڑاؤ ڈالے ہوا تھا۔توپوں اور گولوں کی گن گرج سے فضا میں ارتعاش دکھائی دیتا تھا۔اس لئے اس نے گھر سے نکلنا بند کر دیا تھا۔بخشو بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ ان نامساعد حالات میں باہر قدم نہ رکھے۔ کیونکہ بھارتی بھیڑیوں کی وجہ سے لوگوں کو اپنی عزت و ناموس خطرے میں دکھائی دیتی تھی۔ ہر طرف دہشت کا سماں تھا۔ ایسے میں ہندوستان سے نامور صحافی عاصم کی آمد حیرت و استعجاب کا باعث تھی۔وہ وادی کے اصل حالات سے ہندوستان کی جنتا کو آگاہ کرنے کا عزم لے کر سری نگر آیا تھا۔تاج ہوٹل میں ٹھہرا تو تاج دین نے اس کا تعارف بخشو بابا سے کرایا۔

”کشمیر میں آپ کو کسی قسم کے روڈ میپ کی ضرورت نہیں۔بخشو یہاں کے چپے چپے اور قریہ قریہ سے واقف ہے۔ پہاڑوں،وادیوں،دلدلوں اور زرخیز علاقوں میں ہر انچ سے وہ بخوبی واقف ہے۔آپ اس کی خدمات مستعار لے سکتے ہیں۔

چنانچہ عاصم نے بخشو بابا کو گھیر لیا اور اس وقت تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ جب تک اس نے اس کی راہنمائی کی حامی نہیں بھری۔

کشمیر کا روڈ میپ خونی لکیروں سے اٹا پڑا ہے۔آپ جس طرف بھی جائیں گے آپ کو خون کے دریا سے گزرنا پڑے گا۔ان راستوں کو مجاہدین کشمیر نے اپنے خون سے گہرا کر دیا ہے۔کشمیر جانباز تو ان راستوں سے بآسانی گزر سکتے ہیں۔لیکن کوئی اور ان راستوں کو بآسانی عبور نہیں کر سکتا..... بخشو بابا نے وضاحت کی۔

مجھے آپ کی مدد حاصل رہی تو میں ان راستوں کے تمام خطرات کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کشمیریوں کے مصائب کیا ہیں؟ وہ کیا چاہتے ہیں؟اور کیوں وہ

marfat.com

ہندوستان کی حاکمیت کو قبول کرنے سے گریزاں ہیں؟..... عاصم نے اپنا مقصد بیان کیا۔

آپ ہندوستانی ہیں۔ اگرچہ آپ کے عزائم اور ارادے آپ کی نیک نیتی کے غماز ہیں۔لیکن کشمیری آج کسی ہندوستانی پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں۔ جو سلوک ہندوستان کی حکومت وادی کے لوگوں کے ساتھ کر رہی ہے جس طرح کشمیریوں کا بے دریغ خون بہایا جا رہا ہے۔ان کی تہذیب و ثقافت کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے۔ان کے گھروں اور عبادت گاہوں کو جس طرح مسمار کیا جا رہا ہے جس طرح ان کی بیٹیوں کی عصمتیں لوٹی جا رہی ہیں۔اب کشمیریوں کو ان بھیڑیوں پر قطعی اعتبار نہیں رہا۔اعتماد کے اس فقدان پر آپ کا یہاں رہنا اور میرے ساتھ سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں۔لیکن چونکہ آپ سچائی کی تلاش میں یہاں آئے ہیں۔اس لئے میں ہر خطرہ مول لینے کو تیار ہوں لیکن مجھے ڈر ہے لوگ آپ کو بی ایس ایف کا ایک جاسوس اور ایجنٹ سمجھ کر آپ کے قریب آنے سے گریز کریں گے..... بخشو بابا نے اپنے اندیشوں اور خدشات کا برملا اظہار کیا۔

ابھی یہ بات چیت جاری تھی کہ سری نگر کی وادی دھماکوں سے گونج اٹھی۔مقبوضہ کشمیر کے گرمائی دارالحکومت سری نگر کے انتہائی ہائی سیکورٹی زون میں کٹھ پتلی وزیراعلیٰ مفتی محمد سعید کی رہائش گاہ پر مجاہدین نے دستی بموں اور راکٹوں سے حملہ کر دیا۔ ہر طرف افراتفری مچ گئی۔ بھارتی فورسز حرکت میں آ گئیں۔سری نگر شہر فوجیوں کے بوٹوں کی چاپوں سے گونجنے لگا۔لوگ گھروں میں مقید ہو گئے۔انہیں معلوم تھا کہ بھارتی فوجی انتقام کی آگ میں سلگ کر کیا کرتے ہیں۔ ہر طرف آگ اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ بے گناہ نوجوانوں کو زندانوں میں بند کیا جا رہا تھا۔ بھارتی فوجی گھروں کا تقدس پامال کر کے گھروں کے تلاشیاں لے رہے تھے۔ جہاں سے آہ و بکا کی لرزہ خیز چیخیں ان کے ظلم و بربیت کی عکاسی کر رہی تھیں۔عاصم تاج ہوٹل کی بالکونی میں کھڑا بھاتی فوجیوں کی ہاٹ پر سوٹ Hot Peruit کا منظر دیکھ رہا تھا۔ایک گولی اس کے قریب سے گزری اور کھڑکی کا شیشہ توڑ نکل گئی۔شیشے کی کرچیاں ہر طرف بکھر گئیں..... عاصم فوراً کھڑکی

marfat.com

سے پرے ہٹ گیا۔

آپ پیچھے ہٹ جائیں آپ کی افواج کی گولیاں کشمیری اور غیر کشمیری، مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز نہیں کرتیں۔آپ یہاں سے نہ ہٹے تو ان کی بے رحم گولیوں کا نشانہ بن جائیں گے۔جس طرح ہم بے قصور کشمیری روزانہ بے دردی سے قتل کئے جاتے ہیں کہیں آپ بھی ان کا شکار نہ ہو جائیں۔..... بخشو بابا نے عاصم کو بازو سے کھینچتے ہوئے کہا۔عاصم کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔اس کا سرخ چہرہ خوف سے زردی مائل ہو گیا۔اس پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔

میں بی ایس ایف والوں سے احتجاج کروں گا۔وہ ایسی سفا کی کا مظاہرہ کیوں کرتے ہیں ؟ شہریوں کے گھروں اور ہوٹلوں کی چھتوں پر فائرنگ کا کیا جواز ہے؟ میں اس درندگی کے مظاہرے کو قبول نہیں کر سکتا۔ میں اپنے اخبار کو اس واقعہ کی مکمل رپورٹ بھیجوں گا .... عاصم غصے میں بڑبڑاتا رہا۔

آپ کا احتجاج بے کار جائے گا۔جس طرح لاکھوں کشمیریوں کی صدائے احتجاج ان پہاڑوں اور وادیوں میں گم ہو جاتی ہے جس طرح مظلوم کشمیریوں کی چیخیں اور فریادیں ٹارچر سیلوں میں دم توڑ دیتی ہیں۔اس طرح آپ کی آواز بھی خاموش کر دی جائے گی۔ میرا خیال ہے آپ کو واپس ہندوستان چلے جانا چاہیے۔اسی میں آپ کی بہتری ہے۔ ورنہ آپ کے وارث آپ کے انتظار میں یونہی نوحہ گر اور فریاد کناں رہیں گے جس طرح میں اپنے بیٹے رحیم کے انتظار میں روتا اور تڑپتا رہتا ہوں۔نجانے وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔میں نے ہر جگہ اسے تلاش کیا۔ ہر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔پولیس سٹیشنوں اور بی ایس ایف کے ہیڈ کوارٹروں کی خاک چھانی لیکن کہیں بھی اس کا سراغ نہیں ملا۔کوئی بھی میری فریاد پر کان نہیں دھرتا کسی کو میری بیچارگی پر رحم نہیں آتا۔میں آج تک اپنے بیٹے کی گمشدگی پر آواز بلند کرتا رہتا ہوں۔انصاف کی تلاش میں دھکے کھاتا پھرتا ہوں لیکن کہیں بھی میری شنوائی نہیں ہوتی۔انصاف کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہوں لیکن کوئی میری مدد نہیں کرتا۔کوئی میری فریاد پر کان نہیں دھرتا۔اس لئے عاصم تم بھی خاموش رہو۔

marfat.com

ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانا جرم ہے۔تم ہندوستان میں تو شیر بن سکتے ہو لیکن کشمیر میں تمہاری دلیری کو گستاخی اور مہا پاپ سمجھا جائے گا..... بخشو بابا اپنی لہر میں نجانے کیا کیا اول فول بکتا رہا ....

عاصم اس سید ھے ساد ھے بوڑھے کے چہرے کے جلال اور خشونت کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس کی بیبا کی اور بے خوفی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے جس طرح اس کے تلخ کالم پڑھ کر لوگوں کو اس کی سچائی کا یقین ہوتا تھا اسی طرح آج بخشو بابا کی تیز وتند اور تلخ نوائی پر وہ جزبز نہیں ہوا۔اور نہ ہی اُس نے اس کا بُرا مانا۔ اُسے یہ احتجاج اپنا احتجاج معلوم ہوا۔ ریا کاری میں اتنا جوش اور خلوص نہیں ہوتا۔ یہ ایک سچے اور مظلوم انسان کی دل کی آواز تھی۔

روح جلتی ہے ، بدن جلتا ہے
چاندنی ، دھوپ، ہوائیں ،بادل
گھاس اور پھول ... سبھی جلتے ہیں
دلربا چہرے بھی جل اٹھتے ہیں
شہروں، صحراؤں میں آگ
جنگلوں اور پہاڑوں میں بھی آگ
ہر طرف آگ بھڑک اٹھتی ہے
امن اور چین کی اس وادی میں
ذہن جس چیز کا متلاشی ہے
وہ کہاں ہے؟ مجھے معلوم نہیں

''زاھد ڈار''

marfat.com

سچ ہی لکھتے جانا

بخشو بابا کے ساتھ عاصم بھی علی الصبح ان کے گھر گیا۔ یہ مکان لکڑی کا بنا ہوا تین منزلہ مکان تھا۔ یہ دریا کے کنارے پر واقع تھا۔ نچلے حصے میں جانور بندھے ہوئے تھے۔ چھت کے کھپریل کے نیچے دو منزلوں میں رہائشی کمرے تھے۔ مکان کے عقب میں سیڑھیوں سے اتر کر وہ گھاٹ میں ایستادہ خوبصورت ہاؤس بوٹ میں داخل ہو گئے۔ عاصم نے نظر دوڑائی تو اُسے ہر طرف کشتیوں، شکاروں، ڈونگوں اور شکاروں کی قطاریں ہی قطاریں نظر آئیں۔ ہاوس بوٹ کی آرائش وزیبائش دیکھ کر عاصم دنگ رہ گیا۔ لکڑی کی دیواروں کی کندہ کاری اور پیپر ماشی سے اُسے دیدہ زیب بنا دیا گیا تھا۔ یہ مکمل اور تمام سہولتوں سے آراستہ ایک گھر تھا جس میں ڈرائنگ روم، ڈائننگ روم، بیڈ روم اور ایک کشادہ اور خوبصورت برآمدہ تھا۔ کمروں میں پلنگ، صوفے، پردے، قالین، میزیں کرسیاں غرضیکہ ہر قسم کی ضرورت کا سامان نہایت سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ قدموں کی آواز سن کر سلومی کچن سے باہر نکلی تو چھ فٹ کا ایک خوبرو نوجوان اس کے سامنے کھڑا تھا۔ جس نے کریم کلر کا سوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ اس کے چہرے کی وجاہت مسحور کن تھی۔ نقوش گہرے، رنگ ملیح لیکن جاذب نظر۔ عینک کے رنگین اور دبیز شیشوں سے وہ جھیل ڈل کی طرح صاف شفاف گوری گوری رنگ، شوخ و شنگ آنکھوں والی، سر پر رومال اور ٹوپی اوڑھے یوکلپٹس کی ڈالی کی طرح لہراتی ہوئی حسینہ کی طرف مسحور کن نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

آپ کون؟ سلومی نے اپنے مرمریں ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے سوال کیا۔

بیٹی! یہ عاصم صاحب ہیں۔ ہندوستان سے یہاں اپنے اخبار کی رپورٹنگ کے لئے آئے ہیں اور ہاں عاصم صاحب! یہ میری بیٹی سلومی ہے..... بخشو بابا نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

مجھے آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔ بابا نے آپ کا ذکر کیا تھا۔ نجانے آپ کیوں اس دلکش

marfat.com

ہوئی آگ اور آتش فشاں جیسے ابلتے ہوئے الاؤ میں کود نے آ گئے ہیں۔ کیا آپ کو اپنی جان عزیز نہیں ہے؟......... سلومی نے تحیر آمیز لہجے میں سوال کیا۔

میں خطرات سے نہیں گھبراتا۔ ایک صحافی فطری طور پر نڈر اور بیباک ہوتا ہے۔ جان ہتھیلی پر لئے پھرتا ہے اور مجھے تو میرے تنقیدی کالموں کی وجہ سے حکومت کبھی پسند نہیں کرتی۔ مجھے روکا گیا کہ کشمیر نہ جاؤں۔ وہاں خطرات ہیں۔ وہاں جان جانے کا اندیشہ ہے لیکن مجھے ہندوستان کی جنتا کے سامنے حقیقت پیش کرنے کا جنون سوار تھا۔ میں اپنی آنکھوں سے وادی کے حالات و واقعات کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں میں جاننا چاہتا ہوں کہ کشمیر میں کیا ہو رہا ہے؟ لوگ کیوں اپنی جانوں سے کھیل رہے ہیں۔ وہ کیوں ہندوستان جیسی جمہوریت کے سائے تلے رہنا پسند نہیں کرتے۔ ان سب سوالوں کا حقیقی جواب اور حل کی تلاش میں میں یہاں آیا ہوں...... عاصم نے سلومی کے سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے کہا۔

سلومی عاصم کو ڈرائنگ روم میں لے گئی اور صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

آپ یہاں صوفے پر بیٹھ کر بات کریں۔ شہری بابو کتنا ہی دعویٰ کریں۔ میں اُن کی نازک مزاجی اور نفیس طبع سے واقف ہوں۔ کشمیر میں صحافت مہنگا سودا ہے یہاں کے صحافی بھی مجاہدین کی طرح جانباز ہوتے ہیں۔ اپنے فرائض سرانجام دیتے ہوئے یہاں سات کشمیری صحافیوں نے جام شہادت نوش کیا ہے۔ پہلے الصفا کے ایڈیٹر محمد شعبان وکیل کو ان کے دفتر میں شہید کیا گیا۔ اس کے بعد کنگن کے اخباری رپورٹر غلام محمد لون کو ان کے بیٹے سمیت شہید کیا گیا۔ رہنمائے کشمیر کے شیخ غلام رسول کو پتھر باندھ کر زندہ دریائے جہلم میں ڈبو دیا گیا۔ بیس روز بعد ان کی لاش پانپور سے ملی۔ ہفت روزہ وحدت کے ایڈیٹر مشتاق احمد کو ایک فرضی جھڑپ میں مار دیا گیا۔ غلام نبی مہاجن صفا کدل میں جواں سال بیٹے سمیت شہید کر دیئے گئے۔ کشمیری صحافیوں کی مار پیٹ، گھروں پر چھاپے، مال و جائیداد کی تباہی یہاں پر روز کا معمول ہے۔ اگر آپ یہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں تو میں آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں..... سلومی نے ہنستے ہوئے کہا۔

marfat.com

بیٹی! تم عاصم صاحب کو ہراساں کرنے کی کوشش نہ کرو۔ یہ نیک مقصد کے لئے وادی میں آئے ہیں۔ ان کی رہنمائی ہمارا فرض ہے۔..... بخشو بابا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

بابا! اسے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے دو۔ میں ایسی باتوں سے ڈرنے والا نہیں۔ میں یہ سب جانتے ہوئے یہاں آیا ہوں۔ مجھے دنیا کی کوئی طاقت اپنے فرائض سے نہیں روک سکتی۔ خواہ اس کے لئے مجھے اپنی جان سے کیوں نہ ہاتھ دھونا پڑیں..... عاصم نے جذباتی انداز میں کہا۔

سلومی نے دونوں ہاتھوں سے تالی بجا کر اس کی بلند ہمتی اور بلند حوصلگی کی داد دی۔

کیا آپ میری وضاحت سے مطمئن ہیں؟..... عاصم نے شوخ نظروں سے سوال کیا۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ جلد ہی آپ کا امتحان ہو جائے گا۔ آج بیج بہاڑہ میں قتل عام کی دسویں برسی ہے۔ بھارتی بارڈر سیکورٹی فورسز نے دس سال قبل حضرت بل کے محاصرے کے خلاف ایک احتجاجی مظاہرے پر اندھا دھند فائرنگ کر کے پچاس سے زائد کشمیریوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ آج اس واقعہ کے خلاف ایک بار پھر ان شہیدوں کی یاد میں ایک عوامی مظاہرہ ہوگا۔ میرا خیال ہے آپ اس عوامی مظاہرے کی رپورٹنگ کرنا پسند کریں گے.......... سلومی نے چیلنج کیا۔

اگر آپ میری راہنمائی کریں تو مجھے اس مظاہرے کی رپورٹنگ کر کے خوشی ہوگی.....

..... عاصم نے چیلنج قبول کرتے ہوئے کہا۔

ہاں بیٹا! بیج بہاڑہ میں ایک جلسہ عام سے حریت کانفرنس کے چیئرمین سید علی گیلانی کے علاوہ مشہور کشمیری لیڈر خطاب کریں گے۔ عوامی لیڈروں سے تعارف کا یہ ایک اچھا موقع ہے لیکن حالات بڑے کشیدہ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ حکومت یہ جلسہ نہیں ہونے دے گی۔ اور مظاہروں کو سختی سے کچل دے گی..... بخشو بابا نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

لیکن میں اس مقام تک کیسے پہنچوں گا۔ مجھے تو راستوں کا بھی علم نہیں..... عاصم نے اپنی مشکل ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

آپ فکر نہ کریں آج اس ہاؤس بلوٹ میں ہم آپ کو وہاں پہنچائیں گے۔ بیج بہاڑہ

marfat.com

یہاں سے 40 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔صرف ایک گھنٹہ کا راستہ ہے..... بخشو بابا نے تسلی دی۔

ہاؤس بوٹ کی موٹر سٹارٹ ہوئی اور تیزی سے بیج بہاڑہ کی طرف روانہ ہوئی۔بخشو بابا اسٹیئرنگ پر بیٹھا کشتی کو کنٹرول کر رہا تھا۔سری نگر شہر سے ہاؤس بوٹ دریائے جہلم کی موجوں کو چیرتی ہوئی پامپور کی طرف بڑھ رہی تھی۔زعفران کی خوشبو عاصم کے نتھنوں میں گھس کر اُسے عجیب فرحت اور نشے سے سرشار کر رہی تھی۔زعفران کے پھولوں کی خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔زرد رنگ کے سہ شاخہ پھولوں نے ہر طرف دلکشی اور رعنائی پیدا کر دی تھی۔سلومی ہاؤس بوٹ کے کنارے پر کھڑی عاصم کے احساسات و جذبات کا اندازہ لگا رہی تھی جو ایک بنچ پر بیٹھا مدہوشی کے عالم میں قدرت کی نیرنگیوں اور خوبصورت مناظر سے لذت اندوز ہو رہا تھا۔

آپ جس خوشبو کو محسوس کر رہے ہیں وہ زعفران کی خوشبو ہے جو پامپور اور کشتواڑ کے علاقے میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔اس وقت ہم پامپور کے ساحل سے گزر رہے ہیں..... سلومی نے وضاحت کی۔

کیا یہ خوشبو آپ کو زندگی سے محبت نہیں سکھاتی؟ آپ لوگ کیوں موت کو دعوت دیتے ہیں۔ہر طرف جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔شعلوں کی تمازت نے اس ساری خوبصورتی اور رعنائی کو ملیامیٹ کر دیا ہے۔یہ خوبصورت وادی جھلس کر رہ گئی ہے۔اس خوشبو میں بھی انسانی لاشوں کی سڑاند رچی بسی دکھائی دیتی ہے..... عاصم نے سوال کیا۔

آپ یہ سوال مجھ سے کرنے کی بجائے ان بے رحم اور ظالم ہندوستان کے حکمرانوں سے کریں جو کشمیر میں فطرت کے اس گراں مایہ حسن اور اس کی رعنائیوں کو اپنی توپوں اور گولہ بارود کی آگ سے جھلس رہے ہیں..... سلومی نے تڑ سے جواب دیا۔

ہندوستان یہ سب کچھ کرنے پر مجبور ہے۔آپ لوگ کیوں اس کی اطاعت قبول نہیں کرتے۔بغاوت اور سرکشی کو تو کوئی ریاست قبول نہیں کر سکتی..... عاصم نے منطق بگھاری۔

marfat.com

کشمیری عوام حق خودارادیت چاہتے ہیں۔ جس کا وعدہ جواہر لال نہرو نے اپنے بے شمار بیانات میں کیا تھا۔ بھارت خود ریاست کا مقدمہ اقوام متحدہ میں لے گیا۔ جہاں 13 اگست 1948ء اور 5 جنوری 1949ء کو یہ قراردادیں پاس ہوئیں کہ جموں وکشمیر کے عوام کو اقوام متحدہ کی نگرانی میں استصواب رائے کے ذریعے یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنے ووٹ کے ذریعے یہ فیصلہ کریں کہ اپنی تقدیر ہندوستان سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں یا پاکستان کے ساتھ۔ آخر بھارت جو سیکولر اور دنیا میں سب سے بڑی جمہوری حکومت ہونے کا دعویدار ہے۔ کشمیری عوام کو اپنی مرضی اور اختیار استعمال کرنے کی اجازت کیوں نہیں دیتا وہ کیوں اُن پر اپنی مرضی مسلط کرنا چاہتا ہے۔ اپنی طاقت سے کشمیری عوام کو محکوم اور باجگزار بنانا چاہتا ہے..... سلومی نے شدت جذبات سے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

آپ اپنا مقدمہ خوب لڑ سکتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ کشمیری حق خودارادیت کے مسئلے پر کمپرومائز کرنے کو تیار نہیں۔ حالانکہ پاکستان چناب فارمولا۔ انڈ وڑہ فارمولا کے علاوہ کئی فارمولے پیش کر کے بات چیت کا حل چاہتا ہے۔ کشمیری اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر اس ابتلا اور آزمائش کے دور سے گزر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ مصالحت کے ذریعے اپنے مصائب کو کم کر سکتے ہیں..... عاصم نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے کہا۔

ہاؤس بوٹ اب اونتی پورہ کے قصبے سے گزر رہی تھی۔ پرانے مندروں کے کھنڈرات جا بجا نظر آ رہے تھے۔ پھر اسلام آباد اور اننت ناگ کی حدود شروع ہوئیں جو دریا سے ذرا پرے صاف نظر آ رہا تھا۔ یہاں لدھڑ ندی دریائے جہلم سے آ ملتی ہے۔ لدھڑ ندی کے کنارے کنارے پہل گام کو راستہ نکلتا ہے۔ امرناتھ کی مشہور یاترا کے لئے اسی راستہ کو اختیار کیا جاتا ہے۔ یہی راستہ کشتواڑ اور بھدرواہ کو بھی جاتا ہے..... اسلام آباد سے اچھابل میں جونہی ہاؤس بوٹ داخل ہوئی۔ چنار کے خوبصورت درخت ہر طرف اپنی جلوہ آرائی سے عاصم کو مسحور کرنے لگے۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے ان درختوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا۔

چنار کے یہ درخت مغل بادشاہ جہانگیر کے لگائے ہوئے ہیں۔ چنار کے درخت کا پھیلاؤ

marfat.com

80 فٹ کے لگ بھگ ہے۔ان درختوں سے علاقہ کی خوبصورتی کو چار چاند لگ گئے ہیں ..... سلومی نے جواب دیا۔

ہاں میں دیکھ رہا ہوں کہ چنار کے پھولوں کی تمازت اور سرخی حسینوں کے چہروں کو بھی چکا چوند کر رہی ہے..... عاصم نے سلومی کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ ان چہروں کو نظر نہ لگائیں۔ یہ خوبصورتی چنار کے درختوں کی مرہون منت نہیں۔ یہ قدرت کا عطیہ ہے اس خوبصورتی کو ہی تو ہندوستان کے بھیڑیے نوچ کر لہولہان کر رہے ہیں۔خدا ان بھیڑیوں کو جہنم واصل کرے..... سلومی نے بد دعائیں دیتے ہوئے کہا۔

اچھا بل کے بعد بیج بہارہ میں ہاؤس بوٹ پہنچی تو ہر طرف فوج ہی فوج نظر آئی۔ ہاؤس بوٹ گھاٹ پر کھڑی کر کے جونہی یہ لوگ بازار کی طرف بڑھے فوجیوں نے ان کا راستہ روک لیا۔اور شناختی کارڈ دکھانے کو کہا۔

میں ہندوستان ٹائمز کا پریس رپورٹر ہوں اور یہ میرا گائیڈ بخشو بابا میں بیج بہاڑا میں حریت کانفرنس کی طرف سے منعقدہ جلسہ کی رپورٹنگ کے لئے آیا ہوں..... عاصم نے اپنا پریس کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔

آج یہاں کوئی جلسہ ولسہ نہیں۔حکومت نے پابندی لگا دی ہے۔سید علی گیلانی اور یسین ملک اور دیگر لیڈر حضرات جیل میں بند کر دیئے گئے۔اس لئے آپ لوگ واپس چلے جائیں۔اب آگے جانے کی ضرورت نہیں..... ایک کیپٹن نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

آپ مجھے آگے جانے سے نہیں روک سکتے۔مجھے آپ اپنے کمانڈنگ آفیسر سے ملائیں۔ میں آپ کی ڈکٹیشن نہیں مانتا..... عاصم نے چلا کر کہا۔

کیپٹن اس کے جلال کو دیکھ مرعوب ہو گیا۔اعلیٰ فوجی آفیسران نے پریس کے صحافیوں خصوصاً ہندوستان کے صحافیوں سے شائستہ اور ملائمت آمیز سلوک کی ہدایت کر رکھی تھی۔

چنانچہ اُس نے زیادہ تردد نہیں کیا اور معمولی ردوکد کے بعد انہیں آگے جانے کی اجازت مل گئی۔

لیکن حالات آگے نہایت کشیدہ تھے۔لوگوں کے انبوہ در انبوہ آگے بڑھتے۔تو ان پر

marfat.com

ہوائی فائرنگ کی جاتی۔ آنسو گیس کے گولوں سے فضا انتہائی آلودہ تھی۔ زہریلی آنسو گیس کی شدت کی تاب نہ لاتے ہوئے عاصم اپنے حواس برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے گرا۔ دونو جوان نذیر احمد اور غلام قادر بخشو بابا کی درخواست پر آگے بڑھے اور انہوں نے عاصم کو ایک قریبی مکان تک پہنچایا۔ جو غلام محمد بٹ کی ملکیت تھا۔ عاصم کو فوری طبی امداد دی گئی پانی کے چھینٹے اس کے چہرے پر مارے گئے تو کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آیا۔

آپ تو نہایت نازک طبع واقع ہوئے ہیں۔ کیا آپ کو پہلے کبھی جلوسوں، جلسوں میں ایسی صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا..... سلمیٰ نے چھیڑتے ہوئے سوال کیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

آپ جو چاہیں کہہ لیں لیکن مجھے ایسی زہریلی گیس کا کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ کیوں بے ہوش نہیں ہوئیں..... عاصم نے حیرانگی سے کہا۔

ہم تو ایسی زہریلی گیسوں کے عادی ہیں۔ آئے دن آنسو گیس کی بارش اور لاٹھی چارج نے ہمارے حواس کو مضبوط اور قوی بنا دیا ہے۔ ہمارا جسم اتنا کمزور اور نازک نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ فاطمہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہاں بیٹا! ہمیں ہر روز اس صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں تو کہوں گا کہ آنسو گیس اب ہماری خوراک کا حصہ ہے۔ ان گولیوں کی فائرنگ سے کوئی شخص بچا ہوا نہیں۔ گولیوں کے زخم ہر شخص اپنے سینے پر سجائے بیٹھا ہے..... شیخو بابا نے اپنے کندھے کا زخم دکھاتے ہوئے کہا۔

گھر والوں نے مہمانوں کے انکار کے باوجود چائے اور باقر خانیوں سے مہمانوں کی خاطر و تواضع کی۔ عاصم چائے پی کر بالکونی سے صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ فوج شہر میں مارچ کر رہی تھی۔ پکڑ دھکڑ کا سلسلہ جاری تھا۔ گھروں کو نذر آتش کیا جا رہا تھا۔ ہر طرف چیخ و پکار سنائی دے رہی تھی۔ عاصم سے یہ خوفناک مناظر دیکھے نہ گئے اور وہ اندر چلا آیا۔ اتنے میں مکان کا مالک غلام محمد بٹ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

آپ لوگ ہم پر رحم کریں اور یہاں سے چلے جائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پولیس والوں کو

marfat.com

پناہ دینے کے الزام میں ہم پر کوئی آفت نوٹ پڑے..... غلام محمد نے گڑگڑا کر کہا۔
آپ فکر نہ کریں آپ کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ میں ہندوستان ٹائمنر کا رپورٹر ہوں۔ بہر حال آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ! ہم مزید آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے۔ عاصم نے جواب دیا۔
شیخو بابا، عاصم اور سلومی کے ہمراہ مکان سے باہر نکلے۔تو انہیں پولیس کمشنر شرما کے حکم پر گرفتار کرلیا گیا۔
شیخو بابا! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟..... شرما نے درشتگی سے پوچھا۔
یہ ہندوستان ٹائمنر کے رپورٹر جناب عاصم ہیں۔ وہ جلسہ کی کورج کے لے بیج بہاڑہ آئے تھے..... سلومی نے جواب دیا۔
شرما قدرے جھکا۔ پھر اُس نے آگے بڑھ کر عاصم سے مصافحہ کیا۔آپ اس خطرناک علاقوں میں نہ گھومیں۔ اگر آپ کو کچھ ہوگیا تو پریس شور مچائے گا۔ یہاں آپ کے تحفظ کی کوئی گارنٹی نہیں دی جاسکتی..... شرما نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔
مجھے اپنے تحفظ کی ضمانت نہیں چاہیے۔ میں اس وقت کشمیر کے حالات کے بارے میں رپورٹنگ کے لئے آیا ہوں۔ اس سلسلے میں آپ مجھے کہیں جانے سے نہیں روک سکتے..... عاصم نے برملا جواب دیا۔
آپ صحافی لوگ نجانے کیوں خطرات میں کود پڑتے ہیں۔آگے یہاں مزمل جلیل نے ہمارا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ لمبے لمبے مضمون لکھتا ہے۔ کہتا ہے کہ جدید ہتھیاروں سے لیس بھارتی افواج نہتے کشمیریوں کی پرامن تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے انسانیت سوز مظالم کر رہی ہے جس سے وادی جنت ارضی کی بجائے جہنم دکھائی دیتی ہے..... شرما نے طنزاً کہا۔
اس میں شک بھی کیا ہے۔آپ لوگوں کے ظلم وستم نے ہندوستان کو کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے انسانی حقوق کی تنظیم ہیومن رائٹس فرنٹ کے سربراہ محمد احسن انتو کو بھی جیل میں بند کر رکھا ہے۔ اور انہیں جسمانی اذیت اور ٹارچر کا

marfat.com

نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا..... عاصم نے جرأت سے کہا۔

آپ یہ سوال مجھ سے نہ کریں۔تو بہتر ہے۔اس کے لئے آپ کو بی ایس ایف والوں سے بات کرنا ہوگی۔سیکورٹی اہل کار سیکورٹی رسک کے تحت جس کو چاہیں گرفتار کر لیتے ہیں اور یہ گرفتاریاں ہمارے کھاتے میں ڈال دی جاتی ہیں..... شرمانے جھنجھلا کر کہا۔

خیر آپ سے سری نگر مزید بات ہوگی۔اب آپ جائیں۔ہمیں امن عامہ کے کام کرنے دیں..... شرمانے جان چھڑانے کی غرض سے کہا۔

عاصم شیخو بابا اور سلومی واپس جانے کے لئے گھاٹ کی طرف بڑھے۔جہاں ان کی ہاؤس بوٹ کھڑی تھی۔شہر میں ہو کا عالم تھا۔ہر طرف فوج کے ٹرک دکھائی دیتے تھے۔عاصم کا چہرہ جذبات سے تمتمار ہا تھا۔حالات کی سنگینی سے وہ بے حد دل برداشتہ دکھائی دیتا تھا۔ آج اس نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ کشمیر میں پیش آنے والے حالات کو سچائی سے بیان کرے گا۔اپنے ضمیر کی آواز کو ہرگز نہیں دبائے گا۔یہی ضمیر کی آواز اسے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ اپنا قلم اٹھاؤ اور مظلوم کشمیریوں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان پر کئے گئے ظلم اور استبداد کی کہانی سے ہندوستان کی جنتا کو آگاہ کرو۔حبیب جالب کے اشعار اس کے ذہن کے دریچوں کو روشن کر رہے تھے۔

دینا پڑے کچھ ہی ہرجانا، سچ ہی لکھتے جانا
مت گھبرانا، مت ڈر جانا، سچ ہی لکھتے جانا
باطل کی منہ زور ہوا سے جو نہ کبھی بجھ پائیں
وہ شمعیں روشن کر جانا سچ ہی لکھتے جانا
پل دو پل کی عیش خاطر کیا دبنا کیا جھکنا
آخر سب کو ہے مر جانا، سچ ہی لکھتے جانا
لوح جہاں پہ نام تمہارا لکھا رہے گا یونہی
جالب سچ کا دم بھر جانا، سچ ہی لکھتے جانا

marfat.com

نہیں جواب جس کا وہ سوال

27 اکتوبر 1947ء کو بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں فوجیں اتاریں اور کشمیریوں کی خواہشات کے برعکس ریاست پر ناجائز قبضہ جمالیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ کی بیوی تارا دیوی نے مہاراجہ پر دباؤ ڈالا اور انہیں ریاست کو بھارت سے الحاق کرنے پر مجبور کیا۔ مہاراجہ دباؤ میں آ کر سازش کا شکار ہو گئے۔ مرتے دم تک مہاراجہ کو اس بات کا قلق رہا کہ اس غلط فیصلے سے کشمیر برباد و تاراج ہوا۔ مہاراجہ نے اس کے بعد مہارانی تارا دیوی سے قطع تعلق کر لیا اور باقی ساری زندگی بمبئی میں گمنامی میں بسر کر دی۔ لیکن تارا دیوی کا منہ دیکھنا گوارا نہ کیا۔ تارا دیوی بھی دہلی میں کسمپرسی اور حکومت ہند کے تغافل کا شکار ہوئی اور عبرتناک انجام کو پہنچی۔ بھارت نے 27 اکتوبر کو مہاراجہ کے الحاق کشمیر کے بھارت کے فیصلے پر دستخط کرنے کے بعد کشمیر پر قبضے کے لئے ہوائی جہازوں کے ذریعے وادی میں فوجیں اتار دیں۔ یہ کشمیریوں کے لئے ایک یوم سیاہ تھا۔ اس ننگی جارحیت کے خلاف ہر سال کشمیر میں یوم سیاہ منایا جاتا ہے۔ آج 27 اکتوبر کا دن تھا۔ غازی نصرالدین آپریشن کمانڈر حزب المجاہدین اور حریت کانفرنس کے چیئرمین سید علی شاہ گیلانی کی اپیل پر ہر طرف مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ پچاس برس سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود کشمیریوں نے اس غلط فیصلے کو قبول نہیں کیا تھا۔ عاصم بابا بختو کے ساتھ سری نگر کے گلی کوچوں اور بازاروں میں گھوم پھر کر حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس شہر کا حسن ماند پڑ گیا تھا جگہ جگہ جلے ہوئے مکان نظر آ رہے تھے۔ ہر طرف دھوئیں کے بادل دکھائی دے رہے تھے۔ ہوائی فائرنگ، آنسو گیس کے شیلوں سے مظاہرین کو تتر بتر کرنے کے مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو بہیمانہ طریقے سے زدوکوب کیا جا رہا تھا۔ خون میں لت پت نوجوانوں نے عاصم کو بھارتی فوجیوں کی زیادتیوں کے بارے میں آگاہ کیا۔ اپنے زخم دکھائے اور مظالم کی روح فرسا داستانیں سنائیں۔ جسے سن کر وہ کانپ اٹھا۔ بھارتی فوجی ایم جی ایس اور

marfat.com

مہلک ہتھیاروں سے لیس ہر طرف دندناتے پھر رہے تھے۔ لوگوں کو ہراساں کیا جا رہا تھا۔ اُن کی جامہ تلاشیاں لی جا رہی تھیں۔ ہر طرف بی ایس ایف والوں نے رکاوٹیں کھڑی کر رکھی تھیں۔ سرکاری وغیر سرکاری دفاتر بند تھے۔ ہڑتال کی اپیل پر دو کانوں کے شٹر بھی گرا دیئے گئے تھے۔ شیخو بابا عاصم کی راہنمائی کر رہا تھا۔ قندی خانقاہ سوختہ، ناوا کدل، بخی یار، رشی صاحب، عالی کدل، مہاراج گنج، گھریال، زینہ کدل حبہ کول، بادامی باغ، لال چوک، فتح کدل، تخت سلیمان سے قلعہ ہری پربت تک کا علاقہ میدان کارزار بنا ہوا تھا۔ مسجد شاہ ہمدان میں انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی۔

آج سری نگر میں مظاہرے دیکھ کر مجھے حکومت کے خلاف کشمیریوں کی نفرت کا اندازہ ہوا ہے۔ میں بھارت کی طرف سے پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ سے متاثر تھا۔ میرا خیال تھا کہ پاکستان کی طرف سے دراندازی کی وجہ سے کشمیر میں حالات کشیدہ ہیں۔ ورنہ کشمیری اس تحریک میں شامل نہیں۔ لیکن اب اس پراپیگنڈے کا پردہ چاک ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ واقعی عوام اس تحریک کے محرک ہیں۔ وہ بھارت سے آزادی کے خواہاں ہیں اور دوسری طرف بھارتی قابض فوج انہیں کچلنے میں مصروف ہے۔ جس کی وجہ سے کشمیری عوام میں نفرت دن بدن بڑھ رہی ہے۔...... عاصم نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا۔

آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن ابھی آپ نے یہاں دیکھا ہی کیا ہے۔ کشمیر کا روڈ میپ خونی لکیروں سے اٹا پڑا ہے۔ یہاں کے چپے چپے میں شہیدوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں۔ یہاں کی جیلیں حریت پسندوں سے بھری پڑی ہیں۔ میرے بیٹے کی طرح سینکڑوں نوجوانوں کو اغوا کر کے غائب کر دیا گیا ہے۔ اکثریت کو فرضی مقابلوں میں ہلاک کر دیا گیا۔ کوئی پرسان حال نہیں۔ ایسے میں بھلا کشمیری بھارت کے قصیدے تو نہیں پڑھ سکتے ...... شیخو بابا نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

کیا آپ کے دل میں کبھی انتقام کا جذبہ ابھرتا ہے...... عاصم نے سوال کیا۔

بیٹا! اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ کیا کر سکتا ہوں۔ لیکن اگر ضرورت پڑی تو وطن کی

marfat.com

آزادی کے لئے اپنی جان قربان کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔...... شیخو بابا نے سینہ تان کر کہا۔

اس کی آنکھوں میں نفرت کے شعلے دکھائی دے رہے تھے۔

سارا دن حالات کا جائزہ لینے میں گزر گیا۔ عاصم اب تھک کر چور ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ شیخو بابا کے ساتھ تاج ہوٹل واپس لوٹ آیا لیکن ابھی وہ ہوٹل میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ ایک روح فرسا خبر نے انہیں لرزہ براندام کر دیا کہ شیخو بابا کی بیٹی سلومی پر بی ایس ایف کے فوجیوں نے اس کی عزت لوٹنے کی خاطر اس کے گھر حملہ کر دیا اور سلومی اپنی عزت بچانے کی خاطر مکان کی چھت سے عقبی جانب دریا میں کود پڑی۔ وہ ایک کشتی سے ٹکرانے کی وجہ سے قدرے زخمی ہوئی۔ لیکن وہ اپنی عزت بچانے میں کامیاب ہوگئی۔ اس وقت وہ صورہ میڈیکل ہسپتال میں زیر علاج تھی۔ میرا کدل میں ہر طرف لوگوں میں اشتعال پھیل چکا تھا۔ مظاہروں کا سلسلہ جاری تھا۔ شیخو بابا اور عاصم یہ خبر سنتے ہیں صورہ ہسپتال کی طرف دوڑے۔ ایک نوجوان نے انہیں اپنی کار میں ہسپتال پہنچایا۔ شیخو بابا جذبات سے پاگل ہو رہا تھا۔ اور غصے میں باغیانہ خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔

ان درندوں نے کشمیریوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ ایک طرف تو بھارت کشمیریوں کو اپنی رعایا کہتا ہے لیکن دوسری طرف اس کے ظالم وحشی درندے فوجی لوگوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ ان کی عزتیں لوٹ رہے ہیں۔ نجانے دنیا والے ظالموں کا ہاتھ کیوں نہیں روکتے۔ یو۔این۔او نجانے کہاں سوئی پڑی ہے۔ بڑی طاقتوں کی یو این او میں اجارہ داری ہے۔ وہ یو۔این۔او کی قراردادوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ مسلمانوں کا خون بہانے پر خاموشی سے یہ تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ ہندوستان سے تجارتی مفادات کی خاطر اس ننگ جمہوریت اور ننگ انسانیت ملک کو انہوں نے کشمیریوں کی نسل کشی کی اجازت دے رکھی ہے۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ ہندوستان نے دس لاکھ کی بالغ آبادی پر سات لاکھ فوج کیوں تعینات کر رکھی ہے۔ انسانی حقوق کے ٹھیکیدار سب کنڈلی مارے بیٹھے ہیں۔ جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہے۔ کسی کو کشمیریوں کی لاشوں کا شمار یاد نہیں۔ کوئی نہیں دیکھتا کہ کشمیر میں

marfat.com

پچے پچے پر لوگوں کے مزار کیوں نظر آتے ہیں۔

عاصم بخشو بابا کی باتیں سنتا رہا۔ اس کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ وہ بار بار بخشو بابا کو تسلی دیتا رہا۔ ایمرجنسی وارڈ میں جونہی بخشو بابا کی سلومی پر نظر پڑی۔ بخشو اپنی بیٹی سے لپٹ گیا۔ سلومی کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ کافی نحیف و نزار دکھائی دے رہی تھی۔

بابا! مجھے کچھ نہیں ہوا۔ اللہ نے مجھے ظالم درندوں کی بھینٹ چڑھنے سے بچالیا ہے۔ آپ فکر نہ کریں آپ کی بیٹی اپنی عزت کی حفاظت کرنا جانتی ہے...... سلومی نے پُر جوش انداز میں کہا۔

میں جانتا ہوں۔ میری بیٹی بڑی بہادر ہے وہ شیطانوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور طاقت رکھتی ہے...... شیخو بابا نے سینہ پھیلا کر فخر سے کہا۔

عاصم ایک طرف کھڑا باپ بیٹی کی محبت بھری باتیں سنتا رہا۔ اس دوران اس کی ڈاکٹر جمیل سے بات ہوئی۔ جو ڈیوٹی پر حاضر تھا۔ ڈاکٹر جمیل سے اسے بتایا کہ احتیاطاً سلومی کو 24 گھنٹے انڈر آبزرویشن رکھا جائے گا۔ کیونکہ سر کی چوٹ کا معاملہ ہے۔ اگر چوبیس گھنٹے خیریت سے گزر گئے تو انہیں ہسپتال سے چھٹی مل جائے گی۔ بہر حال خون کی کمی کو پورا کرنے کے لئے خون کی ڈرپ لگانا ضروری ہے۔

بابا! آپ گھر جائیں۔ آپ کافی تھکے ہوئے ہیں۔ میں یہاں ٹھہر جاتا ہوں۔ ہم صحافی ان حالات کے عادی ہیں۔ میں سلومی کی دیکھ بھال کرتا رہوں گا۔ اگر کسی چیز کی ضرورت پڑی تو اس کا بندوبست بھی کرلوں گا...... عاصم نے کہا۔

ہاں بابا! آپ گھر چلے جائیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ عاصم صاحب کو بھی ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے کرم کیا ہے میری جان اور عزت دونوں بچ گئے ہیں...... سلومی نے تمتاتے ہوئے چہرے سے جواب دیا۔

انکار کے باوجود عاصم نے وہاں ٹھہرنے کا فیصلہ کرلیا۔ بخشو بابا کو گھر بھیج دیا گیا اور وہ سلومی کے بیڈ کے ساتھ رکھے ہوئے بینچ پر جا بیٹھا۔

marfat.com

آپ ہندوستانی ہونے کے باوجود کشمیریوں سے ہمدردی کیوں رکھتے ہیں؟...... سلومی نے سوال کیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں اور ہندو ذہنیت نہ ہونے کی وجہ سے عصبیت اور نسلی تعصب کا شکار نہیں...... عاصم نے ہنستے ہوئے کہا۔

آپ کے کشمیریوں سے رابطے کچھ حلقوں میں پسند نہیں کیئے جا رہے۔اور اس کی وجہ سے آپ کسی مصیبت میں گرفتار ہو سکتے ہیں...... سلومی نے عاصم کو متنبہ کرتے ہوئے کہا۔

صحافی ان حالات کے عادی ہوتے ہیں۔عموماً برسر اقتدار طبقہ صحافیوں سے خوش نہیں ہوتا۔خصوصاً حکومت کی منشا کے خلاف لکھنے والے تو ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتے۔لیکن میں ان حالات سے نہ پہلے کبھی گھبرایا ہوں اور نہ اب مجھے کوئی حق گوئی سے باز رکھ سکتا ہے...... عاصم نے خود اعتمادی سے جواب دیا۔

آنے والے دنوں میں آپ کی بہادری اور جرأت کا اندازہ ہو جائے گا۔ابھی تو آپ نے کوئی ناموافق رپورٹ نہیں لکھی اور نہ ہی کسی مخالفانہ سرگرمی میں حصہ لیا ہے...... سلومی نے گرہ لگائی۔

خیر چھوڑیں ان باتوں کو دراصل میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے اس قبیح اور خوفناک واقعہ کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔جو آپ کو پیش آیا ہے...... عاصم نے اپنا مدعا بیان کیا۔

میرے ساتھ کوئی انوکھا واقعہ پیش نہیں آیا۔جس سے آپ کو دلچسپی ہے۔بی ایس ایف کے 7 لاکھ فوجی درندے آئے دن اس قسم کی روسیاہ کاروائیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ یہی میجر سنگرام سنگھ اور اس کے ساتھی چند روز قبل باندی پورہ میں شبینہ نامی لڑکی پر بھی حملہ آور ہوئے۔انہوں نے اس کے گھر میں گھس کر معصوم کی عزت لوٹنے کی کوشش کی۔اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔شور مچانے پر ہمسایوں نے اس کو ان درندوں سے بچایا۔اس جرم کی پاداش میں میجر سنگرام سنگھ نے شبینہ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور آج کل وہ باندی پورہ پولیس سٹیشن کے لاک اپ میں ہے۔اس پر الزام لگایا گیا ہے کہ اس کا مجاہدین کے

marfat.com

ساتھ رابطہ ہے۔اب نجانے میری باری کب آتی ہے۔یہاں سے صحت یاب ہونے کے بعد میرے بارے میں بھی یہی فردجرم تیار ہوگی۔آپ اس کے لئے تیار رہئے۔دیکھئے کیا ہوتا ہے؟...... سلومی نے خدشات ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔میں اخبار میں اپنی تحریروں کے ذریعے ہندوستانی حکام کا ضمیر جگاؤں گا اور انہیں فوجیوں کی طرف سے ایسے گھناؤنے جرائم کے خوفناک نتائج سے خبردار کردں گا...... عاصم نے دعویٰ کیا۔

آپ ہندوستانی حکام یا وزراء کے ضمیر کی بات نہ کریں۔اُن کا ضمیر سو چکا ہے۔آپ سے پہلے انسانی حقوق کی تنظیموں کی روح فرسا رپورٹیں شائع ہوچکی ہیں۔لیکن ان کے کانوں میں جوں نہیں رینگی۔حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔انسانیت کا قتل عام جاری ہے۔اور نہ صرف ہندوستان کی بے ضمیر حکومت بلکہ اقوام عالم کے ضمیر بھی مردہ ہو چکے ہیں...... سلومی نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

سلومی باتیں کرتے ہوئے نقاہت محسوس کررہی تھی۔اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمایاں تھے۔اس سے پہلے کہ ندیم اسے مزید بولنے سے منع کرتا۔سلومی کی آواز لڑکھڑائی اور وہ یک لخت بے ہوش ہوگئی۔عاصم پریشان ہوگیا اور سراسیمگی کی حالت میں ڈاکٹر! ڈاکٹر! پکارنے لگا۔

دونرسیں اس کی آواز پر دوڑتی ہوئی آئیں۔نبض دیکھنے کے بعد وہ بھاگتی ہوئی ڈاکٹر کو بلانے چلی گئیں۔ڈاکٹر نے آکر معائنہ کیا۔اورفوری طور پر خون کی ڈرپ لگانے کو کہا۔

آپ خون کا فوری بندوبست کریں...... ڈاکٹر نے عاصم کو ہدایت دی کہ وہ O+ (او پازیٹو) گروپ کے خون کا انتظام کرے۔

ڈاکٹر صاحب! میرا خون بھی او پوزیٹو ہے۔سلومی کو جس قدر خون کی ضرورت ہے میں خون دینے کو تیار ہوں...... عاصم نے فوراً پیشکش کردی۔

پھر تو مسئلہ ہی حل ہوگیا۔آپ دوسرے بیڈ پر لیٹ جائیں۔میں ابھی خون کی منتقلی کا بندوبست کرتا ہوں۔ڈاکٹر نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔خون کی منتقلی کا عمل

marfat.com

مکمل ہو گیا۔سلومی ہوش میں آ چکی تھی۔اس کے چہرے پر بشاشت لوٹ آئی تھی۔لیکن وہ دوسرے بیڈ پر عاصم کو لیٹا دیکھ کر حیران و پریشان تھی۔خون کی منتقلی کا اپریٹس دیکھ کر وہ حیرت کا اظہار کر رہی تھی۔

ڈاکٹر صاحب! یہ سب کیا ہے؟ اُس نے استفہامیہ انداز میں سوال کیا۔

عاصم صاحب نے آپ کی جان بچائی ہے۔اگر یہ بروقت خون نہ دیتے تو آپ کی جان کو خطرات لاحق تھے۔آپ کی خوش قسمتی تھی کہ آپ کے خون کا گروپ ان کے خون سے میل رکھتا تھا...... ڈاکٹر نے وضاحت کی۔

سلومی تحسین آمیز نگاہوں سے عاصم کی طرف دیکھ رہی تھی۔خون کی منتقلی کا عمل مکمل ہونے کے بعد اپریٹس ہٹا لیا گیا۔عملہ چلا گیا۔عاصم اٹھ کر سلومی کے بیڈ کے ساتھ والے بنچ پر جا بیٹھا اور سلومی کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا۔

آپ نے میری جان بچا کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔میں اس کے لئے آپ کی شکر گزار ہوں...... سلومی نے ممنونیت کے احساسات سے معمور لہجے میں کہا۔

یہ انسانی فریضہ تھا۔میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔...... عاصم نے جواب دیا۔

میں آپ کی انسان دوستی کی قدر کرتی ہوں۔مجھے آپ کے خلوص پر کوئی شک نہیں رہا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اپنے عزائم میں مخلص ہیں۔وقت آنے پر کشمیریوں سے دغا بازی نہیں کریں گے...... سلومی نے توصیف آمیز کلمات ادا کرتے ہوئے کہا۔

آپ کی قدر افزائی کا شکریہ! لیکن آپ ایک بات بھول گئیں کہ آپ کے جسم میں میرا خون شامل ہونے سے ہمارے درمیان ایک رشتہ قائم ہو چکا ہے۔خون کا ایک گروپ ظاہر کرتا ہے کہ ہماری منزل ایک ہے۔اور اب ہمیں ایک دوسرے سے دور نہیں رہنا چاہیے...... عاصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شوخی کا عنصر اس کی آنکھوں میں عیاں تھا۔وہ محبت آمیز نظروں سے سلومی کو دیکھ رہا تھا۔ سلومی کے چہرے پر شرم و حیا کی لہر دوڑی۔وہ عاصم کی محبت بھری باتوں کی تاب نہ لا

marfat.com

سکی۔ اس کی نظریں جھک گئیں۔ ماحول میں سکوت طاری ہو گیا۔ دونوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

آپ تو اس طرح میری طرف یلغار کر رہے ہیں۔ جیسے فوجیوں نے مجھ پر اپنی جارحانہ یلغار کی تھی...... آخر سلومی نے سکوت توڑتے ہوئے کہا۔

لیکن میں جارح نہیں ہوں۔ ان لوگوں کی سرشت میں کمینگی، بربریت اور وحشی پن تھا۔ انسانیت کی تذلیل تھی۔ جبکہ میری فطرت میں محبت، انسان دوستی اور اخلاقی اقدار شامل ہیں۔ تم ان دونوں میں امتیاز نہیں کر سکتیں...... عاصم نے جذبات سے رندھی آواز میں کہا۔

ہاں! میں اقرار کرتی ہوں کہ فرق صاف ظاہر ہے...... سلومی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تبسم کی لہر دونوں کے چہروں پر کھیلنے لگی۔ فضا رنگوں اور محبت کے قہقہوں سے بقعۂ نور بن گئی۔ ہر طرف نور ہی نور بکھر گیا۔ سلومی کی بجھی بجھی سی زندگی بحال ہو گئی۔ ظلمتِ غم فراق چھٹ گئی۔ عاصم اٹھ کر باہر چلا گیا اور سلومی کے ذہن پر قندیلیں جل اٹھیں۔ انجم رضوانی نے شاید ایسے ہی دل کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ اشعار لکھے ہیں۔

وہ شخص یوں نگاہ میں نگاہ ڈال کر گیا
بجھی بجھی سی زندگی مری بحال کر گیا
وہ سادہ لوح تھا مگر غضب کی چال کر گیا
نہیں جواب جس کا، مجھ سے وہ سوال کر گیا
آ گیا تو ظلمت غم فراق چھٹ گئی
جو مہر و ماہ نہ کر سکے ترا جمال کر گیا

(انجم رضوانی)

marfat.com

ہر دن ستم ایجاد ہے

6 نومبر کو یوم شہدائے جموں مقبوضہ کشمیر کے طول و بلد میں انتہائی جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ جموں، کٹھوعہ، سانسہ، اودھم پور، ریاسی اور جموں صوبے کے دور افتادہ علاقوں میں اس لرزہ خیز قتل عام کی یاد اب بھی مسلمانوں کے دلوں میں ایک نہ مندمل ہونے والے زخم کی طرح تازہ ہے۔ جب ایک سازش کے تحت مہاراجہ ہری سنگھ نے مسلمانوں کو پاکستان ہجرت کرنے کی نوید سنائی۔ اعلان کیا گیا کہ جو مسلمان پاکستان جانا چاہتے ہیں انہیں سیالکوٹ اور جموں کے سرحدی قصبے سچیت گڑھ میں بسوں اور ٹرکوں کے ذریعے بحفاظت سرکاری نگرانی میں ان کی منزل مقصود پر پہنچا دیا جائے گا۔ مسلمان دھوکے میں آ گئے۔ پولیس لائنز کے میدان میں مسلمان دھڑا دھڑ پاکستان جانے کے لئے بیتاب جوق در جوق پہنچنے لگے۔ محلہ و پستیاں اور محلہ استاد میں پہلے ہی ہزاروں ستائے ہوئے لوگ مقیم تھے۔ انہوں نے اس اعلان کے بعد پاکستان جانے کی خوشی میں اپنے لیڈر میاں نصیرالدین سے بھی مشورہ ضروری نہیں سمجھا جو سنگین اندیشوں اور شبہات میں مبتلا تھے۔ بدھ 5 نومبر 1947ء کو کم و بیش چالیس بسوں اور ٹرکوں پر مشتمل قافلہ تقریباً 3 ہزار افراد کو لے کر پولیس لائنز سے روانہ ہوا۔ اس قافلے کو سچیت گڑھ لے جانے کی بجائے سانبہ کٹھوعہ روڈ کی طرف ڈال دیا گیا۔ جہاں اس قافلہ کی تمام مسلمان سواریوں کو بیدردی سے قتل کر دیا گیا۔ اس قتل عام سے مسلمانوں کے دلوں کو جو گھاؤ لگے انہیں مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ ہزاروں مسلمانوں کو اس طرح بیدردی سے تہ تیغ کیا جانا انسانیت کی تاریخ میں ایک بدنما داغ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان کی حکومت کی طرف سے خوش آئند اعلانات کے باوجود مسلمان ہندوستان کی کسی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں۔ وہ ہندوستان کی مکار حکومت کے دعوؤں کی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ حکومت ہند 7 لاکھ فوج لے کر مقبوضہ کشمیر کے لوگوں کو مطیع اور غلام بنانے کی

marfat.com

کوششوں میں مصروف ہے۔لیکن آج تک وہ انہیں زیر نہیں کر سکی۔
یوم شہدائے جموں مناتے ہوئے 55 سال بیت چکے ہیں۔لیکن کشمیریوں کے دلوں کی آگ نہیں بجھی۔اس روز جہاں تمام مقبوضہ جموں وکشمیر میں جلوس نکالنے گئے۔آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔وہیں بھارتی تنصیبات پر حملے بھی کئے گئے۔جموں میل پر حملہ کر کے مجاہدین نے فوجیوں کے دو ڈبے خاکستر کر دیئے۔سری نگر میں ایک فوجی گاڑی پر حملہ کر کے 7فوجی اہل کار ہلاک کر دیئے گئے۔جموں سے ڈوڈا جانے والی فوجیوں سے بھری بس میں نصب بم سے کئی فوجی ہلاک کر دیئے گئے۔سری نگر کے ٹیلی فون ایکسچینج پر حملہ کے نتیجے میں کئی فوجی ہلاک ہوئے۔جو وہاں نگرانی پر مامور تھے۔پونچھ کے علاقے سرنکوٹ ،تھنہ منڈی میں فوجی تنصیبات پرحملہ کر کے بے قصور شہریوں کی ہلاکت کا بدلہ لیا گیا۔یہ انتقام اس وقت تک جاری رہے گا جب تک بھارتی غاصبوں سے یہ خطہ پاک آزادنہیں کرالیا جاتا۔سری نگر میں بھارتی فوج کے ایک اڈے پر بھی حملہ ہوا۔یہ بھارتی فوج کے 15ویں کور ہیڈکوارٹر کی چھاؤنی تھی۔آرمی ہیڈکوارٹر پر حملہ کی خبر سے ہر طرف تہلکہ مچ گیا۔دونوں طرف سے شدید فائرنگ کا سلسلہ جاری تھا۔عاصم آرمی ہیڈکوارٹر پر حملہ کی خبر سنتے ہی حقیقت حال جاننے کے لئے آرمی ہیڈکوارٹر پہنچا۔ہر طرف دھماکوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔عمارت سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔عجب افراتفری کا عالم تھا۔فوجی اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔میجر سنگرام سنگھ نے عاصم کو دیکھا تو اس کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں...... اُس نے عاصم کو گھورتے ہوئے کہا۔

میں رپورٹنگ کے لئے آیا ہوں اور اپنا فرض ادا کر رہا ہوں..... عاصم نے صاف جواب دیا۔

مجھے یقین تھا کہ تم باز نہیں آؤ گے۔اس لئے میں نے سلومی کو گرفتار کرلیا ہے۔مجھے شک ہے کہ اس کے مجاہدین کے ساتھ گہرے روابط ہیں...... میجر نے رعونت سے کہا۔

marfat.com

آپ زیادتی کر رہے ہیں۔اپنے گھناؤنے فعل پر پردہ ڈالنے کے لئے آپ کو اس قسم کے ہتھکنڈے زیب نہیں دیتے...... عاصم نے بیبا کی سے کہا۔

اور آپ کو بھی ملک دشمنوں سے میل جول اچھا نہیں لگتا۔تم جانتے ہو ہم ایسی حرکتیں برداشت نہیں کرتے۔آج سلومی کو گرفتار کیا گیا ہے۔کل آپ کو بھی اس جرم میں پابند سلاسل کیا جا سکتا ہے...... میجر سنگرام سنگھ نے مونچھوں کو بل دیتے ہوئے کہا۔

آپ مجھے دھمکیوں سے مرعوب نہیں کر سکتے۔ مجھے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی افواج کی زیادتیوں کی رپورٹیں آ رہی تھیں۔لیکن مجھے ان کی صداقت پر شبہ تھا۔لیکن آج جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں ان رپورٹوں کی صداقت کھل کر سامنے آ رہی ہے۔جہاں تک میرا تعلق ہے میں شینو بابا سے کشمیر روڈ کے میپ کے بارے میں مدد لے رہا ہوں۔مجھے اُن سے یا اُن کی لڑکی سے کوئی اور سروکار نہیں...... عاصم نے اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔

آپ روڈ میپ فوج سے حاصل کر سکتے ہیں۔آپ کو جہاں جانا ہو ہمارے فوجی آپ کو وہاں پہنچا سکتے ہیں۔لیکن کشمیریوں کی مدد سے اِدھر اُدھر جانا اور اُن کے مطلب کی رپورٹنگ کرنا آپ کا کام نہیں۔آپ ہندوستان کے لوگوں کو مسلح افواج کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کر رہے ہیں...... میجر سنگرام سنگھ نے گرجتے ہوئے کہا۔

میں حقیقت کی تلاش میں ہوں اور ہندوستان کے عوام تک حقیقت ہی پہنچانا چاہتا ہوں۔ آپ لوگوں کی زیادتی سے ہمیں عوام کو آگاہ کرنا ہوگا۔جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس سے بیرون ملک ہندوستان کا امیج خراب ہو رہا ہے۔آپ لوگوں کی دست درازیاں اور گینگ ریپ کشمیریوں کو ہمارا دشمن بنا رہے ہیں۔اب آپ سلومی کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا...... عاصم نے غصے میں کہا۔

او ہو۔بڑی ہمدردیاں ہیں۔آپ کو اس حسینہ سے میں جاننا چاہتا ہوں۔آخر آپکا اس سے رشتہ کیا ہے؟...... سنگرام نے طنزیہ انداز میں کہا۔

میرا ان لوگوں سے انسانیت کا رشتہ ہے۔آپ کی طرح میں شیطانیت اور ننگِ انسانیت

marfat.com

عزائم نہیں رکھتا...... عاصم نے بے خوفی سے کہا۔
میجر سنگرام سنگھ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی۔اور وہ عاصم سے خوفزدہ نظر آنے لگا۔
مسٹر عاصم ہمارے تعلقات بہتر ہونا چاہئیں۔ میں صحافیوں کی قدر کرتا ہوں۔اُن سے آویزش نہیں چاہتا۔اگر تم میری شرائط پر عمل کرو تو میں سلومی کو رہا کرنے کے لئے تیار ہوں۔...... سنگرام سنگھ نے پیش کش کی۔
آپ اپنی شرائط پیش کریں...... عاصم نے سوال کیا۔
آپ کو شیخو بابا اور سلومی سے قطع تعلق کرنا ہوگا۔روڈ میپ کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔ہم آپ کو بہترین گائیڈ فراہم کریں گے۔اس کے علاوہ آپ کو اپنی رپورٹیں اخبار کو بھیجنے سے پہلے ہمیں دکھانا ہوں گی۔بی ایس ایف والے اس کی سکروٹنی کرکے یہ رپورٹیں ہندوستان بھیجیں گے۔ورنہ ہم آپ کو یہاں کام نہیں کرنے دیں گے...... میجر سنگرام سنگھ نے خبردار کیا۔
مجھے آپ کی پہلی شرط منظور ہے۔لیکن دوسری منظور نہیں۔میں اسے پریس کی آزادی کے منافی سمجھتا ہوں...... عاصم نے جواب دیا۔
او کے! میں آپ سے دوستی بڑھانے کی خاطر آپ کے ساتھ ڈیل کرنے کو تیار ہوں۔آپ اپنی پہلی شرط پر قائم رہیں۔میں سلومی کو رہا کرنے کے آرڈر آج ہی جاری کر دوں گا میجر نے احسان جتاتے ہوئے کہا۔
فائرنگ میں تیزی آ گئی تھی۔میجر سنگرام سنگھ کو وہاں سے ہٹ جانا پڑا۔عاصم بھی محفوظ مقام کی تلاش میں فوجی بیرک کے شیڈ کے نیچے جا کھڑا ہوا۔فوجی ہیڈ کوارٹر سے چار لاشیں اسٹریچر پر اٹھا کر بھاگ رہے تھے۔اور سڑک پر کھڑی ایمبولینس گاڑی کی طرف آ رہے تھے۔اس بات کی تصدیق ہوگئی تھی۔کہ ہیڈ کوارٹر پر حملے کے نتیجے میں کافی فوجی ہلاک ہوئی ہیں۔
تھوڑی ہی دیر میں عاصم کی آنکھوں نے ایک خوفناک اور لرزہ خیز منظر دیکھا۔بھارتی

marfat.com

فوجیوں نے اپنی ہلاکتوں کا بدلہ لینے کے لئے شہر کے مختلف حصوں میں شہریوں پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ لال چوک، فتح کدل اور تخت سلیمان سے قلعہ ہری پربت تک خون کی ہولی کھیلی گئی۔ ایسی بربریت اور درندگی کا منظر انسانی آنکھوں نے آج تک نہ دیکھا ہوگا۔ عاصم نہایت بے بسی اور بیچارگی سے انسانیت کا خون بہتا دیکھتا رہا۔ اس خون سے دریائے جہلم کا پانی بھی سرخ نظر آتا تھا۔ کشمیر کی سرزمین خون کی آبیاری سے اور زیادہ زرخیز ہوگئی تھی۔ جس میں گل لالہ اور زیادہ تمازت اور کثرت سے ہر طرف کھلے نظر آتے تھے۔ جس سے فضا میں آگ لگی نظر آتی تھی۔ عاصم سے یہ منظر دیکھا نہ گیا۔ وہ تاج ہوٹل واپس آ گیا۔ رپورٹ تیار کرنے کے بعد اُس نے یہ رپورٹ اپنے اخبار کو فیکس کر دی۔ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد اُس نے اپنا سامان پیک کرنا شروع کیا۔ ہوٹل کی انتظامیہ کو اطلاع دینے کے لئے اس نے کمرے کی گھنٹی بجائی۔ تو بابا بخشو اس کے کمرے پر آ کر حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

آپ جا رہے ہیں صاحب! میں تو آپ کو یہ بتانے آیا تھا۔ کہ بی ایس ایف والوں نے سلومی کو گرفتار کر لیا ہے۔ صاحب! آپ میرے لئے کچھ کریں میری بیٹی کو ان کے چنگل سے بچالیں...... بخشو بابا نے فریاد کی۔

آپ فکر نہ کریں بخشو بابا! سلومی کو کل رہا کر دیا جائے گا۔ میں نے میجر سنگرام سے بات کر لی ہے۔ لیکن اب میں زیادہ دیر یہاں نہیں رہ سکتا۔ اور نہ ہی آپ لوگوں کے قریب رہنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا میری وجہ سے آپ لوگوں کو کوئی نقصان پہنچے...... عاصم نے انکشاف کیا۔

آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں صاحب! آپ سے ہمیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے ہم تو بے ضرر لوگ ہیں۔ ہم نے کسی کا کیا بگاڑا ہے...... بخشو بابا نے استفسار کیا۔

میں جانتا ہوں آپ بے ضرر لوگ ہیں۔ لیکن انتظامیہ کو شک ہے کہ آپ کا مجاہدین سے کوئی تعلق ہے۔ اسلئے انہوں نے منع کیا ہے کہ میں آپ لوگوں سے کوئی رابطہ رکھوں ورنہ

marfat.com

وہ سلومی اور آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ خصوصاً سنگرام سنگھ کو میرے آپ کے ساتھ میل ملاپ پر سخت اعتراض ہے۔ اور وہ اس بات کو خطرناک سمجھتے ہیں۔ میں نے سلومی کی رہائی کے لئے اس سے وعدہ کیا ہے کہ میں آپ لوگوں سے کسی جگہ جانے کے لئے کوئی مدد نہیں لوں گا۔ بابا! آپ غیر ملکیوں کے لئے گائیڈ کا کام کرتے ہیں۔ روڈ میپ کا کام کرتے ہیں۔ لیکن آپ نہیں جانتے کہ اب آپ یہ کام نہیں کر سکیں گے۔ حکومت کو اور خصوصاً بی ایس ایف والوں کو آپ پر شک ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ اب یہ کام چھوڑ دیں اور گھر کے کام کاج تک خود کو محدود کر لیں۔ اسی میں آپ کی بہتری ہے...... عاصم نے مشورہ دیا۔

صاحب! آپ ڈر گئے ہیں۔ لیکن میں آپ پر واضح کر دوں کہ ہم ڈرنے والے نہیں۔ میں نے آج تک کوئی خطرناک کھیل نہیں کھیلا۔ میرے بیٹے کو فوجیوں نے اغوا کیا۔ اس کا آج تک کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ لیکن میں خاموش رہا۔ اب وہ میری بیٹی کو راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ یہ فوجی اُس پر اپنی ہوسناک نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔ لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ پہلے میں وطن پرستوں سے دور رہتا تھا۔ اُن سے گریز کرتا تھا۔ لیکن اب میں ان کو حق بجانب سمجھتا ہوں۔ یہ بھارتی جس طرح کشمیر میں غارت گری اور قیامت برپا کئے ہوئے ہیں۔ ان کا جواب جہاد ہی سے دیا جا سکتا ہے۔ 7 لاکھ فوج کا مقابلہ پر امن شہری نہیں کر سکتے۔ بھارتی بھیڑیوں اور غاصبوں کا مقابلہ نہتے ہاتھوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ اب ہمیں تشدد کا جواب تشدد سے دینا ہوگا۔ کشمیری نوجوانوں نے اپنے مستقبل کو بچانے کا جو فیصلہ کیا ہے۔ میں اب اس کو جائز اور حق بجانب سمجھتا ہوں......

عاصم شیخو بابا کے چہرے کی طرف حیران کن نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ وہ جسے معصوم اور سادہ انسان سمجھتا تھا۔ اب اس میں اچانک ایک حیرت انگیز تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ انقلاب اسی طرح آتا ہے۔ ظلم سے امن کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ نئے سر بلند ہوتے ہیں۔ جوں جوں سر کٹتے ہیں سروں کی نئی فصل تیار ہو جاتی ہے۔ اور پھر واقعی انقلاب اس سرزمین پر

marfat.com

دستک دینے لگتا ہے۔

ہر دن ستم ایجاد ہے ہر رات سیہ فام
یا رب یہ تری انجمن آرائی عجب ہے
پکھلا ہوا سونا تھی جو دیوار و سقف پر
وہ دھوپ گھڑی بھر میں ہی کجلائی عجب ہے
نس نس میں پھسلتا ہے تیرے قرب کا نشہ
ہر موجۂ خوناب کی گہرائی عجب ہے

(ثمینہ راجہ)

marfat.com

ہر خار عنایت تھا ہر اک سنگ صلہ تھا

سوپور شہر دریا کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ ان دونوں حصوں کو ایک پل کے ذریعے ملا دیا گیا ہے۔ شہر سوپور کی مٹی جہاں پھلوں اور فصلوں کے لئے زرخیز ہے وہاں دین و مذہب پر کٹ مرنے والوں کی فصلیں اگانے اور ان کی آبیاری کرنے میں یہ قصبہ سب سے آگے ہے۔ جذبہ حریت کو کچلنے کے لئے بھارتی سامراج نے 1991ء میں اس شہر پر ٹینکوں اور توپوں سے حملہ کیا اور اس خوبصورت شہر کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ سینکڑوں لوگ شہید ہوئے اور ہزاروں زخمی ہوئے لیکن جو الاؤ ان شہیدوں نے جان کی قربانی دے کر روشن کیا ہے وہ آج بھی آب و تاب کے ساتھ روشن ہے۔ ہزاروں مکانات زمین بوس ہونے کے باوجود یہاں کے بچے بچے کے دل میں وطن کی آزادی کی تڑپ موجود ہے اور وہ ہندوستانی افواج کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں انہیں اکثر جانی و مالی نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔ بی ایس ایف والے اس شہر کے سپوتوں کو اکثر بہیمانہ تشدد کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ عورتیں بھی بی ایس ایف والوں کی درندگی سے محفوظ نہیں۔ آج بھی بھارتی فوج کی 22 راشٹریہ رائفلو کے بے ضمیر افسروں نے سوپور کے نواحی گاؤں ملہ پورہ زبن میں محاصرے کے دوران محمد انور ڈار کی بیٹی کی عصمت دری کی۔ اس ظلم کے خلاف دس ہزار لوگوں کا جلوس احتجاج کرنے کے لئے سوپور پہنچا۔ سوپور شہر میں بھی مکمل ہڑتال تھی۔ شہر کے لوگ بھی ملہ پورہ زبن کے احتجاجی جلوس میں شامل ہو گئے۔ عصمت دری کے واقعات میں مسلسل اضافہ نے لوگوں کی تشویش میں اضافہ کر دیا تھا۔ کپواڑہ کے علاقہ بٹہ پورہ میں بھارتی فوج کے ہاتھوں محمد احسن شیخ کی بیٹی کی بے حرمتی کی گئی۔ کریک ڈاؤن کے دوران بھارتی فوج اس طرح کے ذلیل ہتھکنڈے استعمال کرتی رہتی ہے جس سے اشتعال اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ زنگل پورہ کولگام میں فوجیوں نے عبدالعزیز نامی شخص کی بیٹی نسیمہ کو جو کرفیو کے دوران باہر نکلی۔ اس کو گولیوں

marfat.com

سے بھون دیا گیا۔ انسان حقوق کی ترجمان تنظیموں نے ان تمام واقعات پر سخت احتجاج کیا لیکن ہندوستانی افواج کی خودسری اور ہٹ دھرمی اپنی جگہ قائم ہے۔ جس سے آئے روز مقامی لوگوں اور افواج میں تصادم ہوتا رہتا ہے۔ اس جلوس کے باہر آنے پر بھی ہر طرف بھارتی افواج نے مورچے سنبھال لیئے۔ جلوس سوپور پولیس سٹیشن پہنچا تو پولیس لائنز کے اندر لوگوں کو داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ لوگ ایف آئی آر کٹوانا چاہتے تھے لیکن اس جسارت کی بھلا کیسے اجازت دی جاسکتی تھی۔

نہیں رُکے گا۔ نہیں رُکے گا آزادی کا کارواں نہیں رُکے گا لیکے رہیں گے آزادی! ظالمو! جواب دو۔ خون کا حساب دو۔ فلک شگاف نعروں سے فضا گونج رہی تھی۔ اور پھر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ فوج نے مظاہرین پر گولیاں چلا دیں۔ انہیں تتر بتر کرنے کے لئے آنسو گیس کے شیل پھینکے گئے۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ کئی لوگ گولیوں کا نشانہ بن کر زمین پر تڑپنے لگے۔ نوجوانوں نے مشتعل ہو کر بی ایس ایف والوں پر جوابی حملہ کیا۔ فوجیوں پر ہینڈ گرنیڈ پھینکے۔ کلاشنکوف رائفلوں سے گولیوں کے راؤنڈ نکلے اور مسلح افواج کے بزدل سپاہی گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ عاصم اس مظاہرے کی کوریج کے لئے سوپور پہنچا تھا لیکن وحشیانہ حملہ کی بنا پر وہ بھی جان بچانے کے لئے محفوظ جگہ کی تلاش میں بھاگ نکلا۔ ایک پہاڑی تودے کی آڑ میں جونہی وہ چھپنے کے لئے رُکا۔ اس کا سامنا سلومی سے ہو گیا جو ایک ہاتھ میں پستول تھامے اور دوسرے میں پاکستانی جھنڈا سنبھالے نعرے لگانے میں مصروف تھی۔

یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں آپ بھی کھلم کھلا بغاوت پر اُتر آئی ہیں...... عاصم نے سوال کیا۔
ہاں! جو کچھ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اس میں کوئی دھوکہ نہیں۔ آپ کی بینائی کمزور نہیں کہ آپ کو اس حقیقت پر شک کا گمان گزرے.... سلومی نے برملا جواب دیا۔
آپ کیوں خود کو اور شیخو بابا کو خطرے میں ڈال رہی ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ سنگرام سنگھ کا خیال درست تھا کہ آپ بھی مجاہدین کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اب میں آپ کو اس کی دستبرد سے نہیں بچا سکوں گا....... عاصم نے مایوسی کے عالم میں کہا۔

marfat.com

میں چاہتی ہی نہیں کہ آپ مجھے بچانے کے لئے سنگرام سنگھ سے کوئی سودا بازی کریں۔ آپ نے میری عزت بچائی۔ اس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں لیکن آپ نسیمہ کی جان نہیں بچا سکے۔ آپ نے سوپور کے محمد انور ڈار اور کپواڑہ کے محمد احسن شیخ کی بیٹی کی عصمت دری کی اجازت دی۔ مزہ تو تب تھا کہ آپ سنگرام سنگھ کو کہتے کہ اگر کشمیر کی کسی بیٹی کی عصمت لوٹی گئی تو آپ اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ آپ ہر واقعہ کی رپورٹنگ کریں گے اور ظلم و تعدی کے خلاف بھرپور آواز اٹھائیں گے لیکن لگتا ہے کہ سمجھوتہ صرف میری ذات تک محدود تھا۔ ایسے سمجھوتے کی کوئی پرواہ نہیں اور جا کر اپنے سنگرام سنگھ کو بھی کہہ دیجئے کہ وہ میرا جو چاہے بگاڑ لے۔ اب میں بھی حریت پسند باغیوں کی صف میں شامل ہوگئی ہوں۔ میں جہاں اپنے بھائی کا بدلہ لوں گی وہاں ہر کشمیری بھائی اور بہن کے لئے آواز اٹھاؤں گی خواہ اس کے لئے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے...... سلومی جذبات میں کہتی چلی گئی۔

سلومی! تم میرا مطلب نہیں سمجھی ہو۔ بخدا میں ہر ظلم کے خلاف ہوں۔ دیکھ لو! آج میں سوپور آیا ہوں تاکہ اس احتجاج کی رپورٹنگ کروں۔ میں نے سنگرام سنگھ کو صاف کہہ دیا تھا کہ میں ظلم و زیادتی اور انیائے کے خلاف کوئی سمجھوتہ نہیں کروں گا۔ یہ آزادیٔ رائے کے خلاف ہے۔ ایک صحافی ہونے کے ناطے میں نے آج تک کوئی کمپرومائز نہیں کیا۔ لیکن تمہیں چھڑانا میرا فرض بنتا تھا۔ میں تمھیں حوالات میں بند نہیں دیکھ سکتا...... عاصم نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

کیوں آپ کو صرف میرے ساتھ ہمدردی کیوں ہے؟ آپ کو نسیمہ اور ڈار صاحب یا شیخ صاحب کی بیٹی سے ہمدردی کیوں نہیں؟ آپ دوسروں کی بیٹیوں کی عصمتیں لٹنے کا تماشا دیکھ سکتے ہیں لیکن میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔ ہم کشمیری ان ظالموں سے اس توہین کا بدلہ لیں گے۔ میں زندگی کی آخری سانس تک ان درندہ صفت انسانوں کے خلاف لڑوں گی۔ اب آزادی میری منزل ہے۔ اس منزل کو حاصل کرنے تک میں چین سے نہیں بیٹھوں گی...... سلومی نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

marfat.com

تم جانتی ہو۔ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ وہ لوگ شیخو بابا کو نہیں چھوڑیں گے۔ اور تمہیں بھی معاف نہیں کریں گے....... عاصم نے اسے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی۔

آپ نجانے مجھے کیوں خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں شاید آپ سمجھتے ہیں کہ میں ایک چھوئی موئی اور نرم و نازک طبع کی مالک ہوں۔ جلد ان گیدڑ بھبھکیوں سے گھبرا جاؤں گی۔ لیکن آپ نہیں جانتے کہ دنیا کی کوئی طاقت میرے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہیں کر سکتی۔ میں موت کو گلے لگالوں گی۔ لیکن خوف کی رمق مجھے ان طاغوتی طاقتوں کے آگے سجدۂ سہو کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی اور آپ بھی سن لیں کہ شیخو بابا میرے ساتھ تاج ہوٹل کی نوکری چھوڑ چکے ہیں اور امیرا کدل میں اپنے گھر کو وداع کر کے کسی دوسری جگہ منتقل ہو چکے ہیں ہم نے اپنی عزت بچانے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے کشمیر کا روڈ میپ حاصل کرنے کے لئے اب آپ کو سنگرام سنگھ سے مدد لینا پڑے گی...... سلومی نے طنزیہ کہا۔

یہ کہہ کر سلومی ٹیلے سے پیچھے ہٹی۔ مجاہدین کا ایک گروہ گھوڑوں پر سوار اس کی طرف آیا وہ ایک گھوڑے پر سوار آناً فاناً اس کی نظروں سے روپوش ہو گئی اور عاصم حیران و پریشان نگاہوں سے گھوڑوں کی چاپوں سے اڑتی ہوئی دھول میں سلومی کو دیکھنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ ابھی وہ حیران و ششدر کھڑا تھا کہ کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سنگرام سنگھ اس کے سامنے کھڑا اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔

مسٹر عاصم! کشمیر کا روڈ میپ ہماری جیب میں ہے تم خواہ مخواہ خطرہ مول لے رہے ہو۔ کشمیری جو کچھ کر رہے ہیں وہ پاکستان کے کہنے پر کر رہے ہیں وہ پاکستان کے بہکاوے میں آ گئے ہیں۔ اب پاکستان اُن کی مدد سے دستکش ہو گیا ہے 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد اب اسے دہشت گردی کے الزامات سے بچنے کے لئے اپنا صفائیاں پیش کرنے سے فرصت نہیں۔ وہ چناب فارمولا، انڈورہ، اور دیگر کئی فارمولے پیش کر رہا ہے۔ استصواب رائے اب کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ کشمیریوں کو اب ہمارے روڈ میپ کے مطابق کشمیر کی تشکیل نو کرنا ہے۔ کشمیر انڈین یونین کا حصہ ہے کشمیر کا نقشہ ہندوستان کے روڈ میپ کا اہم حصہ ہے۔ بہتر ہے کشمیری اس کو قبول کرلیں ورنہ باغیوں کو اسی طرح چن چن

marfat.com

کر ختم کر دیا جائے گا۔ بھارت کی ستر لاکھ فوج یہی کام کر رہی ہے...... سنگرام سنگھ نے رعونت سے کہا۔

جناب میجر صاحب! آج کے دور میں لوگوں کو طاقت سے زیر نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں محبت اور پیار سے کشمیریوں کو ہمنوا بنانا ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ظلم و تعدی نے کشمیریوں کو ہندوستان سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور وہ پاکستان سے اپنی تقدیر وابستہ کر چکے ہیں عاصم نے اپنے مشاہدات کا ذکر کیا۔

اب کشمیریوں کو پاکستان سے کچھ نہیں ملے گا۔ وہاں دہشت گردی کے تمام اڈے ختم کر دیئے گئے ہیں۔ بارڈر پر ہم نے باڑ لگا دی ہے۔ اس خاردار تاروں پر مشتمل باڑ میں بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ سرحد پر دوربین کیمرے اسرائیل اور امریکہ سے مل گئے ہیں۔ اب کوئی پاکستانی گھس بیٹھیا کشمیر میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ جہاں تک مٹھی بھر کشمیری حریت پسندوں کا تعلق ہے ہم انہیں اور ان کے حواریوں کو جلد ختم کر دیں گے۔ پھر کشمیری وہی کریں گے جو ہم چاہیں گے...... سنگرام سنگھ نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔

سنگرام سنگھ یونہی قہقہے لگاتا ہوا اپنے فوجیوں سے جا ملا اور عاصم اس شخص کے رعونت بھرے رویئے پر غور کرنے لگا۔ اس کے سامنے کشمیری مظاہرین پر ڈنڈے برسائے جا رہے تھے۔ ان کو پکڑ پکڑ کر پولیس وینوں میں گھسیٹا جا رہا تھا۔ سوپور کے متعدد گھروں کو مسمار کیا جا رہا تھا۔ آگ کے شعلے جا بجا بلند ہوتے نظر آ رہے تھے ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

ہر خار عنایت تھا، ہر اک سنگ صلہ تھا
اس راہ میں ہر زخم، ہمیں رہ نما تھا
اے شیشہ گرو، کچھ تو کرو ۔ آئینہ خانہ
رنگوں سے خفا، رخ سے جدا یوں نہ ہوا تھا
ان آنکھوں سے کیوں صبح کا سورج ہے گریزاں
جن آنکھوں سے راتوں میں ستاروں کو چنا تھا

(زہرہ نگاہ)

marfat.com

وصل کا دن اور اتنا مختصر!

عاصم اب بھی تاج ہوٹل میں مقیم تھا۔لیکن ہر وقت اس کی نگاہیں فضا میں کسی کی متلاشی نظر آتی تھیں۔وہ ذہنی طور پر سخت پریشان تھا۔اس کی آنکھوں میں سلومی کی ہنستی مسکراتی شبیہہ اس کو مزید اداس اور غمگین بنا دیتی۔وہ اپنے فرائض میں کوتاہی برتنے لگا۔ اپنے صحافتی فرائض کی بجائے وہ اِدھر اُدھر آوارہ بھٹکنے لگا۔اس کا واحد مقصد سلومی کا حصول تھا۔وہ گلیوں، کوچوں، بازاروں اور مختلف قصبوں میں سلومی کا کھوج لگانے کے لئے نکلا۔لیکن کہیں اسکا سراغ نہ ملا۔ ہر طرف مار دھاڑ کا بازار گرم تھا۔ ہندوستانی فوج اسے ہر جگہ دندناتی نظر آتی۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ معصوم کشمیریوں کا قتل عام اور اس کو صفحہ ہستی سے مٹانا ان کا مطمعٔ نظر تھا۔خونریز معرکوں سے وادی کشمیر اور اس کے کوہ ودمن میں لرزہ طاری تھا۔اسے ان مناظر کو دیکھ کر کوفت ہوتی۔اس کی رپورٹیں ان انسانی المیوں کی ایک المناک داستان تھی۔اس کی تحقیق کے مطابق غلام محمد مہر کو 1991ء میں کوٹ بلوال جیل میں ابدی نیند سلا دیا گیا۔اسلام آباد کے علی محمد آھنگر کو جودھ پور جیل میں شہید کیا گیا۔سوپور کے حکیم نوید انجم کو 1994ء میں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔بٹہ مالوسری نگر کے بشیر احمد آھنگر کو رنگریٹ جیل میں اذیتیں دے کر اس کے والدین کے سامنے ہلاک کیا گیا۔ بلوال جیل میں سجاد افغانی کا قتل ہوا۔جموں جیل میں غلام نبی، قاسم محمود، حیدر علی، فاروق احمد، مبشر علی، منیر احمد اور محمد اشرف کے علاوہ سینکڑوں نوجوانوں اور حریت پسندوں کو بی ایس ایف والوں نے جیلوں میں محبوس کر کے اور انہیں اذیت گاہوں میں اذیتیں دے کر موت کی نیند سلا دیا وہ اس قتل و غارت گری سے دور کہیں نکل جانا چاہتا تھا۔اسے بس سلومی کی فکر تھی۔عشق و محبت کا دیوتا کیوپڈ بس سلومی کے عمیق خیالوں میں کھویا رہتا۔آج وہ ڈل جھیل کے مصفا پانی سے اپنی پیاس بجھانے نکلا۔شہر کے وسط میں یہ نہر ویری ناگ کے چشمہ کے میٹھے، صاف شفاف اور سرد پانی سے لبریز تھی۔مسجد شاہ ہمدان میں نماز ظہر ادا کر کے وہ ہاؤس بوٹ میں دریا کی طوفانی اور بپھری

marfat.com

ہوئی موجوں کا مشاہدہ کرنے لگا۔ یہ طوفانی موجیں اس کے جذبات کے تلاطم کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ اس نے ڈوگرہ مہاراجہ کا محل شیر گڑھی بھی دیکھا۔ پھر وہ تخت سلیمان کے قریب ڈل گیٹ میں داخل ہو گیا۔ یہ راستہ دریا سے ڈل جھیل اور ڈل جھیل سے دریا کی طرف آنے کا واحد راستہ تھا۔ تخت سلیمان پر شنکر چاریہ کا مندر اور اس کا کلس جگمگا تا نظر آ رہا تھا۔ پھر نشاط باغ کے نظارے اس کی آنکھوں کے سامنے آئے۔ ڈل جھیل سے ملحق شالیمار باغ اسے محبت کے عظیم پجاری جہانگیر کی یاد دلاتا تھا۔ جو اس کا خالق تھا۔ وہ شالیمار باغ کی خوبصورتی اور دلآویزی میں اپنے محبوب کے عکس کو جھلمل کرتا اور گلکاریاں کرتا دیکھ رہا تھا۔ اس باغ میں ایک دفعہ جہانگیر نے بھی نور جہاں کے غیض و غضب کو ابھارنے کے لئے اسے چھیڑا اور پھر اس کے غصے کو ایک روایتی محبوب کی طرح ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ ایک مغربی ڈرامہ نگار تھامس مور نے اس رومانس کی تصویر کشی اپنے ڈرامے لالہ رخ میں نہایت خوش اسلوبی سے نمایاں کی ہے۔ عاصم بھی چاہتا تھا کہ سلومی سے شالیمار باغ میں مل جائے۔ تو وہ اس کے غصے کی آگ کو اس طرح بجھائے جس طرح جہانگیر نے چنگاری دکھا کر نور جہاں کے تمتماتے ہوئے چہرے سے لطف اندوز ہونے کے بعد اسے رام کرنے کے جتن کئے تھے۔ وہ جہانگیر کی طرح مکمل پسپائی اختیار کرنا چاہتا تھا۔ وہ تو اپنا دل و دماغ سب کچھ ہار چکا تھا۔ شالیمار باغ میں بادِ نسیم کے خوشبودار جھونکے اس کے دل و دماغ میں ہلچل پیدا کر رہے تھے۔ بہار کے موسم کی جان فزا بادِ شمیم چلنے کے باوجود نجانے آج اس کی طبیعت کیوں متلون اور پریشان تھی۔ آسمان اسے غبار آلود نظر آ رہا تھا۔ پانی کی لہریں اسے چمکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ کی صورت شعلہ فساں نظر آ رہی تھیں۔ وہ نسیم باغ کی طرف بڑھا اور کنارے پر ہاؤس بوٹ باندھ کر خانقاہ حضرت بل کی طرف چل دیا۔ خانقاہ حضرت بل میں اُس نے موئے مبارک کی زیارت کی۔ یہ زیارت عام کا دن تھا۔ موئے مبارک کی زیارت اس کے لئے ایک بہت بڑی سعادت تھی۔ درگاہ حضرت بل معروف و مشہور جھیل ڈل کے بائیں کنارے حسن آباد سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ حضرت بل کا تقدس نبی آخر زمان حضرت محمدؐ کے

marfat.com

مقدس موئے مبارک کی وجہ سے ہے۔ مقبول و معروف شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کو خواب کے دوران ہدایت ہوئی۔ ان تبرکات کو کشمیر لانے میں کشمیری تاجر خواجہ نورالدین اشاوری کا ہاتھ ہے۔ پہلے موئے مقدس خانقاہ خواجہ معین الدین نقشبندی میں محفوظ رہا اور اس کے بعد موئے مبارک کو باغ صادق خان یعنی حضرت بل کے مقام پر متصل کیا گیا۔ درگاہ حضرت بل میں عاصم نے موئے مبارک کی زیارت کی۔ دعا میں اس کے ہاتھ بیساختہ آسمان کی طرف اٹھ گئے۔ اُس نے بارگاہ الٰہی میں اس کے حبیب کے صدقے سلومی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اور وہ جذباتی کیفیت سے دوچار تھا۔ اس نے درود پڑھ کر نبی کریم کے حضور استدعا کی۔

کر کر یاد سجن نوں رُوواں مول آرام نہ ہوئی
ڈھونڈ تھکا جگ دیس تمامی رہیا مقام نہ کوئی
رُٹھا یار مناوے میرا کون وسیلہ ڈھوئی
لا صبون محبت والا داغ غماں دے دھوئی
جگ پر جیون باجھ پیارے ہویا محال اسانوں
بھل گئی سدھ بدھ لگا جاں عشق کمال سانوں
کی گل آکھ سناواں سجناں درد فراق ستم دی
آیا حرف لباں پر جس دم پھٹ گئی جیبھ قلم دی
چٹا کاغذ داغی ہویا پھری سیاہی غم دی
دکھاں کیتا زور محمد لئیں خبر اس دم دی

سیف الملوک سے میاں بخش کے یہ اشعار اس کے ہونٹوں پر آئے اور اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ جیسے آنسوؤں کی برسات ہو رہی ہو۔ اتنے میں ایک مرمرین ہاتھ نے اس کے ماتھے کو چھوا اور عاصم نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کے سامنے سلومی کا سرخ و شاداب گلاب کی طرح تر و تازہ ہنستا مسکراتا چہرہ تمام رعنائیوں کے ساتھ موجود تھا۔

marfat.com

آپ رو رہے ہیں۔ لگتا ہے آپ کو حضور نبی کریمؐ سے گہری عقیدت اور محبت ہے...... سلومی نے کہا۔

اس نے اپنے چہرے کو سفید چادر میں لپیٹ رکھا تھا۔

ہاں! میرے دل میں حضور سرور کائنات سے پہلے بھی عقیدت اور محبت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ لیکن اب تو اس عقیدت اور محبت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے...... عاصم نے دل کی گہرائیوں سے جواب دیا۔

درگاہ حضرت بل سے اٹھ کر دونوں باہر نکل آئے۔

آپ آج کل کہاں رہتی ہیں؟ عاصم نے سوال کیا۔

آپ نے فوراً پولیس والوں کی طرح تفتیش شروع کر دی ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کشمیری مجبور ولاچار لوگ ہیں۔ وہ اپنے دیس میں رہتے ہوئے بھی یہاں اجنبیوں کی طرح رہتے ہیں۔ ان کا کوئی مخصوص ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے ٹھکانے بدلتے رہتے ہیں...... سلومی نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

کیا آپ مجھے غیر سمجھتی ہیں؟ اتنی بے اعتنائی اچھی نہیں ہوتی...... عاصم نے گلہ کرتے ہوئے کہا۔

نہیں! آپ کا خون تو میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ آپ پر مجھے پورا بھروسہ ہے لیکن شاید قسمت پر نہیں ہر جگہ آشیانہ پر برق گرنے کا خطرہ منڈلاتا رہتا ہے۔ بقول قمر جلالوی

چمن میں برق نہیں چھوڑتی کسی صورت
طرح طرح سے بناتا ہوں آشیانے کو

سلومی نے اداس لہجے میں کہا۔

لیکن اپنوں سے قطع تعلقی کی بات سمجھ نہیں آتی...... عاصم نے شکایتاً کہا۔

اس دور میں کون اپنا ہے کون بیگانہ یہ سمجھنا بہت مشکل ہے۔ کشمیری آج کل اعتماد کے بحران سے دوچار ہیں...... سلومی نے معصوم لہجے میں جواب دیا۔

ایسی مغائرت اچھی بات نہیں۔ کشمیریوں کو اس خول سے نکلنا ہوگا۔ ان کے کئی ہمدرد

marfat.com

دوست ہیں۔ انہیں اُن پر اعتماد کرنا ہوگا۔ مسلسل لڑائی اور بے اعتنائی کی روش چھوڑنا ہوگی۔ تبھی انہیں منزل مل سکتی ہے...... عاصم نے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

آپ اپنا فلسفہ چھوڑیں۔ کشمیریوں کے لئے کیا اچھا ہے کیا برا ہے۔ وہ اسے خوب جانتے ہیں۔ وہ کسی سے بھیک نہیں مانگیں گے۔ وہ اپنی طاقت سے اپنی منزل حاصل کرکے رہیں گے...... سلومی نے تنک کر کہا۔

دونوں درگاہ حضرت بل کے برآمدے میں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ زائرین صلوٰۃ و سلام کی تسبیح پڑھتے ہوئے ان کے قریب سے گزر رہے تھے۔

ہمیں اب چلنا ہوگا...... سلومی نے کہا

کیا ہم کہیں بیٹھ کر باتیں نہیں کر سکتے؟ بقول فیض۔

جیسے بیگانہ سے اب ملتے ہو ویسے ہی سہی
آؤ دو چار گھڑی مرے مقابل بیٹھو
گرچہ مل بیٹھیں گے ہم تم ملاقات کے بعد
اپنا احساس زیاں اور زیادہ ہوگا

آپ سود و زیاں کے چکر میں ہیں۔ اسی میں غلطاں رہیں۔ لیکن ہمارا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ آزادی کی جنگ میں عشق و محبت کی گنجائش کم ہے۔ میں تمہاری محبت کی قدر کرتی ہوں۔ لیکن ہمارے راستے جدا ہیں آپ کسی اچھے وقت کا انتظار کریں۔

وقت اچھا بھی آئے گا ناصر
غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی

سلومی نے یہ شعر پڑھا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔ عاصم یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ بھی لپک کر اس کے پیچھے چل پڑا۔ سلومی درگاہ کے قریب ایک گلی کی طرف مڑ گئی۔ عاصم تیزی سے اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ سلومی کو اس بات کا احساس ہوگیا تھا کہ اس کا تعاقب جاری ہے تو اس نے تیز رفتاری سے جُل دینے کی کوشش کی۔ ایک گلی سے دوسری گلی میں مڑتی چلی گئی۔ لیکن عاصم مستعدی اور ہوشیاری سے اس کے پیچھے دوڑتا چلا گیا

marfat.com

آخر سلومی ایک حویلی کے اندر داخل ہوئی عاصم بھی اس کے پیچھے حویلی میں چلا گیا۔

آپ آگے نہیں جا سکتے...... ایک پہرے دار نے گرجتے ہوئے کہا۔

میں بخشو بابا سے ملنا چاہتا ہوں...... وہ چلایا۔

یہاں کوئی بخشو بابا نہیں رہتا آپ غلط جگہ پر آ گئے ہیں..... دوسرے پہریدار نے اسے ٹوکا

میں نے خود ان کی لڑکی سلومی کو اندر داخل ہوتے دیکھا ہے۔ میں ایک صحافی ہوں ان سے ملنا چاہتا ہوں...... عاصم نے شریفانہ انداز میں کہا۔

یہ تکرار شاید اور زیادہ طول پکڑتی کہ شینخو بابا باہر نکل آئے۔

بیٹا! انہیں اندر آنے دو۔ یہ ہمارے ہمدرد دوست ہیں۔ ہمارے دشمن نہیں..... شینخو بابا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

شینخو بابا عاصم کو لے کر اندر چلے گئے۔ یہ مجاہدین کی اقامت گاہ تھی۔ ایک کمرہ شینخو بابا اور سلومی کو ملا ہوا تھا۔ سلومی نے اسے دیکھ کر خفگی کا اظہار کیا۔

آپ کو میرے تعاقب میں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ نجانے ہمارے مجاہدین بھائی کیا خیال کریں...... سلومی نے اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

بیٹی! عاصم صاحب کوئی غیر نہیں یہ ہمارے خیر خواہ ہیں۔ اُن پر شک نہ کرو۔ میں اپنے بھائیوں کو تمام تفصیل بتا دوں گا۔ آئے ہوئے مہمان کی دل شکنی کرنا مناسب نہیں...... شینخو بابا نے نرمی سے بیٹی کو سمجھایا۔

بابا! میں درگاہ حضرت بل میں موئے مبارک کی زیارت کو آیا تھا۔ سلومی نے مجھے پہچان لیا لیکن یہ مجھے شاید یہاں نہیں لانا چاہتی تھی۔ مجھ پر شک کرتی ہے۔ جیسے میں کوئی بی ایس ایف کا جاسوس ہوں...... عاصم نے گلہ کرتے ہوئے کہا۔

نہیں بیٹا! ایسی کوئی بات نہیں۔ دراصل سیکورٹی کی وجہ سے ہمیں نہایت احتیاط کرنا پڑتی ہے۔ کشمیر میں قدم قدم پر انڈین انٹیلی جنس کے سپاہی گھومتے رہتے ہیں۔ اس لئے ہمارے نیٹ ورک میں مجاہدین سے یہ حلف لیا جاتا ہے کہ وہ کوئی مشکوک حرکت نہیں کریں گے۔ کسی پردیسی سے نہیں ملیں گے۔ اور نہ ہی کسی کو اڈے کی نشاندہی کریں گے۔

marfat.com

ہمیں ہر وقت نہایت چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ سلومی اسی لئے شاید آپ کو یہاں نہ لانا چاہتی ہو۔ مجھے امید ہے۔ آپ بُرا نہیں منائیں گے...... شیخو بابا نے صفائی پیش کی۔

عاصم صورت حال سے باخبر ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ خاموش رہا اور کن انکھیوں سے سلومی کو دیکھتا رہا۔ سلومی نے جلدی سے عاصم کے لئے چائے بنائی۔ چند باقر خانیاں اور کشمیری کھنڈ کلچے اس کے سامنے رکابی میں رکھے۔ زمین پر دری بچھی ہوئی تھی۔ اسے زمین پر بیٹھنے میں دقت ہوئی۔ کیونکہ اس نے کوٹ پینٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے سامنے کانگڑی رکھ دی گئی۔ جس میں کوئلے دہک رہے تھے۔

آپ کو اب کوٹ پینٹ کی جگہ فرن پہن لینا چاہیے۔ فرن کے اندر انگیٹھی رکھ کر کشمیری اپنے جسم کو گرم رکھتے ہیں۔ ویسے بھی کوٹ پینٹ پہن کر زمین پر نہیں بیٹھا جاتا۔ جیسے آپ اکڑوں بیٹھے ہیں...... سلومی نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہاں بیٹا! اب کشمیر میں آئے ہو۔ تو آپ کو یہاں کا لبادہ اوڑھنا ہو گا۔ فرن اور شلوار میں انسان پرسکون محسوس کرتا ہوں اور پھر کشمیریوں میں رچنے بسنے کے لئے مقامی لباس پہننا ضروری ہے...... شیخو بابا نے بیٹی کی تائید میں کہا۔

آپ جو چاہیں گے میں کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن فی الوقت تابڑتوڑ حملوں کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے...... عاصم نے زچ ہو کر کہا۔

اس پر سلومی اور شیخو بابا ہنسے بغیر نہ رہ سکے۔ ابھی باتوں کا سلسلہ جاری تھا کہ بھاری چاپوں کی آوازیں سنائی دیں۔ مجاہد کمانڈر محمد شفیع لون تین ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں گھس آئے اور آتے ہی شیخو بابا اور سلومی سے مخاطب ہوئے۔

آپ لوگ ہمارے ساتھ آ جائیں۔ اس علاقے میں پولیس اور فوجی دستوں کے آنے کی اطلاعات ملی ہیں۔ انسپکٹر جنرل پولیس شرما اور بی ایس ایف کے میجر سنگرام سنگھ ہیلی کاپٹر میں درگاہ کے قریب اترے ہیں۔ اس لئے ہمیں جلد از جلد کسی خفیہ اڈے کی طرف جانا ہے۔ آپ جلدی کریں...... محمد شفیع لون نے انہیں تاکید کرتے ہوئے کہا۔

سلومی کی آنکھوں میں غیض و غضب کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔ وہ قہر آلود نگاہوں سے

marfat.com

عاصم کو گھورنے لگی۔

شاید آپ نے ہمیں پانے کے بعد کوئی سگنل شرما صاحب یا سنگرام سنگھ کو دیا ہے۔میرے دل میں پہلے ہی آپ کی طرف سے وسوسے جنم لے رہے تھے۔آپ ایک خطرناک انسان ہیں۔لون صاحب! یہ انہی کی کارستانی ہے۔میں انہیں اپنا خیر خواہ سمجھتی تھی لیکن یہ ہمارے دشمن ہیں۔انہیں جو چاہیں سزا دیں...... سلومی چلائی۔

نہیں آپ غلط سمجھی ہیں اس میں عاصم صاحب کا کوئی قصور نہیں۔دراصل سنگرام سنگھ کو ان پر اعتبار نہیں۔وہ سمجھتا ہے کہ ان کے آپ کے ساتھ کوئی گہرے روابط ہیں۔اس لئے اس نے اپنے مخبران کے پیچھے لگائے ہوئے ہیں۔یہ آپ کی تلاش میں یہاں پہنچے۔تو آپ ان کو درگاہ میں مل گئیں۔مخبر نے یہ اطلاع فوری طور پر ہیڈ کوارٹر بھیج دی۔آپ ان پر بیجا شک نہ کریں۔یہ واقعی ہمارے خیر خواہ ہیں۔کشمیریوں پر ہونے والے مظالم کی خبریں اپنے اخبار کو بھیج رہے ہیں جس کے لئے ہمیں ان کا احسان مند ہونا چاہیے۔بہرحال آپ لوگ فوراً اپنا سامان لے کر ہمارے ساتھ آ جائیں۔تھوڑی دیر میں فوج اور پولیس یہاں پہنچنے والی ہے..... محمد شفیع لون نے انہیں خبردار کرتے ہوئے کہا۔

میرے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ کیا میں آپ لوگوں کے ساتھ نہیں جا سکتا...... عاصم نے ملتجی نگاہوں سے لون صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عاصم صاحب! اگر آپ بھی غائب ہو گئے تو سنگرام سنگھ کا آپ پر شک گہرا ہو جائے گا۔آپ کو اپنی صفائی پیش کرنا مشکل ہو جائے گی۔یہ آپ کے اور ہمارے مفاد میں ہے کہ آپ درگاہ حضرت بل چلے جائیں۔اور سنگرام سنگھ کے پوچھنے پر اسے مطمئن کریں۔آپ کے پاس یہ جواز کافی ہے کہ آپ درگاہ حضرت بل میں موئے مبارک کی زیارت کے لئے آئے تھے۔آپ سے سلومی ملی ہے یا شینو بابا آپ اس بارے میں تردید کر سکتے ہیں۔ہمارے یہاں سے نکلنے کے لئے زیر زمین تہہ خانہ اور سرنگ موجود ہے۔آپ ہمارے بارے میں فکر نہ کریں۔شینو بابا اور سلومی فوری طور پر اپنا سامان لے کر باہر نکل گئے۔سلومی کا دل اس کی طرف سے ابھی صاف نہیں ہوا تھا۔اس کے ماتھے پر تیوریاں

marfat.com

کے بل دکھائی دے رہے تھے۔اس کے چہرے کی کرختگی ظاہر کرتی تھی کہ اس کا شک عاصم کے بارے میں دور نہیں ہوا۔عاصم محمد شفیع لون اور شیخو بابا سے ہاتھ ملا کر باہر نکلا اور بوجھل قدموں سے درگاہ حضرت بل کی طرف چل دیا۔اس کے دل میں سخت اضطراب موجزن تھا۔اچانک جو کچھ ہوا تھا اس کی توقعات کے بالکل برعکس تھا۔سلومی کے قریب ہوتے ہوتے دوبارہ فاصلوں کی خلیج اس کی راہ میں حائل ہوگئی تھی۔وہ ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے افسردہ درگاہ حضرت بل پہنچا اور زائرین کے ساتھ ایک بار پھر دعاؤں میں مشغول ہوگیا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ مجاہدین کہاں جائیں گے۔زیر زمین تہہ خانہ کدھر ہے اور سرنگ کہاں ہے۔ان سب باتوں کا علم ہونے کے باوجود اسے خطرہ تھا کہ کہیں یہ لوگ فوج کے ہاتھ نہ چڑھ جائیں۔اسے سب سے زیادہ سلومی کا فکر تھا۔اسے اگر کچھ ہوگیا تو اس کی دنیا لٹ جائے گی۔اس کی خفگی سے اس کا دل لرز رہا تھا۔سلومی ایک بار پھر بدگمانی کا شکار ہوگئی تھی۔وہ سب کے سامنے اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکا۔اگر محمد شفیع لون اس کے حق میں نہ بولتا تو وہ بالکل مارا جاتا۔اس نے شکر ادا کیا کہ محمد شفیع لون اس کے حق میں فرشتہ ثابت ہوا۔لگتا تھا کہ مجاہدین کے اپنے سراغرسانی کے ذرائع تھے۔ورنہ وہ کس طرح وثوق سے اس کے بارے میں کہہ سکتے تھے۔انہیں غلط اور صحیح کی پہچان تھی۔ورنہ فوج کی اچانک آمد کی وجہ سے تمام انگلیاں اس کی طرف اٹھ سکتی تھیں۔سلومی بھی اس کو مجرم سمجھنے میں حق بجانب تھی۔لیکن بھلا ہو۔لون صاحب کا انہوں نے اس کا ساتھ دے کر ان شکوک کو رفع کرنے کی بھرپور کوشش کی۔وہ اس کے لئے لون صاحب کا احسان مند تھا۔ابھی وہ انہی خیالات میں غلطاں تھا کہ ایک بار پھر کسی نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا لیکن اس مرتبہ یہ سلومی کا ہاتھ نہیں تھا بلکہ سنگرام سنگھ کا کرخت اور بھاری بھرکم ہاتھ تھا۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اُس نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

یہی سوال میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔آپ میرا پیچھا کیوں کر رہے ہیں۔میں تو یہاں حضرت بل کی درگاہ میں موئے مبارک کی زیارت کو آیا ہوں۔لیکن آپ یہاں کیا تلاش کر رہے ہیں؟...... عاصم نے سوالیہ انداز میں کہا۔ہمیں آپ کے بارے میں اطلاعات ملی

marfat.com

تھیں کہ آپ درگاہ میں آنے کے بعد ایک لڑکی کے ساتھ ایک حویلی کی طرف گئے ہیں۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ لڑکی کون ہے؟ کیا وہ سلومی تھی...... سنگرام سنگھ نے سوال کیا۔

آپ کے مخبر کی اطلاع قطعی غلط ہے۔ میں سیدھا یہاں آیا ہوں۔ درگاہ کے علاوہ کہیں نہیں گیا۔ ایک غریب عورت نے مجھ سے مالی مدد کے لئے سوال کیا تھا۔ وہ بھوکی تھی۔ میں نے درگاہ سے باہر آ کر اسے چند روپے دیئے تاکہ وہ سامنے ہوٹل سے کھانا حاصل کر سکے۔ اس کے علاوہ میرا یہاں کون ہے جسے میں ملتا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے...... عاصم صاف مکر گیا۔

سنگرام سنگھ نے غضبناک نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

ابھی سارا مسئلہ ہو حل ہو جاتا ہے۔ ہم نے تمام علاقے کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ مجاہدین یہاں سے نہیں نکل سکتے۔ اگر ہمیں مطلوبہ حضرات مل گئے تو آپ کے ساز باز کی ساری قلعی کھل جائے گی۔ سنگرام سنگھ نے سیٹی بجائی۔ فوجیوں کا دستہ اپنی رائفلیں اٹھائے ایک طرف بھاگنے لگا۔ لوگ ان سے خوفزدہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ان میں بچوں عورتوں اور بوڑھوں کی تعداد زیادہ تھی۔ لیکن نوجوانوں کی بھاری تعداد ان فوجیوں کی ہیبت سے قطعی خوفزدہ نہیں تھی۔ یہ نوجوان حضرت بل کی درگاہ کے آگے فصیل بنا کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں ان فوجیوں پر اعتبار نہیں تھا۔ یہ لوگ پہلے بھی مجاہدین کے بہانے درگاہ حضرت بل کی بے حرمتی کر چکے تھے۔ اس لئے آج یہ لوگ مرنے مارنے پر تُل گئے کہ اگر فوجیوں نے درگاہ میں اپنے ناپاک قدم رکھے۔ تو وہ ان کی پیش قدمی روک دیں گے۔ خواہ اس کے لئے انہیں بھاری جانی قیمت ہی کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ انسپکٹر جنرل پولیس شرمانے انہیں مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کی۔ وہ انہیں یقین دلانے لگا کہ یہ فوجی مجاہدین کی تلاش میں یہاں آئے ہیں۔ ان کا کوئی غلط ارادہ نہیں۔ اس لئے وہ سیخ پا نہ ہوں۔ لیکن ان لوگوں کا غصہ دور نہ ہوا۔ وہ بھارتی فوجیوں کے خلاف نعرے لگانے لگے۔ فوجی ان کو چھیڑے بغیر آگے بڑھ گئے۔ وہ فوجی مخبر کے ساتھ اس حویلی میں پہنچے جہاں مجاہدین قیام پذیر تھے۔ حویلی کا مالک بلال احمد انہیں اندر لے گیا۔ فوجیوں نے تمام کمروں کی تلاشی

marfat.com

لی۔لیکن انہیں کوئی مجاہد نہ ملا۔ بلال احمد کی تمام فیملی اس کا باپ بیوی بچوں کے علاوہ وہاں کوئی نہ تھا۔فوجیوں نے ایک ایک فرد کو گھر سے باہر نکال دیا اور حویلی کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن اُن کو کچھ نہیں ملا۔ عاصم سنگرام سنگھ کے ساتھ یہ تمام کاروائی دیکھتا رہا۔ وہ حیران و پریشان نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔مجاہدین کسی کمرے میں نہیں تھے۔ ایسا لگتا تھا انہیں زمین کھا گئی ہو۔تمام کمرے سجے ہوئے تھے۔گھر کا سامان جوں کا توں موجود تھا۔ کہیں بھی مجاہدین کے بارے میں کوئی نشان یا سراغ نہیں تھا۔جس کمرے میں وہ سلومی اور شینخو بابا سے ملا تھا۔ وہاں بھی صوفے بچھے ہوئے تھے۔جلد بازی میں کوئی افراتفری کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔مجاہدین کی برق رفتار کاروائی پر وہ حیران و ششدر رہ گیا لیکن اس کے چہرے پر حزن و ملال کی پرچھائیں گہری ہوتی چلی گئی۔وہ سنگرام سنگھ سے مل کر باہر نکل آیا اور ٹیکسی لے کر نسیم باغ کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں ہاؤس بوٹ پانی میں اس کے دل کی طرح ہچکولے کھا رہی تھی۔اس کا آشیانہ لٹ چکا تھا۔بہار کی رُت آ کر غائب ہو چکی تھی۔ ہر طرف ویرانہ ہی ویرانہ نظر آتا تھا۔اگرچہ رنگ برنگے جنگلی پھول نہایت دلآویز نظر آتے تھے۔لیکن وہ کس کام کے تھے۔ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد وصل کی چند گھڑیاں اسے نصیب ہوئی تھیں۔لیکن یہ اتنی مختصر ثابت ہوں گی۔ انہی خیالات میں غلطاں وہ ہاؤس بوٹ میں بیٹھ کر سری نگر روانہ ہو گیا۔

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لئے
ٹوٹی ہیں بجلیاں ان کے لئے
کون ویرانے میں دیکھے گا بہار
پھول جنگل میں کھلے کن کے لئے
وصل کا دن اور اتنا مختصر
دن گنے جاتے تھے اس دن کے لئے

(امیر مینائی)

marfat.com

دنیا کے منصفو سلامتی کے ضامنو!

بھارتی فوج کی جارحیت اور دہشت گردی مقبوضہ کشمیر میں روز افزوں ہے۔ گذشتہ 15 سالوں میں ریاستی دہشت گردی کی بدترین کارروائیوں میں 87678 کشمیری شہید ہوئے۔کشمیر میڈیا سروس کے مطابق شہید ہونے والوں میں سے 6561 افراد کو دوران حراست شہید کیا گیا۔ اس عرصے کے دوران 9297 عفت مآب خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ ایک لاکھ 4 ہزار 3 سو 80 سے زائد مکانات اور دوکانیں جلا کر خاکستر کر دی گئیں۔ بھارتی فوج کی ریاستی دہشت گردی کی وجہ سے اس عرصے کے دوران 21826 خواتین بیوہ جبکہ 105210 بچے یتیم ہو چکے ہیں۔ اس وقت 7554 کشمیری بھارت اور مقبوضہ کشمیر کی مختلف جیلوں میں نظر بند ہیں۔ بھارتی فوجیوں نے سال 2003ء کے دوران 2828 افراد کو شہید کر دیا۔ جن میں سے ۴۹۲ افراد کو دورانِ حراست قتل کیا گیا۔ بھارتی فوجیوں نے اس عرصے کے دوران 460 مکانات اور دوکانات کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ ریاستی دہشت گردی کی کارروائیوں کے نتیجے میں ایک سال میں 651 عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ جبکہ 2169 سے زیادہ بچے یتیم ہو گئے۔ سال 2003ء میں 300 سے زائد عورتوں کی بے حرمتی کی گئی۔

آج شوپیاں میں بھارتی ظلم و استبداد کے خلاف سینکڑوں عورتیں مظاہرے کے لئے باہر نکل آئیں۔ سوپور سے بائیں جانب دریغم کا قصبہ ہے۔ صنوبر سے ڈھکے ہوئے پہاڑی سلسلے میں شوپیاں اور دیگر متعدد دیہات ہیں۔ اس کے آگے سکرو کا پرگنہ ہے۔ کیونکہ یہاں کریک ڈاؤن کے دوران بی ایس ایف کے فوجیوں نے علاقے میں انتہائی تشدد اور ریاستی جبر کا مظاہرہ کیا۔ علاقے کی خواتین کو ننگے پاؤں برف پر گھسیٹا گیا۔ ان کی بے حرمتی کی گئی۔ مردوں کو وحشیانہ طریقے سے مارا پیٹا گیا۔ اور 20 سے زائد نوجوانوں کو گرفتار کر کے فوجی کیمپ منتقل کر دیا گیا۔ جہاں انہیں برہنہ کر کے اُن پر بدترین تشدد کیا گیا۔ بربریت کا فسطائی طریقہ اپنا کر بی ایس ایف کے افسر نعلیں بجاتے تھے۔

marfat.com

آج بھی فوجی کیمپ میں ہر طرف قہقہے برپا کئے جا رہے تھے۔ اور شراب کے جام لنڈھائے جا رہے تھے۔ شوپیاں کے عوام میں اس بہیمانہ سلوک پر اشتعال پھیل گیا۔ عورتیں نقاب اوڑھے باہر نکل آئیں۔ اور فوجی کیمپ کی طرف بڑھنے لگیں۔ نوجوان عورتوں کے گرد حصار بنائے کھڑے تھے۔

عاصم بھی واقعہ کی رپورٹنگ کے لئے شوپیاں پہنچ چکا تھا۔ نقاب اوڑھے عورتوں کا جم غفیر بھارتی فوجیوں کے خلاف نعرے لگا رہا تھا۔ بھارتی فوجی عورتوں کا جوش وخروش دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ کہ کہیں ہنگامہ خطرناک رخ اختیار نہ کرے۔ فوجی کیمپ کے باہر عورتیں دھرنا دے کر بیٹھ گئیں اور نوجوانوں کو رہا کرنے کا مطالبہ کرنے لگیں۔ بعض جوشیلی عورتوں نے فوجیوں پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ بی ایس ایف کے بے غیرت فوجی یہ جسارت اور گستاخی کہاں برداشت کر سکتے تھے۔ انہوں نے خواتین کو منتشر کرنے کے لئے ہوائی فائرنگ کے علاوہ رائفلوں کے بٹ مار مار کر کئی عورتوں کو زخمی کر دیا۔ عورتیں مسلسل نعرے لگا رہی تھیں۔ عاصم ان عورتوں کے انبوہ کثیر کی طرف دیکھ کر ان کی جرأت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ ایسا مظاہرہ اس نے آج تک ہندوستان کے طول وعرض میں کہیں نہ دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں نقاب اوڑھے چہروں کے خدوخال دیکھنے میں لگی ہوئی تھیں۔ شاید اسے کہیں وہ نرگسی آنکھیں نظر آ جائیں۔ آخر اس کی آنکھیں ان نرگسی آنکھوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ یہ واقعتاً سلومی کی نشیلی آنکھیں تھیں جو اس وقت غضبناک شعلہ بار نظر آ رہی تھیں۔ کمانڈنگ آفیسر دلجیت سنگھ کیمپ کے قریب کھڑا یہ خونریز منظر دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ ایک نوجوان عنایت علی اس بربریت کو برداشت نہ کر سکا۔ اور احتجاج کرنے لگا۔ بھارتی ظالم فوجیوں نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ پھر زبردست لاٹھی چارج شروع ہو گیا۔ عورتیں اپنی جگہ جمی رہیں۔ بعض عورتوں نے فوجیوں سے دو بدو مقابلہ شروع کر دیا۔ عاصم نے دیکھا ایک فوجی سلومی کی طرف بڑھا اس سے پہلے کہ وہ اس پر حملہ آور ہوتا عاصم بھاگ کر ان کے درمیان آ گیا۔ فوجی کی بندوق کا بٹ اس کے سر پر لگا۔ اور وہ ادھ موا ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اس کے سر سے خون کا فوارہ ابل

marfat.com

پڑا۔عورتوں نے اس حملہ کے جواب میں فوجی پر جوابی حملہ کر کے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔سلومی نے عاصم کو گرتے دیکھا تو فوراً اس کی طرف بڑھی۔اُس نے اپنے سر سے سفید کسابہ اتارا۔اور اسے پھرتی سے عاصم کے زخمی ماتھے پر باندھ دیا۔دونو جوان سلومی کے اشارے پر آگے بڑھے۔انہوں نے عاصم کو اٹھایا۔اور ایک جانب تیزی سے نکل گئے۔ سلومی بھی نہایت تیزی سے ان کے برابر بھاگ چلی جارہی تھی۔آج دوسری مرتبہ عاصم نے اس کی خاطر اپنا خون بہایا تھا۔اس لئے وہ ہر صورت اس کی جان بچانا چاہتی تھی۔ اس کی نفرت محبت میں بدل چکی تھی۔ عاصم کا خون بہتا دیکھ کر اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔چاول کے کھیتوں کے درمیان پگڈنڈیوں سے گزرتے ہوئے یہ لوگ ایک بوسیدہ سے مکان میں چلے گئے۔مٹی گارے اور لکڑی کی دیواروں اور موٹے موٹے شہتیروں سے ڈھکے ہوئے مکان میں ڈاکٹر مظہر کا کلینک تھا۔ان کا کام مجاہدین کو علاج فراہم کرنا تھا۔وہ خود بھی سرتاپا ایک مجاہد تھے اور کشمیر کی آزادی اُن کا نصب العین تھا۔عاصم کو دیکھنے کے بعد ڈاکٹر نے عاصم کے سر سے کسابہ اتار کر اس کی مکمل مرہم پٹی کی۔ضروری انجکشن لگائے۔عاصم کچھ دیر بعد ہوش میں آ گیا۔اگرچہ اس کے جسم پر نقاہت طاری تھی لیکن اس کی نگاہیں سلومی کے چہرے پر پڑیں تو اس کے چہرے پر بشاشت ابھر آئی۔ عاصم نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ڈاکٹر نے اسے منع کر دیا۔آپ ابھی آرام کریں خون بہہ جانے کی وجہ سے نقاہت ہے لیکن خطرے کی کوئی بات نہیں۔ میں نے معائنہ کیا ہے کوئی فریکچر نہیں۔آپ جلد چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر مظہر کے پرائیویٹ کلینک میں عاصم دو دن رہے۔ضروری علاج معالجہ مناسب خوراک اور سلومی کی طرف سے مسلسل دیکھ بھال سے عاصم کے زخم جلد مندمل ہو گئے۔

آج وہ دونوں باہر نکل کر ایک پہاڑی ٹیلے پر صنوبر کے درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ گئے۔

آپ کی ناراضگی شاید اب ختم ہو گئی ہے۔شکوک کی جو دیوار ہمارے درمیان حائل تھی وہ دیوار بھی اب قائم نہیں رہی۔آپ کا کیا خیال ہے کیا میں اب بھی بی ایس ایف کا ایجنٹ ہوں...... عاصم نے سوال کیا۔

marfat.com

کسی کے دل میں جھانکنا مشکل ہے بہر حال مجھے اب آپ پر اعتماد ہے۔ آپ کشمیریوں کے لئے نیک جذبات رکھتے ہیں۔ ہندوستانی فورسز کے مظالم سے آپ اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں۔ مجھے امید ہے آپ دلجیت سنگھ اور سنگرام سنگھ کے دام تزویر میں اب نہیں آسکتے...... سلومی نے ہنستے ہوئے خیال ظاہر کیا۔

لگتا ہے آپ کا دل اس خاکسار کے بارے میں ابھی مکمل صاف نہیں ہوا۔ کچھ میل کچیل اب بھی آپ کے دل میں جمی ہوئی ہے...... عاصم نے متفکر لہجے میں کہا۔

آپ مایوسی کا شکار نہ ہوں۔ آہستہ آہستہ یہ میل بھی جلد اتر جائے گی...... سلومی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

سلومی! میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے جو میں تمہیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے آپ میرا مذاق نہیں اڑائیں گی...... عاصم نے سنجیدگی سے کہا۔

اگر آپ کا خواب رومانی ہوا تو ظاہر ہے میں سنجیدہ نہیں رہ سکتی۔ لیکن اگر خواب میں کوئی خاص بات ہوئی تو میری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں...... سلومی نے چہکتے ہوئے کہا۔

سلومی! میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک محفل میں بیٹھا ہوں۔ جس میں مقبول بٹ شہید عبدالغنی لون اور دیگر شہید موجود تھے۔ اللہ کے رسول نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے کشمیریوں کے لئے کام کرنے پر مبارکباد دی...... عاصم نے اپنی رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

میں آپ کو مبارکباد پیش کرتی ہوں بھارتی سامراج کے ظلم واستبداد کو بے نقاب کرنا اور کشمیریوں کے حق میں لکھنا واقعی ایک بہت بڑا قلمی جہاد ہے۔ یقیناً اللہ کے رسول آپ کے اس فعل سے خوش ہیں۔ خدا آپ کو استقامت دے تاکہ آپ اپنے مشن پر قائم ودئم رہیں۔ خواہ وہ کشمیری ہو یا غیر کشمیری یہ انسانیت کا فرض ہے کہ وہ اس ظلم و بربریت کے خلاف کشمیریوں کا ساتھ دے۔ ہم آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اپنے حقوق کی پاسداری کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں۔ یقیناً ہماری قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں

marfat.com

گی۔خدا اور اس کے رسول کی تائید و حمایت ہمارے ساتھ ہے۔

اس دوران ڈاکٹر اظہر گھبرائے ہوئے وہاں آئے۔انہوں نے آتے ہی کہا۔

سلومی! ابھی ابھی موبائل پر مجھے اطلاع ملی ہے کہ بھارتی فوج کا ایک دستہ کلینک پر چھاپہ مارنے آرہا ہے۔آپ فوراً میرے ساتھ آئیں۔ہمیں یہاں سے فوری نکل جانا ہے۔

سلومی نے مڑ کر عاصم کی طرف دیکھا۔عاصم کا چہرہ ایک بار پھر زرد پتوں کی طرح نظر آرہا تھا۔

لگتا ہے عاصم صاحب! مجاہدین کی سراغرسانی اتنی نہیں ہو رہی جتنی بی ایس ایف فورس آپ کی نگرانی کر رہی ہے۔آپ سے تو اب ڈر لگنے لگا ہے۔برائے مہربانی آپ ہم سے دور رہا کریں...... سلومی نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔ہمارے درمیان فاصلے ہی ہمارے مفاد میں ہیں۔اچھا اب جلدی کرو۔ڈاکٹر صاحب کے ساتھ جلدی سے نکل جاؤ۔میں یہاں آپ سے ہرگز نہیں پوچھوں گا۔کہ آپ کہاں جارہی ہیں؟...... عاصم نے نہایت افسردگی کے عالم میں کہا۔

ڈاکٹر اظہر اور سلومی فوری طور پر گھوڑوں پر سوار ہو کر چاولوں کے کھیتوں سے ہوتے ہوئے دور نکل گئے۔وہ کس طرف جارہے تھے۔عاصم کو کچھ معلوم نہیں تھا۔وہ خود بھی بوجھل قدموں کے ساتھ شوپیاں کی طرف روانہ ہوا۔کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر لڑکھڑاتے ہوئے جیسے ایک بیمار آدمی نقاہت کی وجہ سے چلنے سے قاصر ہو۔

ابھی اس نے بمشکل ایک دو فرلانگ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ اس کے سامنے سنگرام سنگھ اپنے فوجیوں کے ساتھ مونچھوں کو بل دیتے ہوئے خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا نظر آیا۔

مسٹر عاصم! آپ کی سرگرمیاں اس قدر زیادہ مشکوک ہوگئی ہیں کہ اب آپ کی سرگرمیوں سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔اس لئے کمانڈنگ آفیسر دلجیت سنگھ نے حکم دیا ہے کہ آپ کو گرفتار کرلیا جائے۔

آپ زیادتی کر رہے ہیں۔سنگرام سنگھ! ہندوستانی پریس میں یہ خبر جائے گی تو آپ نہیں

marfat.com

جانتے کہ کہرام برپا ہو جائے گا۔..... عاصم نے تنبیہ کی۔

سنگرام سنگھ نے زوردار قہقہے لگایا۔

عاصم صاحب! آپ بہت بھولے ہیں۔ نجانے آپ کس دنیا میں رہتے ہیں۔ آپ کی گرفتاری کی خبر پریس میں کیسے جائے گی۔ جبکہ ہم آپ کو اس کا موقع ہی نہیں دیں گے اور نہ ہی کسی کو اس کی خبر ہوگی۔ ہاں اگر آپ کہیں تو یہ خبر ضرور عام کر دی جائے گی کہ آپ مجاہدین کے ہاتھوں سورگباش ہو چکے ہیں...... سنگرام سنگھ نے بھیانک ہنسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

اس کے کھلے ہوئے جبڑے میں دانت کسی انسانی خون پینے والے ڈریکولا کی طرح خوفناک دکھائی دیتے تھے۔

سنگرام سنگھ کے حکم پر عاصم کو ہتھکڑیاں پہنا کر پولیس وین میں بند کر دیا گیا۔ ڈاکٹر اظہر کے کلینک سے فوجیوں کو کچھ نہیں ملا سب عملہ روپوش ہو چکا تھا۔ سنگرام سنگھ طیش میں دیوانہ ہو گیا۔ عاصم کو چوگام فوجی کیمپ میں منتقل کر دو۔ وہیں اس کی مزاج پرسی کی جائے گی ...... سنگرام سنگھ نے گرجتے ہوئے اپنے فوجیوں کو حکم دیا۔

آپ مجھے چوگام کیمپ میں بند کریں یا بلوال جیل میں ایک دن آپ کے فسطائی ہتھکنڈے بے نقاب ہو کر رہیں گے۔ میری گرفتاری تمہیں بہت مہنگی پڑے گی سنگرام سنگھ .... عاصم نے چیختے ہوئے کہا۔

لیکن اس کی آواز سنی ان سنی کر دی گئی بربریت کے اس جنگل میں کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ ہر طرف خونخوار بھیڑیئے دھاڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں بھی لوگوں کی زندگیاں اجیرن بنا دی گئی ہیں۔ سات لاکھ بھارتی فوجی ان کا خون چوس رہے ہیں۔ لیکن نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیمیں اور امن و آشتی کے دعویدار اس طرح خاموش ہیں جیسے مسلمانوں کے خون کی کوئی قیمت نہیں۔ جتنا چاہو بہاؤ۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ دنیا میں یہی قانون رائج ہے۔ کشمیریوں کی دلدوز چیخیں بھی پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی کشمیر کی وادی میں گم ہو کر رہ گئی ہیں۔

marfat.com

دنیا کے منصفو! سلامتی کے ضامنو
کشمیر کی جلتی وادی میں بہتے ہوئے خون کا شور سنو

ماں کے سامنے تڑپ تڑپ کر بیٹا مرا
بھائی کے سامنے تار تار بہنوں کی ردا

ہے خون میں تر پتا پتا بوٹا بوٹا
اب کشمیر کا ذرہ ذرہ بول پڑا

آزادی کی صدا دیکھو! یہ دھرتی کی وفا دیکھو
دنیا کے منصفو! سلامتی کے ضامنو!

(جاوید احمد)

marfat.com

قہر کی تصویر

جموں کے تعذیب کدے یعنی کوٹ بلوال جیل میں عاصم کو آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ اسکے خلاف کوئی فرد جرم عائد نہیں کی گئی تھی۔ اس لئے اسے ٹاڈا کورٹ کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ اگر یہ لوگ چاہتے تو عاصم پر پوٹا کے کالے قانون یا ٹاڈا ایکٹ کے تحت مقدمہ چلایا جاتا۔ لیکن عاصم کا کیس بھی کشمیری نوجوانوں اور مجاہدین کی طرح مختلف نہیں تھا۔ جنہیں جیلوں میں ایذا رسانی کے لئے بند کر دیا جاتا۔ اور پھر مختلف جعلی مقابلوں میں انہیں ہلاک کر دیا جاتا۔

کوٹ بلوال جیل میں حالات اس قدر بھیانک تھے کہ عاصم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کشمیری نوجوانوں کو اگروادی قرار دے کر حشرات الارض کی طرح اس جیل میں بند کر دیا جاتا۔ عاصم کو بھی بڑے گیٹ کے ایک چھوٹے گیٹ سے گذار کر لاک اپ میں دھکا دے دیا گیا۔ یہ بیرک نمبر 13 تھی۔ اس تعذیب کدے میں سینکڑوں مجاہدین مسلسل صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ وہاں بنیادی سہولتیں بالکل عنقا تھیں۔ جیل کیا تھی۔ اس کی حالت مویشیوں کے باڑے سے بھی زیادہ بدتر تھی۔ تقریباً 600 افراد کو جانوروں کی طرح اس باڑے میں ہانک دیا گیا تھا۔ جیل ایک لحاظ سے ٹارچر سیل تھا۔ جیل میں نظر بند نہتے اور بے دست و پا لوگوں کو گولیوں سے بھون دیا جاتا۔ ان پر کونسا ظلم تھا جو روانہ رکھا جاتا۔ لیکن مجاہدین ان عقوبت خانوں میں بھی شمع آزادی روشن کئے ہوئے تھے۔ اس قیامت صغریٰ میں ظلم و جبر کی ہر صعوبت وہ مردانہ وار برداشت کرتے لیکن اُف نہیں کرتے تھے۔ ایس پی بچن سنگھ کی تند و تیز آوازیں ہر وقت جیل میں گونجتی رہتیں۔

اس اگروادی کی ایسی کی تیسی! اس کی ٹانگیں توڑ ڈالو۔ جانتا نہیں میں کون ہوں؟ مجھے ایس پی بچن سنگھ کہتے ہیں۔ بڑے بڑے سورما اور شیطان مجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔

بے دست و پا اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے مجاہدین پر ہندو محافظ وہ ظلم ڈھاتے کہ

marfat.com

آسمان بھی کانپ اٹھتا۔مکوں اور ٹھڈوں کی یلغار سے محافظ ہانپنے لگتے تو بچن سنگھ خود ٹانگوں اور ٹھڈوں سے طبع آزمائی کرتا اور قیدیوں کو نیم مردہ حالت میں پہنچا کر ہی دم لیتا۔

بچن سنگھ عاصم کو اپنے کارنامے خاص طور پر دکھاتا۔

ارے جرنلسٹ بھائی! ہمیں سنگرام سنگھ کی خاص ہدایت ہے کہ جیل کے خوفناک منظر تمہیں دکھاؤں تاکہ تمہاری طبیعت صاف ہو جائے...... بچن سنگھ نے خوفناک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

آپ کی خاص عنایت ہے کہ خادم کو یہ خوفناک منظر آپ دکھا رہے ہیں۔ورنہ شاید مجھے کبھی اس بربریت اور ظلم واستبداد کی کاروائیوں کے بارے میں پتہ نہ چلتا۔میں یہاں کے قانون شکنوں اور بھارت کے خلاف پاکستان سے آنے والے دہشت گردوں کی کاروائیوں کے بارے میں سن کر کشمیر آیا تھا۔مجھے سوفیصدی یقین تھا کہ وادی کے لوگ معصوم اور بے ضرر ہیں اور وہ ان ہنگاموں کے ذمہ دار نہیں۔صرف پاکستانی گھس بیٹھئے اور وہاں کے دہشت گرد ہی ریاست کے امن وامان کو درہم برہم کئے ہوئے ہیں...... عاصم نے جواب دیا۔

تو آپ کو اب اس بات کا یقین آیا کہ پاکستان ہی اس فساد اور بغاوت کا ذمہ دار ہے۔ بچن سنگھ نے سوال کیا۔

نہیں! اب مجھے اس حقیقت کا علم ہوا ہے کہ بلوال جیل اور تالاب تلو جموں کی جیلوں کے علاوہ جتنی جیلیں ہیں وہ ٹارچر سیل بنی ہوئی ہیں اور یہاں محب الوطن نوجوانوں کو ایذا رسانیوں سے باغی بنایا جاتا ہے...... عاصم نے بیبا کی سے جواب دیا۔

آپ اخبار نویس نرے پاگل ہیں۔اور بیوقوفی کی باتیں کرتے ہیں۔میں مانتا ہوں تم پہلے بھی حقیقت سے واقف تھے۔یہاں بھارت کی 7 لاکھ فوج کوئی مکھیاں تو نہیں مارنے کے لئے بیٹھی ہے۔اگر یہاں امن ہوتا تو اتنی فوج ریاست میں بٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ارے مورکھ! یہاں فوج کو کشمیریوں کی بغاوت کا سامنا ہے۔یہاں کا بچہ بچہ سالا

marfat.com

نوجوان، سالا عورت اور مرد سب بھارت سے آزادی مانگتا ہے اگر بھارتی فوج ان کی مشکیں نہ کستی اور ہم لوگ ان کا مزاج درست نہ کریں تو یہ بغاوت نجانے کیا رنگ لاتی۔ ہم نے تو سالوں کو اس قابل بھی نہیں چھوڑا کہ وہ اپنی ناپاک سازش میں کامیاب ہو سکیں .... بچن سنگھ نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

آپ لوگ ناداں ہیں! آپ سمجھتے ہیں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں لیکن کب تک یہ خون کی ہولی کا کھیل جاری رہے گا۔ بڑی بڑی طاقتیں عوامی بغاوت کا مقابلہ نہیں کر پاتیں۔ ایک نہ ایک دن آپ لوگ اس بغاوت کے شعلوں میں جل کر خاک ہو جائیں گے...... عاصم نے جذباتی انداز میں کہا۔

تمہارے منہ میں خاک! نجانے تم بھارتی صحافی ہو کر کیسی باتیں کرتے ہو۔ لگتا ہے تمہارا مسلم خون بول رہا ہے۔ ورنہ اگر تم ہندوستانی بن کر سوچو! تو کشمیر کی علیحدگی ہمارے ہندوستان کو کمزور بنا دے گی۔ ایک ریاست آزاد نہیں ہوگی بلکہ ہر طرف باغی ریاستیں آزادی کے نعرے لگائیں گی۔ بھلا ہندوستان ان بغاوتوں کی اجازت دے سکتا ہے۔ اس لئے ہم لوگ ٹھیک کر رہے ہیں۔ فسادیوں کا سر ہی کچل دیتے ہیں۔ نہ رہے بانس نہ بجے گی بانسری....... بچن سنگھ نے رعونت سے کہا۔

میرے بارے میں آپ کو کیا احکامات ملے ہیں؟ مجھے کب تک یہاں رکھا جائے گا....... عاصم نے سوال کیا۔

سنا ہے آپ کشمیر کا روڈ میپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہاں کی سرحدوں پہ کیا ہو رہا ہے۔ یہاں کے شہروں، تحصیلوں اور قصبوں میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ روڈ میپ دکھانے کے لئے شاید آپ کو اس جیل میں بھیجا گیا ہے۔ اور ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کو ان ٹارچر سیلوں اور جیلوں میں کشمیر کے روڈ میپ کی زیارت کرائی جائے۔ حتیٰ کہ آپ کا جی بھر جائے اور آپ کہنے لگیں کہ اب مجھ میں مزید دیکھنے کی تاب باقی نہیں....... بچن سنگھ شیطان کی طرح قہقہے لگانے لگا۔

شکریہ! جیلوں کے حالات اور ٹارچر سیلوں میں آپ کی کاروائیاں دیکھ کر واقعی میری

marfat.com

آنکھوں کو بھی سکون مل رہا ہے اور بہت جلد میں آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ مجھے رہائی بخشیں اور مجھے اس عذاب سے نجات دلائیں تاکہ میں آزاد دنیا کو آپ کے کرتوت دکھا سکوں...... عاصم نے سنجیدگی سے کہا۔

اس پر بچن سنگھ مغلظات بکنے لگا۔

تمہارا دماغ پھر گیا ہے۔ میرا بس چلے تو تمہیں ایسا مزہ چکھاؤں کہ تمیں تمہاری نانی یاد آ جائے لیکن مجھے ابھی اس کی اجازت نہیں۔ ورنہ تمہارے جیسوں کو میں منٹوں میں ٹھیک کر سکتا ہوں...... بچن سنگھ نے کرخت لہجے میں کہا۔

عاصم کو جموں کی اہم جیلوں کی یاترا کرائی گئی۔ تالاب تلو۔ سنٹرل جیل جموں، ڈسٹرکٹ جیل راجوری اور ڈسٹرکٹ جیل ریاسی سب جیلوں میں ایک صفت مشترک تھی۔ یہ جیلیں ٹارچر سیل بنی ہوئی تھیں۔ معصوم کشمیریوں پر نت نئے مظالم ڈھائے جا رہے تھے۔ معصوم کشمیریوں کو اغوا کر کے ان کے سر کاٹ کر درختوں پر لٹکا کر خوف اور دہشت پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ شوپیاں میں امام صاحب کے مقام پر مقامی سکول کے اسلامیات کے استاد مشتاق احمد میر کا سر ناگ بل گاؤں میں ایک درخت پر لٹکا دیا گیا۔ ایک اور استاد بشیر احمد بشیر گنائی کے ساتھ ہی یہی سلوک کیا گیا۔ دو بھائیوں کو کولگام کے علاقے محمد پورہ سے اغوا کر کے ان میں سے ایک بھائی الطاف احمد کا سر ایک درخت پر لٹکایا گیا۔ اس کے علاوہ ان گنت لوگوں کو حب الوطنی کی یہی سزا ملی۔ جیلوں کے ٹارچر سیلوں میں بے پناہ تشدد اور بے رحم ٹارچر کے مظاہرات عاصم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ معصوم لوگوں کا قتل عام، عورتوں کی بے حرمتی، بے دردی کے علاوہ عقوبت خانوں میں کیا کچھ عاصم کو دیکھنے کو نہیں ملا۔

1- جیلوں میں پاؤں دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ کشمیریوں کو پابند سلاسل کر کے ان کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا۔ انسانی حقوق کو بے دردی سے پامال کیا جا رہا تھا۔ لیکن کسی عالمی تنظیم یا ایجنسی کو اس صورت حال میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

2- کئی مجاہدین بھوک کے ہاتھوں ان گمنام جیلوں میں ہلاک کر دیئے گئے۔ ان

marfat.com

کے منہ میں لکڑی کا گلہ دینے کے بعد ٹکٹکی پر باندھ کر کوڑے لگائے جاتے۔اس بے رحم بیدزنی کے بعد مجاہدین جیل ہی میں مر جاتے۔زخمی مجاہدین کا علاج کرنے کی بجائے ان کے زخموں پر مرچیں چھڑک دی جاتیں۔

3- مجاہدین کو دمدمے اور خندقیں کھودنے پر مجبور کیا جاتا۔ان سے بارودی سرنگیں بچھانے کا کام لیا جاتا۔جس کی وجہ سے ہزاروں شہری اور راہگذر موت کا شکار ہو جاتے۔

4- مجاہدین قیدیوں کو گھنٹوں برہنہ حالت میں برف کی سلوں پر کھڑا کر دیا جاتا۔ انہیں چھتوں کے پنکھوں پر الٹا لٹکا کر پنکھا چلا دیا جاتا۔ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں کو اکھاڑ دیا جاتا۔ان کی پسلیوں پر بیدزنی کر کے ان کے گردے ناکارہ بنائے جاتے۔مجاہدین کے اعضا نکال کر ہندوستان کے ہسپتالوں کی نذر کیے جاتے۔حتیٰ کہ ان کا خون نچوڑ کر اپنے فوجیوں کی جانیں بچائی جاتیں۔

5- جیل کے قیدیوں کو پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے باسی روٹی اور باسی مچھلی دی جاتی۔عموماً 24 گھنٹے انہیں بھوکا پیاسا رکھا جاتا۔انہیں سخت سردی میں بوسیدہ اور پھٹے ہوئے کمبل دیئے جاتے جن پر بے شمار کھٹمل اور پسو بسیرا کیے ہوئے ہوتے۔مجاہدین کے جسموں پر کھٹمل جونک کی طرح لپٹ کر ان کا خون چوستے۔بارکوں کی چھتوں سے ہر وقت پانی ٹپکتا رہتا جس سے ان کی حالت زار اور زیادہ خراب ہو جاتی لیکن ان کی دادرسائی کے لئے کوئی نہ تھا۔

عاصم یہ روح فرسا مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لرز اٹھا تھا۔ ہندوستانی فوج ایسے گھناؤنے جرائم میں ملوث تھی۔وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن اب تو اس کو کسی ثبوت یا شہادت کی ضرورت نہیں تھی۔دنیا کی سب سے بڑی جمہوری حکومت کی اصل اور بھیانک تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔سیکولرازم کے دعوے داروں کی قلعی کھل چکی تھی۔مذہبی جنون میں جو آگ ان ستم پیشہ فرعونوں نے بھڑکا رکھی تھی۔اس میں انسانیت جل کر خاکستر ہو رہی تھی۔

عاصم نے ایک رہا ہونے والے قیدی کے ہاتھ ایک خط اپنے ہیڈ آفس کو لکھا تھا۔ جو

marfat.com

ہندوستان اخباروں میں شائع ہونے کے بعد صحافی برادری سراپا احتجاج بن چکی تھی۔
چنانچہ کمانڈنگ آفیسر دلجیت سنگھ کے حکم پر آخرکار عاصم کو رہا کر دیا گیا۔
جیل میں عاصم نے رہائی کے لئے پنج پیر پر نیاز کی منت مانگی تھی۔ جونہی اسے رہائی ملی عاصم نے پنج پیر کی یاترا کا عزم کیا۔ اس کے ایک قیدی دوست بشیر لودھی جو رگھوناتھ بازار کا بزنس مین تھا اس نے عاصم کو اپنے گھر ٹھہرایا۔ اس کی خوب خاطر مدارت ہوئی۔ اسے ایک اونی فرن اور پشمینے کی گرم چادر تحفے میں دی۔ پانچ ہزار کے نوٹ اس کی خدمت میں پیش کئے۔ جسے لینے سے اگرچہ عاصم نے انکار کیا لیکن بشیر لودھی نے یہ نوٹ اس کی جیب میں ٹھونس دیئے۔
تم ہمارے مخلص دوست ہو۔ تمہاری خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔ ویسے بھی ہم جیل کے سنگی ہیں۔ یہ آفر قبول نہ کر کے میری دل شکنی نہ کرو....... بشیر لودھی نے محبت سے کہا۔
چنانچہ بسیار ردوکد کے بعد عاصم سے انکار نہ ہو سکا۔ روانگی سے قبل بشیر لودھی نے ایک دہکتی ہوئی کانگڑی اسے تھما دی بس روانہ ہوئی۔ رام نگر سے گزرتے ہوئے اس نے مہاراجہ اور مہارانی کے محلات دیکھے جوان کی سطوت کی داستان بیان کر رہے تھے۔ رام نگر سے آگے درختوں کے جھنڈوں کے درمیان پنج پیر کی کہنہ اور بوسیدہ قبریں اسے نظر آئیں۔ یہ سری نگر بانہال روڈ سے کچھ دور دامن کوہ میں درختوں کے جھرمٹ میں واقع ہیں۔ جنگلی بھیری، پھلائی، انار کے درخت اور املتاس کے پیلے پھول ہر طرف دعوت نظارہ دیتے ہیں۔ بھیکر کی جھاڑیوں میں سفید میٹھے رس بھرے پھولوں کے ساتھ ساتھ جنگلی انار کے سرخ پھولوں کی بہتات آگ اور پانی کا امتزاج دکھائی دیتا تھا۔
بڑی قبر پیر پنجال کے نام سے منسوب ہے جس کی برکتوں سے وادی کا بچہ بچہ آگاہ ہے۔ عاصم بانہال روڈ سے اتر کر اس قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اور بھی کئی یاتری اور عقیدت مند کلمہ شریف پڑھتے روانہ ہوئے۔ دریائے توی ان سنگلاخ چٹانوں کے نیچے شور مچاتا ہوا رواں دواں تھا اور اوپر مہاراجہ کا فلک بوس محل ایستادہ تھا۔
پنج پیر کے مزار پر ہر طرف بتاشے، بھنے ہوئے چنے اور پیسے بکھرے پڑے تھے۔ لوگوں کا

marfat.com

اژدہام اس مزار کی اہمیت کے پیش نظر اس مزار پر امنڈا چلا آتا۔ پنج پیر پانچ ولیوں یا ابدال کی آماجگاہ تھی جو شاید اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے یہیں کے ہو رہے۔ اور یہیں ان کے مدفن بنے۔ عاصم نے قبروں پر فاتحہ پڑھی۔ نذرانہ دیا۔ مزار پر پرندوں کی ڈاریں منڈلا رہی تھیں۔ جیسے وہ بھی پنج پیر کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوں۔ ہر طرف سکوت طاری تھا۔ خاموش بہتے ہوئے آنسوؤں سے عاصم نے پنج پیر کو ہدیہ سلام پیش کیا۔ چادر متولی کے حوالے کی۔ جنہوں نے ہاتھ اٹھا کر عاصم کو دعا دی۔ پیر پنجال وادی کے مشرق اور جنوب کی سمت پھیلا ہوا ہے۔ اس کے باہر کی جانب سطح مرتفع کے کم بلند پہاڑ واقع ہیں جن کے پیچھے پنجاب کے میدان ہیں۔ وادی کشمیر کی حفاظت کے لئے پیر پنجال ایک قوس نما دیوار ہے۔ اس کی بلندی 12 ہزار سے چودہ ہزار مربع فٹ سے کم نہیں۔

کشمیر کے روڈ میپ میں پنج پیر کی اہمیت سے آپ واقف ہیں....... کسی نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔

عاصم نے مڑ کر دیکھا تو نقاب اوڑھے سلومی اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

آپ نے کیا دعا مانگی ہے؟ سلومی نے ہنستے ہوئے کہا۔

قید سے رہائی کے لئے منت مانگی تھی اس سلسلے میں پنج پیر حاضر ہوا تھا....... عاصم نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔

کیا کوئی اور دعا بھی مانگی تھی....... سلومی نے معنی خیز نظروں سے سوال کیا۔

شاید میں کوئی اور دعا بھی مانگتا۔ لیکن دعا میرے مرتعش ہونٹوں پر آ کر رہ گئی۔ لیکن تعبیر اب سامنے کھڑی ہے۔ قدرت کے اس مظہر پر میری عقل و بصیرت دنگ رہ گئی ہے....... عاصم نے عقیدت سے سرشار لہجے میں جواب دیا۔

تمام کشمیری پیر پنجال سے اپنی عافیت کی دعائیں مانگتے ہیں ان کا قہر اور ان کا جوش رحمت ہماری خوشیوں اور غموں کا موجب ہے۔ کبھی یہاں سے چلنے والی ہوائیں ہمارے حوصلے بڑھاتی ہیں اور دشمنوں کو تہ تیغ کر دیتی ہیں۔ آج بھی پیر پنجال ہمارے لئے ڈھال بنا ہوا

marfat.com

ہے اور دشمن اس کے غیض و غضب کا شکار مارے مارے پھر رہے ہیں۔ انہیں پیر پنجال کے پہاڑوں میں کہیں سکون حاصل نہیں۔ کشمیری مجاہدین پیر پنجال کے سلسلہ ہائے کوہ میں پناہ لئے ہوئے ہیں اور دشمنوں پر کاری ضربیں لگاتے رہتے ہیں...... سلومی نے پیر پنجال کی اہمیت بیان کی۔

دونوں دوبارہ سری نگر جانے کے لئے بانہال روڈ کی طرف چل دیئے۔

آپ کو ہم لوگوں کی خاطر جیل کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ شیخو بابا کا خیال تھا کہ آپ ہندوستان واپس چلے گئے ہیں۔ لیکن میرا خیال تھا کہ آپ فوج کی تحویل میں ہیں اور میرا اندازہ درست نکلا...... سلومی نے نہایت وثوق سے کہا۔

آپ کے اندازے اور قیافے ہمیشہ صحیح نکلتے ہیں۔ اب بتایئے کہ کیا یہاں میرا تعاقب جاری ہے یا نہیں۔ کہیں آپ پھر مشکل میں نہ پڑ جائیں...... عاصم نے ہنستے ہوئے کہا۔

میرا خیال ہے آپ ان کی نظریں بچا کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ویسے بھی یہاں سنگرام سنگھ نہیں ہے جس نے آپ کے پیچھے جاسوس لگائے ہوئے تھے۔ وہ تو سوچتا ہوگا کہ آپ جیل میں مرکھپ گئے ہوں گے...... سلومی نے خیال ظاہر کیا۔

کہیں آپ دھوکے ہی میں نہ ماری جائیں۔ بی ایس ایف والوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ سنگرام سنگھ شیطان ہے اسے ہر پل کی خبر رہتی ہے جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے جیلوں میں دیکھا ہے اب ان موذی لوگوں پر میرا اوشواش ہی جاتا رہا ہے...... عاصم نے نہایت پژمردہ لہجے میں کہا۔

بس میں سوار ہونے سے قبل آپ اپنا حلیہ تبدیل کر لیں تاکہ آپ کا اور میرا سفر آسان رہے...... سلومی نے کہا۔

مجھ سے زیادہ آپ کو اپنی فکر ہے۔ اب تو میری وجہ سے آپ کی پہچان کرنا بی ایس ایف کے سنگرام سنگھ کے لئے نہایت سہل ہوتا ہے۔ نجانے کیوں؟...... عاصم نے سوالیہ نظروں سے سلومی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

marfat.com

شاید اُن کو علم ہے کہ آپ میرے تعاقب میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اگر کوئی لڑکی ان کو آپ کے ساتھ نظر آتی ہے تو ان کو پہچاننے میں دقت نہیں ہوتی...... سلومی نے جواب دیا۔

آپ تو کافی سمجھ دار ہو گئی ہیں۔ میرے دل کا حال تو آپ جانتی ہیں لیکن اپنے دل کا حال آپ کب منکشف کریں گی؟ ایک بات بتائیں۔ کیا آپ کی نگاہیں مجھے تلاش نہیں کرتیں؟ کیا آپ کے دل میں میری محبت انگڑائیاں نہیں لیتی؟ کیا آپ کی میری وجہ سے پہچان نہیں ہو سکتی؟ کسی دن ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی وجہ سے میں پکڑا جاؤں...... عاصم نے سنجیدگی سے کہا۔

نہیں! ایسا ممکن نہیں۔ میرے ساتھ ہر وقت مجاہدین ہم رقاب ہوتے ہیں۔ آپ تو کبھی کبھار انجانے راستوں میں مل جاتے ہیں۔ اس لئے اگر کبھی بی ایس ایف انٹیلی جنس کی نظر مجھ پر پڑ بھی جائے تو انہیں میرے ساتھ مجاہدین کی موجودگی کا تو گمان ہو گا۔ لیکن آپ کا خیال ان کے دل میں نہیں آ سکتا...... سلومی نے جواب دیا۔

اس کا مطلب ہے کہ ابھی میری شہرت اور اہمیت اتنی زیادہ نہیں لیکن ایک دن آئے گا۔ جب یہ لوگ بھوکے بھیڑیے کی طرح میری تلاش میں نکلیں گے۔ میں مانتا ہوں کہ تمہاری اہمیت مجاہدین کے لشکر کی وجہ سے ہے۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں بھی مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو جاؤں اور تمہاری طرح نام پیدا کروں...... عاصم نے گردن اٹھا کر کہا۔

کیا تم سچ کہتے ہو عاصم؟ سلومی نے حیرت سے کہا۔

اگر تم خدائے واحد پر ایمان رکھتی ہو تو یقین کر لو۔ میں حرف بہ حرف سچ کہہ رہا ہوں۔ میں مجاہدین کے روڈ میپ پر چل نکلا ہوں۔ اب اس راستے سے مجھے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ کشمیریوں کے نصب العین کی صداقت پر مجھے یقین ہو گیا ہے جس کٹھن راستے پر وہ چل رہے ہیں۔ میں ان کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔ آزادی کی تحریک میں ان کے ساتھ اپنا لہو بہانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہ حق پر ہیں میں ظالم کا ساتھ نہیں دے سکتا...... عاصم نے اپنی مٹھی

marfat.com

بھینچتے ہوئے کہا۔

دور کہیں بانہال روڈ پر دھماکے کی زوردار آواز سنائی دی۔ بارودی سرنگ کے پھٹنے سے فوجیوں کی گاڑی کے ٹکڑے ہوا میں تحلیل ہو گئے۔ پیر پنجال کے پہاڑ مجاہدین کے نعروں سے گونج اٹھے جو دشمن پر قہر کی بجلی بن کر ٹوٹ پڑے تھے۔

جب اٹھے تو قہر کی تصویر بن جائیں گے ہم
حیدر کرار کی شمشیر بن جائیں گے ہم
ظلمتوں میں مژدۂ تنویر بن جائیں گے ہم
ایک ایسی قوتِ تسخیر بن جائیں گے ہم
جس کی ضربت سے رعونت کو کچل ڈالیں گے ہم
گردش حالات کے رخ کو بدل ڈالیں گے ہم

(مقصود جعفری)

marfat.com

غنچۂ شوق لگا ہے کھلنے

بانہال روڈ پر دھماکوں اور فوجی کانوائے پر حملوں کی وجہ سے فوجی دستے تیزی سے موقع واردات کی طرف بڑھ رہے تھے اور انہوں نے گردونواح کے علاقوں کا گھیراؤ کرنا شروع کر دیا تھا۔ فضا میں فوجی ہیلی کاپٹر پروازیں کرنے لگے۔ معاملہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے زائرین تیزی سے پیر پنجال کی زیارت سے بھاگنا شروع ہو گئے۔ اگرچہ عاصم کو کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ اُس نے سلومی کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کی رفاقت سے سلومی کو خطرات پیش آ سکتے تھے۔ اس لئے اُس نے سلومی کی ہدایت پر سادھوؤں کا بہروپ بھرنے کی حامی بھر لی تھی۔ دونوں نے زیارت گاہ کے متولی مبارک شاہ کی خدمات حاصل کیں۔ زیارت گاہ کا متولی مجاہدین کو ہر وقت اور ہر قسم کی مدد کے لئے تیار رہتا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کا مجاہدین سے خفیہ تعلق تھا تو بیجا نہ ہوگا۔ مبارک شاہ نے درویشوں کے لبادے اور اُس سے متعلقہ ساز و سامان ان کو فراہم کر دیا۔ عاصم نے ایک لمبا چوغہ زیب تن کیا۔ دھوتی پہنی۔ کمبل کندھوں پر سرکایا۔ ایک طرف بھاری بھرکم چرمی تھیلا لٹکایا۔ آنکھوں پر دبیز موٹے شیشوں کی عینک فِٹ کی۔ گلے میں کنٹھ اور ہاتھوں میں پیتل کے کنگن چھن چھن کرتے اس کی درویشی کا اعلان کرنے لگے۔ ایک ہاتھ میں ایک بہت بڑا چمٹا جو بجانے کے کام آتا تھا۔ علاوہ ازیں دوسرے ہاتھ میں ایک کاسہ جو خیرات مانگنے کے کام آتا ہے۔ عاصم کے ساز و سامان میں شامل تھا۔ میک اپ کا سارا کمال سلومی نے دکھایا۔ عاصم بالکل پہچانا نہیں جاتا تھا۔ فاطمہ نے گھاگھرا پہن لیا۔ کرتی زیب تن کی۔ سر پر اونی چادر اوڑھ لی۔ چہرے کانوں اور ناک پر چاندی کے زیورات جھلمل کرتے نظر آ رہے تھے۔ سوزن کاری کی ٹوپی کے نیچے بالوں کی گندھی ہوئی ڈوریاں لٹک رہی تھیں۔ چہرے پر میلاہٹ پیدا کرنے کے لئے دونوں نے کالک ملی۔ دونوں حقیقی ملنگ اور ملنگنی دکھائی دینے لگے۔ ابھی ان کو چیک اپ کئے تھوڑا وقت نہیں گزرا تھا کہ فوجی زیارت گاہ پہنچ گئے۔ زیارت پر لوگ کافی تعداد میں دور دراز سے

marfat.com

آئے ہوئے تھے اُن سے پوچھ پڑتال شروع ہوگئی۔ عاصم اور سلومی فوجیوں کی موجودگی سے بے پرواہ ہو کر جھومتے ہوئے اللہ ہو کا ورد کر رہے تھے۔ وہ فقیرانہ حال میں مست تھے۔ اس لئے انہیں کسی نے نہیں چھیڑا۔ لوگوں سے سوال و جواب کرنے کے بعد انہیں جانے کی اجازت مل گئی۔ آپ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ بانہال روڈ تک آپ کو فوج کی نگرانی میں لے جایا جائے گا تاکہ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ سلومی اور عاصم بھی جواب ملنگوں کا روپ دھارے ہوئے تھے۔ اس قافلہ کے ساتھ ہو گئے۔ سری نگر کی طرف جانے والی سواریوں کو ایک بس میں اور جموں واپس جانے والوں کے لئے دوسری بس کا انتظام کیا گیا تھا۔

ملنگ بابا! آپ لوگ کہاں جائیں گے؟..... ایک فوجی نے پوچھا۔

عاصم بڑبڑا کر رہ گیا۔ اس اچانک سوال کے لئے وہ تیار نہیں تھا۔ لیکن سلومی نے صورتحال کو سنبھالا۔ اور اس کی جگہ جواب دے کر اس کی خفت دور کر دی۔

ہم لوگ کشتواڑ جانا چاہتے ہیں۔ بوٹ سے سرکار ہمیں دوسری بس میں بٹھا دیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی..... سلومی نے لجاجت سے کہا۔

اچھا ابھی سری نگر جانے والی بس میں بیٹھ جائیں۔ بوٹ آنے کے بعد آپ کے لئے کوئی اور بندوبست کر دیا جائے گا..... فوجی نے جواب دیا۔ معاملہ سدھر گیا تھا۔ سری نگر کی طرف جانے والی سواریاں بس میں سوار ہو گئیں۔ عاصم میاں محمد بخش کا کلام گنگنانے لگا۔

رحمت دا مینہ پا خدایا باغ سُکا کر ہریا
بوٹا آس امید میری دا کر دے میوہ بھریا
مِٹھا میوہ بخش اجیہا! جیہا قدرت دی گھت شیری
جو کھاوے روگ اس دا جاوے دور ہووے دلگیری
سدا بہار دئیں اس باغے کدے خزاں نہ آوے
ہر دن فیض ہزاراں تائیں ہر بُھکھا پھل کھاوے

marfat.com

بس روانہ ہوئی بس کے آگے پیچھے فوجی ٹرک حفاظت کے لئے موجود تھے۔ پہاڑی راستوں سے بس گھاؤں گھاؤں کرتی ہوئی دھواں اڑاتی بھورے پہاڑوں اور سبز درختوں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ سنگلاخ چٹانیں ہر طرف سینہ تانے کھڑی تھیں۔ پہاڑوں سے جھرنے بہہ رہے تھے۔ مخروطی راستوں سے بس ڈھچکوں ڈھچکوں کرتی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ ہاتو خستہ اور شکستہ لباس میں خمیدہ کمر سے سر پر بوریاں لادے سڑک کے کنارے آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ شیشم، دیار اور چیڑھ کے درختوں کے نیچے لڑکیاں گاگریں اٹھائے خراماں خراماں جا رہی تھیں۔ جنہیں فوجی گرسنہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

آپ کپواڑہ کیوں جا رہی ہیں؟..... عاصم نے سلومی کے کانوں میں سرگوشی کی۔
بخشو بابا آج کل وہیں مقیم ہیں اور پھر آپ کو وہاں مجاہدین کے کمانڈر سے بھی ملوانا ہے تاکہ آپ کو تنظیم میں باقاعدہ طور پر شامل کیا جائے..... سلومی نے جواب دیا۔
اُس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ بس دوبارہ عازم سفر ہوئی۔ چھنی سے ہوتی ہوئی بس ادھم پور کے اڈے میں داخل ہوئی۔ بس سٹینڈ پر افراتفری کا عالم تھا۔ فوجی اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہاں سدگلدان کے علاقے میں ایک بارودی سرنگ پھٹنے سے کئی فوجی شدید زخمی ہوئے تھے۔ ایک فوجی ہنس پال مارا گیا۔ دو تین مقامات پر بموں کے دھماکے بھی ہوئے۔ جس کی وجہ سے فوجی بے حد ہراساں تھے۔ بس کے مسافروں میں روٹیاں اور آلو کی بھجیا تقسیم ہوئی۔ اس کے ساتھ باسی پکوڑے بھی شاید منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے رکھے گئے تھے۔

آپ لوگوں نے ہمیں سخت مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ اس قیامت خیز گھڑی میں جب ہر طرف اگر وادیوں نے قیامت برپا کر رکھی ہے۔ سرناتھی پیر پنجال کی یاترا پہ نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اُن کی تو بُدھی ماری گئی ہے..... ایک فوجی نے مذاق اڑاتے ہوئے اور چڑ چڑے پن سے کہا۔
بس آگے بڑھی۔ کڈ سے ہوتے ہوئے آخر کار ریل سٹیشن بنوٹ کے نزدیک رُکی۔ بنوٹ

marfat.com

دریائے توی اور دریائے چناب کے درمیان واقع ہے۔ ہر طرف دیودار کے درخت سایہ فگن ہیں۔ 515 فٹ کی بلندی پر یہ ایک ہل سٹیشن ہے۔ جہاں سے کیواڑہ اور بھدرواہ کی طرف راستہ جاتا ہے..... سلومی نے بٹوٹ شہر کے بارے میں روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

ٹیلہ نما مقام کو دیکھ کر عاصم کا جی پھڑ پھڑانے لگا۔

کاش دیودار کی چھاؤں تلے ساری زندگی بسر ہو جائے۔

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے اِدھر ہوتا کاش کہ مکان اپنا

عاصم نے رومان خیز لہجے میں کہا۔

آپ ملنگ بادشاہ ہیں۔ آپ کو دیودار جیسے درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر ہی سکون مل سکتا ہے..... سلومی نے ہنستے ہوئے کہا۔

آپ سچ کہتی ہیں۔ ہمیں تو اس عشق نے نکما کر دیا ہے۔ آج ملنگ بنے ہیں۔ نجانے کل کیا ہوگا۔ بقول غالب۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

عاصم نے برملا غالب کا شعر پڑھا۔

اس دوران ایک مسافر نے دونوں کو چائے کی پیالی پیش کی تو دونوں ہوش میں آئے۔

چائے کی سوندھی سوندھی خوشبو اور مہک نے دونوں کے ذہن کے پرت روشن کر دیئے۔

چائے کی خوشبو نے عجب راحت بخشی ہے..... سلومی نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

آپ کی خوشبو دماغ میں رچی بسی ہے۔ اب چائے اور دیودار کی خوشبو نے مزید ہلچل پیدا کر دی ہے..... عاصم نے سحر سے جھومتے ہوئے کہا۔

مجھے تو آپ شاعر لگتے ہیں۔ آپ مجاہدین کی صف میں شامل ہو گئے تو انہیں بھی بے کار بنا دیں گے..... سلومی نے پھبتی کسی۔

marfat.com

یہ تو وقت بتائے گا کہ آپ کا یہ شاعر کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیتا ہے..... عاصم نے وثوق سے کہا۔

ملنگ بابا! وہ سامنے کپواڑہ جانے والی بس کھڑی ہے۔ آپ لوگ اس میں سوار ہو جائیں ..... ایک فوجی نے قریب آ کر زور سے کہا۔ اُن کی گفتگو منقطع ہو گئی۔ دونوں اس بس کی طرف چل دیئے۔ اور بس میں سوار ہو گئے۔ خدا خدا کر کے بس ایک گھنٹے بعد فوجیوں کے سگنل پر روانہ ہوئی۔ دونوں طرف کافی دیر خاموشی طاری رہی۔ دو فوجی رائفل تانے بس میں ان کے سروں پر منڈلاتے رہے۔ دو گھنٹے بعد یہ لوگ کپواڑہ پہنچ گئے۔ راستہ کافی پیچیدہ اور خطرناک تھا۔ عاصم ملنگ بابا محمد بخش کے اشعار پڑھ کر بس کے مسافروں کے قلوب گرما رہا تھا۔

یاراں آون جاون چھڑیا کون پچھے غم ناکاں
سکدی جان ہووے گی راہی تن رُلسی وچہ خاکاں
دلبر باجھوں کون لگائے مرہم سینے چاکاں
کوئی نہ سُندا کُوک محمدؐ باجھوں مرداں پاکاں

سلومی عاصم کو لے کر ٹنکوارہ محلہ پہنچی۔ جہاں ایک مکان میں شینخو بابا مقیم تھا۔ شینخو بابا ملنگ اور اس کے ساتھ ملنگنی کو دیکھ کر نہایت پریشان ہوئے لیکن جلد اصلیت ان کو معلوم ہو گئی۔ شینخو بابا خوب ہنسے۔ سارا مکان قہقہہ زار بن گیا۔ آج شینخو بابا کو جی بھر کر ہنسنے کا موقع ملا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد رات گئے باتیں کرتے رہے۔ شینخو بابا نے عاصم کو کپواڑہ کی تاریخ اور حدود اربعہ سے آگاہ کیا۔

بیٹا! کپواڑہ کی تاریخ داستان حریت سے بھری پڑی ہے۔ یہاں اورنگ زیب کے زمانے تک ہندو راجہ حکمران تھے۔ اپر چناب کے کنارے اس شہر کی بنیاد دسویں صدی میں غور قبائل نے رکھی۔ گیارہویں صدی میں یہ کشمیر کا حصہ بنا رہا۔ قیرات سنگھ نے اورنگ زیب کے زمانے میں اسلام قبول کر لیا اور سعادت یار خاں کے اسلامی نام سے مشرف یاب ہوا۔ اس کے زمانے میں اسلام تیزی سے اس علاقہ میں پھیلا۔ 1822ء میں مہاراجہ

marfat.com

گلاب سنگھ نے اس علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ شاہ شجاع لاہور سے بھاگ کر جب کشتواڑ میں پناہ گزیں ہوا تو یہاں کے حاکم محمد تیغ بہادر نے کشتواڑ میں اُسے پناہ دی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس حرکت پر سخت برافروختہ ہوا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گلاب سنگھ جو جموں اور جملہ کا حکمران تھا اُس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ایما پر کشتواڑ پر حملہ کر دیا اور اس پر تسلط جمالیا۔ انتہائی تشدد و بربریت کے باوجود کشتواڑ آج تک مسلمانوں کا مضبوط گڑھ سمجھا جاتا ہے۔ چناب کے زیریں حصے میں بھدرواہ کا قصبہ ہے۔ یہاں چمپا راجاؤں کی حکومت تھی۔ جن کی سلطنت راوی اور کانگڑہ کے درمیانی پھیلی ہوئی تھی۔ چمپا کے مغرب اور بھدرواہ کے جنوب میں بلاور کی سرداری تھی۔ بلاور راجوری کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اس تمام ٹریک کے لوگ ڈوگرہ کہلاتے تھے۔ خاص قبائل پیر پنجال کے جنوب میں رہتے تھے۔ ان پہاڑی راستوں میں سب سے اہم راجوری ہے۔ پونچھ سے پیر پنجال تک کا علاقہ راجوری میں شامل تھا۔ یہاں بھی خاص قبائل کی حکومت تھی۔ راجوری کے شمال مغرب میں لوہارا کی ریاست تھی۔ یہاں کے حکمران مسلمان تھے۔ لیکن بعد میں یہاں پر بھی مہاراجہ گلاب سنگھ نے قبضہ جمایا اور کشمیر اس کے زیرِ نگین آ گیا۔ جنوب مغرب میں کوٹلی کے راجہ حکمران تھے۔..... شیخو بابا نے تمام علاقے کے بارے میں مختصر جائزہ پیش کیا۔

آپ کو تو تاریخ پر کافی دسترس حاصل ہے..... عاصم نے شیخو بابا کی طرف داد کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

بیٹا! اسی لئے تو مجھے لوگ روڈ میپ کہتے ہیں۔ سیاحوں کو مختلف علاقوں کی سیاحت کے موقع پر مجھے انہیں وہاں کے بارے میں مختصر تاریخ بھی بتانا پڑتی ہے۔ اس لئے میں نے اپنی مساعی سے معلومات کا ذخیرہ جمع رکھا ہے۔ تاکہ باہر سے آنے والے لوگوں کو تشنگی محسوس نہ ہو۔ اور وہ یہ نہ کہیں کہ یہاں کے گائیڈ جاہل ہیں..... شیخو بابا نے ہنستے ہوئے کہا۔

بابا! یہاں کی کوئی خاص بات آپ بتائیں۔ کپواڑہ میں آئے دن ہلاکتوں کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہندوستانی فوجوں کے خلاف سخت مزاحمتی تحریک

marfat.com

موجود ہے..... عاصم نے سوال کیا۔

ہاں بیٹا! کپواڑہ بہادر اور غیور عوام کی سرزمین ہے۔

مقبول بٹ شہید، خواجہ عبدالغنی لون اور کمانڈر افتخار حسین شہید یہاں کے بہادر سپوت ہیں۔ مقبول بٹ پھانسی کے تختے پر جھول گیا۔ لیکن اس نے ہندوستان کی اطاعت قبول نہیں کی۔ خواجہ عبدالغنی لون اور افتخار حسین شہید وطن کی خاطر قربان ہو گئے۔ یہاں تقریباً ہر گاؤں میں شہیدوں کی قبریں موجود ہیں۔ ہندوستانی فورسز نے یہاں کے لوگوں کو کچلنے کے لئے کیا حربے نہیں اپنائے۔ کپواڑہ کے پازی پورہ گاؤں کی عورتوں کو شیڈ میں لے جا کر ان کی اجتماعی آبروریزی کی گئی۔ ترہ گام میں نوعمر لڑکیوں کو جسمانی اذیتیں دی گئیں۔ شالی بھٹہ کی زلیخا کو فوجیوں نے پکڑ لیا اور جنگل میں لے جا کر اس کی آبروریزی کی۔ نواز ہ محلہ میں جہاں ہم رہتے ہیں۔ یہاں اس قدر ظلم ہو چکا ہے کہ لوگ یہ محلہ چھوڑ کر دور دراز علاقوں میں چلے گئے تھے وہ اپنی عزتیں بچاتے پھرتے ہیں چوکی بل میں میاں بیوی کو گرفتار کیا گیا اور آرمی کیمپ میں اس کے میاں کو درخت سے باندھ کر اس کی بیوی کو مجرمانہ زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ لیکن اس تمام درندگی کے باوجود یہاں کے لوگ حکمرانوں کے ساتھ برسرپیکار ہیں..... شینخو بابا نے اس علاقے میں ہندوستانی افواج کے مظالم کے ایسے لرزہ خیز واقعات سنائے کہ جسے سن کر عاصم بے اختیار رو پڑا۔

1991ء میں یہاں کے علاقے پوش پورہ میں بھارتی فوجیوں نے پوش پورہ میں 40 سے زائد کشمیری خواتین کی بے حرمتی کی۔ یہاں سے ایک سو سے زائد کارکن دہلی فریاد لے کر گئے۔ لیکن اس معاملے کو دبا دیا گیا۔ کوئی عدالتی تحقیق نہیں ہوئی۔ شینخو بابا نے ہندوستانی حکمرانوں کی بے حسی کا پردہ چاک کیا۔ خوفناک واقعات کے بیان نے شب تاریک کی ہولناکی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ اس لئے جب رات عاصم نے سونے کی کوشش کی تو نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ بڑی مشکل سے نیند کی دیوی کو اس کی حالت زار پر رحم آیا اور نینداس پر غالب آ گئی۔ جب دوسرے دن شینخو بابا نے اُسے جگایا تو دن کے نو بج چکے تھے۔ جلدی جلدی انہوں نے کھانا کھایا۔ آج سلومی نے خود اپنے

marfat.com

ہاتھوں سے کھانا بنایا تھا۔اس لئے اس کی لذت بھی کچھ اور تھی۔کھانا کھانے کے بعد تینوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔اپنے بہروپ بدلے۔عاصم اور شیخو بابا ملنگ بن گئے اور سلومی نے اپنا سابقہ بہروپ برقرار رکھا۔تینوں چپکے سے باہر نکلے۔اورانہوں نے جنگل کا رخ کیا۔پازل پورہ گاؤں کے جنگل میں پہنچنے میں انہیں دو گھنٹے لگے۔جگہ جگہ فوجیوں نے ڈیرے جمار کھے تھے۔اس لئے ان سے کتراتے ہوئے انہوں نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔جنگل میں ایک ہائیڈ آؤٹ میں کمانڈر ایم اے کشتواڑی موجود تھے۔چیتے کا جگر۔عقابی آنکھیں۔کشادہ چھاتی۔سڈول جسم، گھنی داڑھی اور وجیہہ شخصیت کا مالک جسے دیکھ کر دشمن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔انہیں پر تپاک طریقے سے ملا۔وہ ان لوگوں کو لے کر بیس کیمپ میں چلا گیا۔

عاصم صاحب! آپ ہم لوگوں کی خاطر سخت صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔مجاہدین کشمیر آپ کے احسان مند ہیں کہ آپ ہماری جدوجہد آزادی میں ہمارے خیر خواہ بن کر سامنے آئے ہیں۔میں آپ سے مل کر بے حد خوش ہوا ہوں..... ایس اے ڈار نے جوشیلے انداز میں کہا۔

میں اپنا فرض نبھا رہا ہوں۔مجھے کشمیریوں کے نیک کاز سے ہمدردی ہے جو مظالم ہندوستانی افواج ان پر کر رہی ہیں۔اسے کوئی مہذب انسان برداشت نہیں کر سکتا۔اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں رپورٹنگ کا کام چھوڑ کر باقاعدہ آپ لوگوں کی جنگ میں شریک ہو جاؤں۔میں مجاہدین کی صف میں شامل ہونا چاہتا ہوں..... عاصم نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

میں آپ کے فیصلے سے اتفاق نہیں کرتا۔آپ قلمی جہاد کر رہے ہیں۔یہ قلمی جہاد جاری رہنا چاہیے۔قلمی جہاد سے ساری دنیا میں اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔مغربی آزاد دنیا میں جب مظالم کی روئیداد شائع ہوتی ہے تو وہاں کی عوام بھی اپنی حکومتوں کو اس ظلم و زیادتی کو ختم کرنے کی اپیلیں کرتی ہے۔یہ بیداری ہمارے لئے تقویت کا باعث بن رہی ہے۔دنیا ہندوستانی جارحیت کا نوٹ لے رہی ہے۔اس لئے بھائی عاصم! آپ اپنا کام جاری

marfat.com

رکھیں۔اور ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔بندوق آپ کے ہاتھ میں اچھی نہیں لگتی۔قلم ہی آپ کا ہتھیار ہے۔ہاں جب ضرورت پڑی تو آپ ہتھیار سنبھال سکتے ہیں۔اس کے لئے آپ کو یہاں باقاعدہ ٹریننگ دے دی جائے گی..... ایم اے کشتواڑی نے عاصم کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

ایم اے کشتواڑی عاصم اور سلومی کی محبت سے بھی آگاہ تھے۔انہوں نے ان دونوں کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ایک اور بات میں کہنا چاہوں گا۔آپ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔زیارت گاہوں میں ایک دوسرے کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔ایک دوسرے کو تلاش کرنے میں آپ اپنے مقصد سے دور ہٹتے جارہے ہیں۔اس لئے میری رائے ہے کہ آپ دونوں کو ایک اٹوٹ انگ میں منسلک کر دیا جائے۔ازدواجی رشتے سے منسلک ہونے کے بعد آپ لوگوں کی دوریاں ختم ہو جائیں گی اور لوگوں کو بھی انگلیاں اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا..... ایم اے کشتواڑی نے ہنستے ہوئے کہا۔

شیخو بابا نے کمانڈر کی تجویز سے اتفاق کیا۔سلومی شرما کر باہر چلی گئی۔فضا میں شہنائیاں بجنے لگیں۔مسرت وشادمانی کی کہکشاں آسمان پر لہرانے لگی۔ایسا محسوس ہوتا تھا اس خبر سے سارا جنگل رقص کناں ہو گیا ہے۔

غنچہ شوق لگا ہے کھلنے
پھر تجھے یاد کیا ہے دل نے
داستانیں ہیں لب عالم پر
ہم تو چاپ چاپ گئے تھے ملنے
میں نے چھپ کر تیری باتیں کی تھیں
جانے کب جان لیا محفل نے
انجمن انجمن آرائش ہے
آج ہر چاک لگا ہے سلنے

(وجیہہ السماء عرفانی)

marfat.com

بستی ستم پروردگان

عاصم اور سلومی ازدواجی رشتہ میں منسلک ہو گئے۔ تمام مجاہدین نے اس تقریب سعید میں شرکت کی۔ جنگل میں منگل کا سماں تھا۔ خوشیوں کی ایسی گھڑیاں خال خال ہی مجاہدین کو نصیب ہوتی تھیں۔ وہ تو ہر وقت خاک وخون میں غلطاں، غم جاناں اور غم دوراں میں ہلکان مارے مارے پھرتے ہیں۔ ان کے گھر چھن چکے ہیں۔ عزیز رشتہ دار اُن سے جدا ہو گئے ہیں۔ اُن کے آشیانوں پر ایسی بجلی گری ہے کہ اُن کا سب کچھ خاکستر ہو چکا ہے۔ صرف ایک مسرت اور تمنا اُن کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ وہ مادر وطن کی محبت ہے جسے وہ غاصب ہندوستانی افواج کے چُنگل سے آزاد دیکھنے کے آرزومند ہیں۔ کشتواڑ کے جنگلوں میں چھپے ہوئے مجاہدین بھی اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھے کبھی بدھات سروڑ کشتواڑ کے پہاڑی علاقے میں سرنگیں بچھا کر دشمن کی فوجی گاڑیاں اڑانے کی کارروائیاں کرتے ہیں۔ کبھی بنڈارکوٹ کشتوار روڑ پر ریموٹ کنٹرول سے انہیں جہنم واصل کرتے ہیں۔ کبھی اچھاترو کشتواڑ اور بلماڈ کشتواڑ کے بالائی علاقوں میں برفانی تودوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دشمن کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔ دشمن پر ان مجاہدین کی ایسی دہشت چھائی ہوئی ہے کہ وہ خودکشیوں سے اس اذیتناک زندگی سے چھٹکارا حاصل کرتے ہیں۔

عاصم اور سلومی ہنی مون منانے قاضی آباد چلے گئے یہ ضلع کپواڑہ کا خوبصورت اور سرسبز علاقہ ہے۔ دھان کے لہلہاتے کھیتوں، سیب کے باغوں اور رنگ برنگے پھولوں سے آراستہ قدرت کا دلکش اور حسین شاہکار ہے۔ یہاں کے کمانڈر معین اسلام نے انہیں کھائی پورہ میں آنے کی دعوت دی تھی۔ ان کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ ہر طرف خوشیوں کے فوارے ابل رہے تھے۔ مہمانوں کے لئے طرح طرح کے کھانے پکائے گئے۔ بریانی، تنجن، قورمہ، شیرمال، کرم پالک کا ساگ، مچھلی روغنی نان، کئی قسموں کا گوشت جس نے کھایا ہاتھ چاٹتا رہ گیا۔ علاقے کے تمام لوگوں کو کھانے کی دعوت دی گئی تھی۔ کھلے

marfat.com

تھالوں میں چاول دستر خوانوں پر آنا شروع ہوئے۔ مہمان دستر خوانوں کے دونوں جانب بیٹھ گئے۔ اور اس دعوت شیراز کے مزے لینے لگے۔ پھر باری باری سالنوں کی دیگچیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ واز ہ مہمان کے سامنے چاولوں پر مختلف ڈشوں سے ان کے پسندیدہ سالن ڈالتا جاتا تھا۔ چار چار مہمان ایک ہی تھال میں مل کر اس طعام خاص پر ٹوٹ پڑے۔ آخر میں گوشتابہ کی ڈش نے لطف دوبالا کر دیا۔ بعد میں چلمچی میں سب کے ہاتھ دھلائے گئے۔ پھر نمکین کشمیری چائے کا دور چلا۔ عاصم نے کشمیری دعوت کا یہ نظارہ پہلی بار دیکھا تھا۔ اس مہمان نوازی پر اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ سب کشمیری مسلمانوں نے اس کو مبارکباد دی۔ نشے سے مسحور جب شام کو اس کی ملاقات سلومی سے ہوئی تو اس نے اس شاندار ضیافت کا مزے لے کر ذکر کیا۔ سلومی سر پر سفید رومال باندھے کلدان چولی پہنے۔ سینے اور کندھے کے گرد شال اوڑھے بیٹھی اس کی باتیں دلچسپی سے سنتی رہی۔ ہم اپنے کلچر کو ان نازک حالات میں اپنے سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ یہ ہماری روایات ہیں جو کبھی نہیں مر سکتیں۔ اس قیامت خیز حالات میں بھی ہم اپنے حوصلے بلند رکھتے ہیں۔ خوشیوں کے ان چند لمحات کو ضائع نہیں کرتے۔ ان سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے ہیں..... سلومی نے بھیگی آنکھوں سے کہا۔

آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ حوصلے مر جائیں تو آرزوئیں دم توڑ دیتی ہیں۔ انسان زندہ درگو ہو جاتا ہے۔ کشمیری جن حالات سے گذر رہے ہیں ان کبیدہ اور بدترین حالات میں انہیں جینے کا قرینہ آتا ہے..... عاصم نے ستائش بھری نگاہوں سے کہا۔

آپ کا اب کیا ارادہ ہے؟ سلومی نے مستقبل کے بارے میں سوال کیا۔

ابھی تو آپ کے حسین لبوں کا لمس چاہتا ہوں۔

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو
کہ میں آپ کا سامان چاہتا ہوں

marfat.com

آپ نے علامہ اقبال کے اشعار کا غلط استعمال کیا ہے..... سلومی نے ٹوکا

تو پھر فیض کا یہ قطعہ نذر جاناں ہے۔

ہزار درد شب آرزو کی راہ میں ہے
کوئی ٹھکانہ بتاؤ کہ قافلہ اترے
قریب اور بھی آؤ کہ شوق دید لئے
شراب اور پلاؤ کہ کچھ نشہ اترے

عاصم نے فیض کے اشعار سنادیئے۔

لیکن حضور شراب حرام ہے۔آپ کی مستی حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتی..... سلومی نے چنچل انداز میں کہا۔

یہ پیاس اب بجھنا ہی چاہیے۔حلال وحرام کی اس عالم میں تمیز کہاں

کب تک اس پیاس کے صحرا میں جلتے جائیں
اب یہ بادل جو اٹھے ہیں تو برستے جائیں
جز محبت کسے آیا ہے میسر امید
ایسا لمحہ کہ جدھر صدیوں کے رستے جائیں

عاصم نے جذباتی انداز میں امید فاضلی کے اشعار پڑھے۔

آپ تو شاعری پر اتر آئے ہیں۔محبت نے آپ کو پاگل کر دیا ہے۔آپ نہیں جانتے آگے کتنے سانحے ہمارے منتظر ہیں۔وقت کی ظالم سرد ہوائیں اور ظالم سامراج کی بے رحم جفائیں ہمارے خرمن میں کیسی کیسی چنگاریاں بھرتی ہیں۔

وحشت بام و در کہتی ہے اور بلائیں آئیں گی
اب جو بلائیں آئیں تو لوگو! رن ہوگا بے حد وحساب
پیاس کی باتیں کہتے سنتے کتنے موسم آئے گئے
کوئی سبیل کوہ کنی بھی، کب تک ذکرِ قحط آب
ہم بے در، بے گھر لوگوں کی ایک دعا بس ایک دعا
مالک، شہر گلاب سلامت ہم پر جو بھی آئے عذاب

marfat.com

افتخار عارف کے یہ اشعار پڑھ کر سلومی رو پڑی۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بے اختیار چھلک پڑے۔

تم تو بہادر لڑکی ہو سلومی! حالات ضرور بدلیں گے۔ ہم سب مل کر سبیل کوہ کنی کریں گے۔ کشمیریوں کو جینے کا حق ملے گا۔ ان کے عزم کے آگے ظالم ضرور جھکیں گے۔ آزادی سب کا حق ہے۔ یہ حق کشمیریوں کو بھی مل کر رہے گا۔ کشمیریوں کی قربانیاں رائیگان نہیں جائیں گی۔

یہ کہتے ہوئے عاصم نے سلومی کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ پیوست کر دیئے۔ باہر سرد ہوائیں پیر پنجال کے پہاڑوں سے ٹکرا کر شور مچاتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ نجانے یہ ماتمی دھنیں تھیں یا پیار و محبت کے لبریز تھپھیرے جو اس ملاپ پر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ لیکن شاید خوشیاں عارضی تھیں۔ قدرت کا امتحان دوبارہ شروع ہونے والا تھا۔ بھارتی فوج نے سارے گاؤں کا محاصرہ کر لیا تھا۔ تمام مجاہدین نے مختلف گھروں کو مورچہ بنالیا۔ کریک ڈاؤن کی خبر سے عاصم اور سلومی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ معین السلام نے انہیں ہینڈ گرینیڈ اور ایک کلاشنکوف رائفل دی۔

یہ میرا تحفہ ہے آپ ان کی مدد سے یہاں نکل سکتے ہیں۔ تو نکل جائیں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔ ہم بھی یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے..... معین اسلامؒ نے انہیں خیر باد کہتے ہوئے کہا۔

باہر مجاہدین اور بھارتی فورسز کے درمیان معرکہ آرائی شروع ہو چکی تھی۔ دھماکے کی آوازیں ہر طرف سنائی دے رہی تھیں۔ فوج نے مارٹر گولے داغے۔ کئی مکان جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔ عاصم اور سلومی نے کپڑے بدلے اور تیزی سے گھر سے باہر نکلے۔ گولوں کی روشنی میں وہ دشمن کی پوزیشن کا اندازہ لگا کر بھاگے جا رہے تھے۔ بھاگتے بھاگتے وہ ایک ٹھنڈے تالاب میں جا گرے۔ ٹھنڈے پانی میں گر کر عاصم کا سارا جسم شل ہو گیا۔ لیکن اُس نے خود کو سنبھالا۔ سلومی کو اٹھایا اور کندھے پر رکھ کر تالاب عبور کرنے لگا۔ شڑاپ شڑاپ کی آوازیں سن کر گولیاں اُن کے سروں سے اوپر سے گزرنے لگیں۔

marfat.com

اندھیرے میں کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔تالاب عبور کر کے عاصم نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔راستہ برفباری سے ڈھکا ہوا تھا۔رات کو شاید برفباری ہوئی تھی۔درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں سے برف اڑ اڑ کران کے سروں پر گر رہی تھی۔عاصم نہایت احتیاط سے پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا تھا۔عاصم نے ایک درخت کی اوٹ میں گولیوں سے بچنے کی کوشش کی۔سلومی عاصم کے کندھوں سے اتر چکی تھی۔اُس نے اپنے تھیلے سے ہینڈ گرینیڈ نکال کر فائرنگ کی سمت ایک ہینڈ گرینیڈ پوری طاقت سے پھینکا۔ہینڈ گرینیڈ پھٹا تو فائرنگ رک گئی۔اس سمت کھڑے فوجیوں کے بھاگنے کی آوازیں سنائی دیں۔

یہ بھارتی فوجی بڑے بزدل اور بھگوڑے ہوتے ہیں۔معمولی جوابی کاروائی سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔..... سلومی نے ہنستے ہوئے کہا۔

عاصم نے کلاشنکوف چلانا سیکھ لیا تھا۔اس نے بھی کلاشنکوف سے بھاگتے ہوئے فوجیوں پر بھرپور حملہ کیا۔گولیوں کی تڑتڑاہٹ نے ہندو فوجیوں کی حواس باختہ کر دیا۔تین چار فوجی ڈھیر ہو گئے اور باقی فوجی اپنی جانیں بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔راستہ صاف تھا۔سلومی اور عاصم تیزی سے بھاگتے چلے جا رہے تھے۔وہ سوپور میں داخل ہو چکے تھے۔سلومی ایک گھر کے قریب لڑکھڑا کر گر پڑی۔گرنے کی آواز سن کر گھر کے مکین نے دروازہ کھولا۔ایک لڑکی کو زمین پر بے ہوشی کے عالم میں اور نوجوان کو پریشان حالت میں دیکھ کر اس شریف النفس انسان نے عاصم کو اندر آنے کی دعوت دی۔عاصم سلومی کو اٹھائے اس کے ساتھ مکان میں داخل ہو گیا۔

آپ شاید فوجیوں سے بھاگتے ہوئے یہاں آئے ہیں..... مالک مکان نے پوچھا۔

جی ہاں! یہ میری بیوی ہے۔قاضی آباد میں فوج نے کریک ڈاؤن کیا تو ہم بھاگ کر اِدھر آ نکلے ہیں۔میں مجاہد نہیں بلکہ ایک صحافی ہوں۔لیکن اپنی جان بچانے کے لئے مجھے ہتھیار اٹھانا پڑے..... عاصم نے وضاحت کی۔

حسین شکل، پستہ قد، کالے بال اور خشخشی داڑھی کا مالک زیرلب مسکرایا۔

میں جانتا ہوں آپ ہندوستان ٹائمز کے رپورٹر عاصم ہیں اور یہ آپ کی نئی نویلی دلہن

marfat.com

سلومی ہے اور اس کا تعلق مجاہدین سے ہے۔ میرا نام ایوب شاہ ہے میں یہاں اکیلے رہتا ہوں۔ آپ لوگوں کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ آپ لوگ بیڈروم چلے جائیں کپڑے بدلیں۔ بیڈروم میں آپ کے لئے کپڑے موجود ہیں۔ میں آپ کے لئے ناشتہ کا بندوبست کرتا ہوں۔ صبح کا سپیدہ طلوع ہو رہا ہے آپ کو گرمائش کی ضرورت ہے.....

ایوب شاہ نے نہایت شائستگی سے کہا۔

عاصم ایوب شاہ کی محبت و مروت سے نہایت مرعوب ہوا۔ لیکن وہ حیرت و استعجاب کے بھنور میں گرفتار ہو گیا۔ یہ شخص ہمیں کیسے جانتا ہے؟ اُسے ہماری آمد کا علم کیسے ہوا؟ وغیرہ! وغیرہ!.....

لیکن سوچنے کا زیادہ وقت نہیں تھا۔ اُسے اس وقت یہ غیبی مدد غنیمت محسوس ہوئی۔ وہ سلومی کو اٹھا کر بیڈروم میں چلا گیا۔ جہاں کارنس میں کوئلوں کی انگیٹھی دُہک رہی تھی۔ کمرے میں خوبصورت کارنجی قالین بچھا ہوا تھا۔ خوبصورت بیڈ پلنگ پھول دار چینی کمبل اور گرم رضائیاں اور چادریں بچھی ہوئی تھیں۔ کمرے میں دودھیا چاندنی پھیلی ہوئی تھی ہلکی لائٹ نے کمرے کا ماحول نہایت دیدہ زیب بنا دیا تھا۔ دیوار پر ہینگر میں گرم کپڑے لٹک رہے تھے۔ ایک مردانہ جوڑا اور ایک زنانہ جوڑا۔ عاصم نے جلدی جلدی کپڑے بدلے۔ سلومی کے تلوے اور ہتھیلیاں رگڑنے سے سلومی کچھ دیر بعد ہوش میں آ گئی۔ کمرے کی گرمائش نے بھی اپنا اثر دکھایا تھا۔

ہم کہاں ہیں؟ سلومی نے پوچھا

ہم اب محفوظ جگہ ہیں۔ ایک فرشتہ صفت انسان نے ہمیں پناہ دی ہے۔ شاید یہ سوپور کا علاقہ ہے۔ اچھا اب آپ کپڑے بدل لیں۔ یہاں کا مالک ہمارے لئے ناشتے کا انتظام کرنے گیا ہے۔ نہایت شریف النفس انسان لگتا ہے..... عاصم نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔

سلومی نے بھی اپنے کپڑے بدلے۔ کپڑے بالکل اس کے سائز کے تھے۔ وہ حیران و ششدر رہ گئی۔

marfat.com

کیا مالک مکان کے ساتھ کوئی عورت بھی رہتی ہے۔سلومی نے پوچھا۔

نہیں! وہ یہاں تنہا رہتا ہے لیکن وہ کہتا ہے وہ ہمیں جانتا ہے اور اُس نے پہلے ہی ہمارے لئے یہ انتظام کر رکھا تھا اور ہمارا انتظار کر رہا تھا..... عاصم نے جواب دیا۔ شاید اس کا تعلق بھی ہماری تنظیم سے ہو۔ کشمیر وادی میں ہر جگہ ہمارے خیر خواہ پھیلے ہوئے ہیں۔ مجاہدین کا نیٹ ورک تمام کشمیر میں کام کر رہا ہے۔سلومی نے یہ بات کہہ کر اس کا تمام استعجاب ختم کر دیا۔

تھوڑی دیر میں دروازے پر آہٹ ہوئی۔عاصم نے دروازہ کھولا تو ایوب شاہ ناشتہ لئے اندر داخل ہوا۔سلومی بھی ایوب شاہ کی شخصیت سے بڑی متاثر ہوئی۔

بھائی صاحب! آپ نے ہمارے بڑی تکلیف کی۔ہم آپ کے بے حد ممنون اور احسان مند ہیں..... سلومی نے ایوب شاہ کا شکریہ ادا کیا۔

یہ میرا فرض تھا میں بھی کشمیری ہوں۔اس نازک گھڑی میں کشمیریوں نے ایک دوسرے کے کام آنا ہے۔اگر ہم ایک دوسرے کے کام نہ آئیں تو یہ مصیبتیں کہاں ختم ہوں گی۔ مقام شکر ہے کہ کشمیری سب متحد ہیں..... ایوب شاہ نے ملائمت سے کہا۔

آپ یہاں اکیلے رہتے ہیں شاہ جی! آپ کے رشتہ دار کیا ہوئے..... سلومی پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

میں اس دنیا میں اکیلا ہوں تمام رشتہ دار اور عزیز واقارب ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔اس بھری دنیا میں میرا کوئی نہیں۔لیکن آپ جیسے شفیق لوگوں کی موجودگی میں مجھے اپنی تنہائی محسوس نہیں ہوتی۔کوئی مجھے اپنا کہے تو میں اس کے لئے اپنی جان بھی دینے کو تیار رہتا ہوں..... ایوب شاہ نے پر اثر اور پرسوز آواز میں کہا۔

آپ ہمیں غیر نہ سمجھیں۔آپ کی محبت اور مروت نے ہمیں آپ کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ آپ ہمیں اپنا سمجھیں۔ میں تو آپ کو اپنا بھائیوں جیسا سمجھتی ہوں۔میرا بھی ایک بھائی تھا۔ جسے ظالم حکمرانوں نے اغوا کر رکھا ہے۔نجانے اب وہ زندہ بھی ہے یا ان درندوں کی بھینٹ چڑھ چکا ہے..... سلومی نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

marfat.com

آپ فکر نہ کریں۔آپ کا بھائی رحیم زندہ ہے۔ میں اُسے جانتا ہوں۔اسے انت ناگ بی ایس ایف کیمپ میں بند کر کے اذیتیں دی گئیں۔ جب وہ قریب المرگ تھا تو اسے اٹھا کر دریا میں پھینک دیا گیا۔لیکن میں نے اُسے بچالیا۔اب وہ بخیریت ہے اور آپ کی طرح جدوجہد آزادی میں مصروف ہے..... ایوب شاہ نے یہ کہہ کر سلومی کو حیرت زدہ کر دیا۔

میرا بھائی زندہ ہے وہ کہاں ہے؟ شاہ صاحب! مجھے اس سے ملائیں۔ میں اور میرا باپ تو اس کی یاد میں چھپ چھپ کر روتے ہیں۔ ہمارا سکون برباد ہو چکا ہے۔میرا باپ اپنے بیٹے کی یاد میں دن رات تڑپتا ہے۔خدا کے لئے مجھے اپنے بھائی کا پتہ بتائیں..... سلومی ہاتھ جوڑ کر ایوب شاہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔

آپ پریشان نہ ہوں۔ وہ میرا دوست ہے۔آپ جب کہیں گی میں اسے آپ سے ملا دوں گا۔آپ فی الحال ناشتہ کریں اور آرام کریں..... ایوب شاہ نے سلومی کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

عاصم نے بھی سلومی کو اطمینان دلایا۔

شاہ صاحب نے وعدہ کیا ہے تو وہ ضرور آپ کے بھائی کو ملا دیں گے۔تم حوصلہ نہ ہارو۔ شکر کرو کہ تمہارا بھائی زندہ ہے..... عاصم نے بیوی کی ہمت افزائی کی۔

سلومی اور عاصم نے مل کر ناشتہ کیا اور گرما گرم چائے پی تو ان کی توانائی بحال ہوئی لیکن سلومی کی بے قراری میں کوئی افاقہ نہ ہوا تھا۔اس کا دلی اضطراب بڑھتا جارہا تھا۔ایوب شاہ ناشتہ دینے اور رحیم کے بارے میں انکشاف کرنے کے بعد باہر چلا گیا تھا۔اور کافی دیر تک نظر نہ آیا۔تو سلومی پریشان ہو کر رہ گئی۔

ایوب شاہ کی شخصیت نہایت پراسرار نظر آتی ہے۔نجانے وہ سچ کہتا ہے یا جھوٹ..... سلومی نے سوال کیا۔

عاصم بھی ایوب شاہ کی شخصیت کو پراسرار ہی سمجھنے لگا تھا۔لیکن وہ اس حقیقت کے اظہار

marfat.com

سے سلومی کی پریشانی میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔لیکن سلومی کا دل رکھنے کے لئے اس کا حوصلہ بڑھایا تم خواہ مخواہ شک کرنے لگتی ہو۔ایوب شاہ نہایت مخلص انسان ہے۔مجاہدین کا قدردان اور مہربان ہے۔اگر اس نے تمہیں رحیم کے بارے میں بتایا ہے تو بھلا اس میں اس کا کیا فائدہ ہے۔اُسے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟..... عاصم نے ایوب شاہ کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

شیخو بابا! جب یہ خبر سنیں گے تو خوشی سے پاگل ہو جائیں گے..... سلومی نے بیساختہ کہا۔

خدا نہ کرے ان کے دشمن پاگل ہوں۔سلومی! تم کیسی بہکی باتیں کر رہی ہو۔اپنے حواس بحال رکھو..... عاصم نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

میرا مطلب تھا کہ انہیں نہایت خوشی ہوگی۔انہیں اپنے بیٹے سے بے حد محبت ہے۔ہر وقت اسی کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔اگر انہیں اپنا بیٹا مل گیا تو انہیں نئی زندگی مل جائے گی۔ان کی خوشیاں لوٹ آئیں گی۔سلومی نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا۔

کچھ دیر بعد ایوب شاہ واپس آیا۔اُس نے بتایا کہ وہ کشتی کا بندوبست کرنے گیا ہوا تھا۔

ہمیں بانڈی پورہ جانا ہے۔آپ لوگ میرے ساتھ آجائیں..... ایوب شاہ نے انہیں ہدایت کی۔

آپ ہمیں بہروپ تبدیل کرنے دیں ورنہ سیکورٹی والے ہمیں پہچان جائیں گے..... سلومی نے احتیاط کے طور پر کہا۔

میری موجودگی میں آپ کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔آپ آجائیں۔آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا..... ایوب شاہ نے وثوق سے کہا۔

ایوب شاہ عاصم اور سلومی کو لے کر گھاٹ کی طرف روانہ ہوا۔سوپور شہر دریا کے جہلم کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔اس شہر میں پہلے ہندو پنڈت رہتے تھے۔جن کی اونچی اونچی حویلیاں تھیں۔پکے مکانات تھے۔لیکن پنڈتوں کے نقل مکانی کے بعد اب یہ مکانات مسلمانوں کی تحویل میں ہیں لیکن آئے دن فوجی اپریشنوں کے بعد زیادہ تر مکانوں کو زمین بوس کر دیا گیا ہے۔سوپور شہر کے لوگ فوجیوں کے لئے دردِ سر بنے ہوئے ہیں کیونکہ

marfat.com

انہیں یہاں سخت مدافعت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ لوگ تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ آمد و رفت کا ذریعہ دریائے جہلم ہے وہاں وولر جھیل بھی آمد و رفت کے لئے سود مند ہے۔ سڑک کے ذریعے بھی سری نگر کو راستہ جاتا ہے۔ زیادہ تر لوگ سڑک کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔ وولر جھیل کی لمبائی بارہ میل اور چوڑائی چھ میل ہے لیکن گرمیوں میں پانی زیادہ آ جانے کی وجہ سے اس کی وسعت اور گہرائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ وولر جھیل کی شمالی سمت میں اونچے اونچے پہاڑ ایستادہ ہیں۔ دریائے جہلم اس میں شمالی مشرقی جانب داخل ہو کر جنوب مغربی سمت باہر نکل جاتا ہے۔ وولر جھیل میں جہاں دریائے جہلم آ کر ملتا ہے وہاں بانڈی پور نالہ بھی اس میں مدغم ہو جاتا ہے۔ شمال کی جانب نکاس آب کے باعث ایک چھوٹا سا ڈیلٹا کوہ ہرمکھ دزیغم درے کے درمیان موجود ہے جس کا پرانا نام مدھومتی ہے۔ یہ جھیل سوپور قصبہ کے جنوب مغرب میں دو میل کے فاصلے پر ہے۔

وولر جھیل کے متعلق کئی روایات مشہور ہیں۔ کئی کہتے ہیں کہ ابتدا میں یہاں پر ایک ظالم ناگ سدنگلہ کا تسلط تھا جو علاقہ کی عورتوں کو اٹھا کر لے جاتا۔ چنانچہ ناگوں کے سردار نیلا نے اسے جلاوطن کر دیا۔ ناگ سدنگلہ کے جانے کے بعد یہ جگہ خشک ہو کر ایک قصبے کی شکل اختیار کر گئی۔ جہاں وسواگا سو نامی بادشاہ کی حکومت تھی جسے ایک مُنی درواساس نے بدسلوکی کی بنا پر بددعا دی کہ اس کی سرزمین پانی میں غرق ہو گی۔ بعد ازیں جب مہاپدم ناگ نے کشمیر میں سکونت اختیار کی تو اس نے اپنے سردار نیلا سے سکونت اختیار کرنے کے لئے مناسب جگہ کا تقاضا کیا۔ جس کی اُسے اجازت مل گئی چنانچہ مہاپدم ناگ برھمن کا روپ دھارے وسواگا سو کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور اُس سے اس قصبے میں آباد ہونے کی درخواست کی۔ درخواست منظور ہوئی تو ناگ مہاپدم اپنی اصل شکل میں ظاہر ہو گیا۔ اُس نے بادشاہ کو شہر کے غرقاب ہونے کی پیشگوئی کی چنانچہ بادشاہ نے اپنی راجدھانی یہاں سے منتقل کر کے مغرب میں اپنی سلطنت قائم کی۔ ناگ مہاپدم نے بعد میں اس شہر کو جھیل میں تبدیل کر دیا۔ جہاں وہ اور خاندان آباد ہے۔

marfat.com

وولر جھیل پہنچ کر یہ لوگ کشتی کے ذریعے بانڈی پورہ کی جانب روانہ ہوئے تو انہیں سیکورٹی والوں کی کشتی عقب میں دوڑتی نظر آئی۔ عاصم اور سلومی پریشان ہو گئے۔

آپ پریشان نہ ہوں سیکورٹی والے ہمارے نزدیک نہیں آ سکتے ..... ایوب شاہ نے نہایت اطمینان سے کہا۔

لیکن وہ لوگ تو تیزی سے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں۔ ان کی کشتی کی رفتار بھی کافی تیز ہے..... سلومی نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

بہن! آپ خواہ مخواہ پریشان ہوتی ہیں آپ کہتی ہیں تو میں انہیں روک دیتا ہوں..... ایوب شاہ نے مکمل اعتماد سے بات کرتے ہوئے کہا۔

اس کے ساتھ ہی ایوب شاہ نے عقب میں آنے والی سیکورٹی والوں کی کشتی کی طرف پھونک ماری۔ پھونک کا مارنا تھا کہ عقب میں آنے والی کشتی ابھری اور پانی میں الٹ گئی۔ سیکورٹی سٹاف پانی میں ڈبکیاں کھانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی ایوب شاہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ عاصم اور سلومی اس کی غیر مرئی قوت پر حیران و ششدر رہ گئے۔

آپ تو کوئی جادوگر معلوم ہوتے ہیں بھائی!..... عاصم نے حیرت سے کہا۔

میں نے کہا تھا کہ آپ لوگ خوف نہ کھائیں میری موجودگی میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا..... ایوب شاہ نے عاصم کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

جلد ہی یہ لوگ جھیل کے کنارے محفوظ مقام تک پہنچ گئے۔ یہ مقام بانڈی پورہ کے قصبے کے قریب تھا۔ ڈھلوان راستوں سے اترنے کے بعد ایوب شاہ ایک ایک خوشنما پتھروں سے بنے ہوئے دومنزلہ مکان کے پاس رکا۔ لکڑی کی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ کٹھار کے اوپر پہنچ گئے۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک نوجوان باہر نکلا۔ سلومی اُسے دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑی۔

بھائی! میرا پیارا بھائی! میری جان۔ میں تیرے صدقے تیرے قربان!

عجب جذباتی منظر تھا۔ دونوں بہن بھائی گلے مل کر خوشی کے آنسو بہا رہے تھے۔ ایوب شاہ اور عاصم اس حسین ملاپ کو دیکھ کر خود بھی آبدیدہ ہو گئے۔ اس منظر کو دیکھ کر ایوب شاہ کی

marfat.com

آنکھوں میں عجب چمک مترشح تھی۔ فضا میں جلترنگ بج رہا تھا۔ ہوائیں خوشی سے ملہار گا رہی تھیں۔ اس جذباتی منظر کو دیکھ کر آسمان خوشی سے رو پڑا۔ آسمان سے بڑے بڑے آنسوؤں کے قطرے بارش کی صورت میں برسنے لگے۔

کسی کی آنکھ جو پرنم نہیں ہے
نہ سمجھو یہ کہ اس کو غم نہیں ہے
یہ بستی ہے ستم پروردگان کی
یہاں کوئی کسی سے کم نہیں ہے
جو کوئی سن سکے امجد تو دنیا
بجز اک بازگشت غم نہیں ہے

(امجد اسلام امجد)

marfat.com

داستان رقم کرلی

آج تاریخ کا سیاہ ترین دن تھا۔ ہندوستانی افواج نے زینہ کوٹ میں حزب المجاہدین کے کمانڈر غلام رسول ڈار اور مالی امور کے انچارج فیاض احمد کو شہید کر دیا تھا۔ سری نگر کے نواحی علاقے میں ایک اور جھڑپ کے دوران ڈپٹی کمانڈر عباس ملک اور اننت ناگ میں ایک اور کمانڈر ریاض احمد ملک اور آصف معراج کو شہید کر دیا تھا۔ ممتاز کمانڈروں کی شہادت کی خبر نے تمام مقبوضہ کشمیر میں کہرام برپا کر دیا تھا۔ تمام شہروں میں شٹر ڈاؤن ہو گئے۔ کشمیری عوام سڑکوں پر نکل آئے۔ اور بھارتی حکومت کے ظلم و استبداد کے خلاف نعرے لگانے لگے۔

آزادی آزادی۔ لے کے رہیں گے آزادی کے نعروں سے وادی گونج اٹھی۔ بانڈی پورہ میں عاصم، سلومی، ایوب شاہ اور رحیم بھی اس واقعہ پر اظہار افسوس کر رہے تھے۔

ایک ہی وقت اتنے زیادہ کمانڈروں کی شہادت ایک المیہ ہے۔ ایسا لگتا ہے یہ کوئی سازش ہے جب سے پاکستان اور بھارت کی حکومتوں کے درمیان صلح و صفائی کا سلسلہ چلا ہے ہندوستانی حکومت کی بربریت بڑھتی جا رہی ہے..... سلومی نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اب ہمیں بھی یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ بانڈی پورہ میں بھی بی ایس ایف حرکت میں ہے۔ آج ہی دو نوجوانوں کو مجاہدین کے شبے میں گرفتار کر لیا گیا ہے..... رحیم نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

بڈگام کے قصبے لوئر بیروہ میں بھی بشیر احمد قریشی، علی محمد شاہ، راشٹریہ رائفلز کے ساتھ جھڑپ میں شہید ہو گئے ہیں..... ایوب شاہ نے بات چیت میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

ایسا لگتا ہے کہ سموئیل ہن ٹنگٹن کے اثرات یہاں بھی پھیل رہے ہیں۔ مصنف نے اپنی کتاب تصادم تہذیب اور عالمی نظام کی تشکیل نو میں مسلمانوں کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا ہے اور امریکہ کو اپنی تہذیب و تمدن کو محفوظ کرنے کے بہانے مسلمانوں کے خلاف

marfat.com

ابھارا ہے۔ جس کی وجہ سے 11 ستمبر کے بعد امریکہ نے اسلامی ممالک کے خلاف اپنی جنگ شروع کر دی ہے۔ مسلمانوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ اسرائیل اور بھارت جیسی حکومتوں کی پیٹھ ٹھونکی جا رہی ہے تاکہ وہ بھی مل کر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں..... عاصم نے ایک نیا انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

آپ کا تجزیہ کسی حد تک صحیح ہے۔ یہ طاغوتی طاقتیں مل کر مسلمانوں کو کچل رہی ہیں۔ اس لئے ہمیں اس طوفان کا بڑی احتیاط سے مقابلہ کرنا ہوگا..... سلومی نے خیال ظاہر کیا۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ انشاء اللہ فتح مسلمانوں کی ہوگی۔ جس طرح سپر پاور روس پارہ پارہ ہوئی ہے اسی طرح مسلمانوں کے خلاف ہنود و یہود کی یہ سازشیں بھی ناکام ہوں گی..... ایوب شاہ نے بڑے عزم سے کہا۔

میں نے فیصلہ کیا ہے کہ کل غلام رسول ڈار صاحب کے جنازہ میں شرکت کروں اور لوگوں کے ردعمل کے بارے میں مکمل رپورٹ اپنے اخبار کو ارسال کروں..... عاصم نے خیال ظاہر کیا۔

آپ تو اپنے کام کے سلسلے میں بڈگام جائیں گے۔ لیکن ہمیں بھی یہاں سے نکلنا ہے۔ آپ کے ساتھ ہم بھی نکل جائیں گے۔ شیخو بابا کو میں نے رحیم کے زندہ بچنے کی اطلاع دے دی تھی۔ وہ سری نگر اپنے ایک دوست حماد کے ہاں ہم سب کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ ایوب شاہ نے انکشاف کیا۔

یہ انکشاف بھی حیرت انگیز تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ایوب شاہ کے ذرائع لامحدود ہیں۔ اور وہ ہر قسم کی خبر رکھتا ہے۔ لیکن اس پراسرار شخصیت کی مخفی طاقت کے بارے میں کسی نے کوئی سوال نہ کیا۔ کیونکہ اس کی سپرنیچرل طاقت کا اب ہر ایک کو یقین ہو چکا تھا اور وہ اس کی اصلیت جاننے کے بارے میں عجلت سے کام نہیں لینا چاہتے تھے کہ کہیں ایوب شاہ ناراض نہ ہو جائے۔ پروگرام یہ تھا کہ رحیم، سلومی اور ایوب شاہ سری نگر چلے جائیں تاکہ شیخو بابا کی بے چینی ختم ہو اور باپ بیٹے کی ملاقات جلد سے جلد ہو تاکہ ان کے سینے کی آگ کو بجھایا جا سکے۔

marfat.com

دوسرے دن علی الصبح تمام لوگ بس کے ذریعے بڈگام روانہ ہوئے۔ بڈگام بانڈی پورہ سے ملحق تھا۔ اور ایک سڑک بڈگام سے ہوتی ہوئی سری نگر جاتی تھی۔ لوگوں کا اژدہام شہید کمانڈر کے جنازے میں شرکت کرنے کے لئے بڈگام جارہا تھا۔ پولیس اور فوجی کوئی خاص تعرض نہیں کر رہے تھے کہ کہیں لوگوں کے غصے کی آگ نہ بھڑک اٹھے۔ بہرحال جگہ جگہ بی ایس ایف والوں نے چوکیاں بنا رکھی تھیں اور وہ آنے جانے والوں پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ سلومی نے احتیاطاً نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ رحیم نے مصنوعی داڑھی لگا کر اپنا حُلیہ تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ ایوب شاہ کا کہنا تھا کہ اُس کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اُس نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے مخالفت نہیں کی تھی کیونکہ اسے ڈر تھا کہ اس کی غیر مرئی طاقت سے پریشان نہ ہوں۔ پہلے ہی اس کی کارروائیوں سے یہ لوگ خائف نظر آتے تھے۔ بڈگام بس سٹاپ پر عاصم اتر گیا لیکن رحیم سلومی اور ایوب شاہ نے سفر جاری رکھا۔

بڈگام میں جموں و کشمیر سے لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔ جنازے میں ہزاروں لوگ شریک ہوئے۔ ہر طرف چیخ و پکار اور گریہ زاری تھی۔ ظالمو! جواب دو۔ خون کا حساب دو۔ آزادی، آزادی لے کے رہیں گے آزادی۔ ہندوستانی کتے ہائے ہائے۔ جارح فوج مردہ باد۔ استعمار مردہ باد۔ غاصبو نکل جاؤ۔ ہم کیا چاہتے ہیں آزادی! کے نعروں سے در و دیوار گونج رہے تھے۔

عاصم مظاہرین کے جوش و خروش کو دیکھ کر حیران تھا۔ اب تک وہ جن علاقوں میں بھی گیا تھا۔ ہندوستان کے خلاف اسے ہر جگہ نفرت ہی نظر آئی۔ کہیں بھی اُسے ہندوستانی اقتدار اعالیٰ کے حق میں کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب ہندوستانی اقتدار اور سنگھاسن زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا۔ جلد یا بدیر ہندوستان کو کشمیریوں کو استصواب رائے کے ذریعے کو یہ حق دینا ہوگا کہ وہ اپنی قسمت کا فیصلہ کریں۔ تدفین کے بعد لوگ نعرے لگاتے ہوئے گھروں کو چلے گئے۔ تو عاصم بھی بس کے انتظار میں سڑک پر آ کھڑا ہوا۔ اتنے میں ایک فوجی جیپ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ میجر سنگرام سنگھ

marfat.com

دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

ہیلو! مسٹر عاصم! آخر آپ نے جموں کی جیلوں سے رہائی پالی ہے اور دوبارہ کشمیر کے روڈ میپ دیکھنے آ نکلے ہو..... سنگرام سنگھ نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔

ہاں میجر سنگرام سنگھ! اس روڈ میپ میں ہر جگہ میں نے آپ لوگوں کے خلاف آوازیں سنی ہیں۔ کشمیریوں کا خون بہتا ہوا دیکھا ہے۔ لگتا ہے یہ بغاوت دبنے والی نہیں ہے..... عاصم نے بلند آواز سے کہا۔

مسٹر عاصم! اب کشمیریوں کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ یہ آوازیں اب خود بخود بند ہو جائیں گی۔ پاکستان اور ہندوستان کی سرحد پر باڑیں لگائی جارہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان جنگ بندی لائن کو حد متارکہ تسلیم کرنے پر تیار ہے۔ اب اگر وادیوں کے لئے سوائے ہتھیار ڈالنے کے کوئی چارہ نہیں۔ پاکستان بھی دہشت گردی کے خلاف ہندوستان کے ساتھ کھڑا ہو گیا ہے۔ اب اگر لوگ پھر بھی آواز بلند کریں گے تو ان کی آوازوں کو کچل دیا جائے گا..... سنگرام سنگھ نے رعونت سے کہا۔

آپ کچھ بھی کہیں۔ کشمیریوں کو آزادی آپ کو دینا پڑے گی۔ چاہے آپ امن و شانتی سے ان کے اس حق کو تسلیم کریں یا مارٹر گولے یا گولیاں چلا کر کشمیری آزادی سے کم کسی فیصلہ کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے..... عاصم نے بیباکی سے جواب دیا۔

لگتا ہے کشمیریوں کا رنگ آپ پر بھی غالب آ گیا ہے۔ اس لئے آپ ان کی بولی بولنے لگے ہیں..... سنگرام سنگھ نے طنزیہ کہا۔

میں وہی کہتا ہوں جو میں دیکھتا ہوں۔ ایک صحافی کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ وہ حق بات کہے۔ غلط بیانی یا واقعات کی غلط تصویر پیش نہ کرے۔ میرا تجزیہ یا باتیں آپ کو بُری لگتی ہیں تو اس میں میرا قصور نہیں..... عاصم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

ارے عاصم صاحب! آپ ناراض نہ ہوں۔ آئیں جیپ میں بیٹھیں۔ میں بھی اب سری نگر جارہا ہوں۔ آپ کو تاج ہوٹل ڈراپ کردوں گا..... سنگرام سنگھ نے پیشکش کی۔

عاصم نے انکار نہیں کیا۔ اُسے سرینگر جانے کی عجلت تھی۔ لوگوں کا رش دیکھ کر اس کا خیال

marfat.com

تھا کہ اُسے بس میں جگہ نہیں ملے گی۔ اس لئے وہ خاموشی سے جیپ میں بیٹھ گیا۔ جیپ تیزی سے سری نگر کی طرف دوڑنے لگی۔

آپ اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ آئیں کسی دن پروگرام بنائیں۔ آپ کو گلبرگ، ٹن مرگ پہل گام، ویری ناگ، اچھا بل اور گاندربل اور سون مرگ کے حسین مقامات دکھائیں۔ کشمیر کے اصل روڈ میپ تو یہ ہیں جن کا مرقع مسلمانوں کی جنت، انہی مقامات کو دیکھنے کی خواہش میں پاکستان اور ہندوستان کے نوابزادے، زمیندار اور افسر شاہی اور وڈیرے مرے جاتے ہیں۔ اور آپ ہیں کہ کشمیر میں رہتے ہوئے بھی کشمیری کے شاہکاروں کو دیکھنے کی نعمت سے محروم ہیں ..... سنگرام سنگھ نے ایک لمبی سانس کھینچتے ہوئے کہا۔

آپ دعوت دیں گے تو میں ضرور ان مقامات کو دیکھنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ گلبرگ اور پہل گام جانے کا کئی بار خیال آیا۔ لیکن حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ آپ نے تو جیلوں کی سیر کرا دی ہے۔ نجانے اس پیشکش کے پیچھے آپ کے کیا مقاصد ہیں۔ کہیں پھر کسی بیرک میں بند نہ کر دیں..... عاصم نے ازراہ تفنن کہا۔

ارے نہیں مسٹر عاصم! تم نے مجھے معاف نہیں کیا۔ ارے بھلے مانس جب ہندوستان اور پاکستان مخاصمت کے باوجود دوستی کی پینگیں بڑھا سکتے ہیں تو ہم تم کیوں نہ دوستی کا ہاتھ بڑھائیں..... سنگرام سنگھ نے ٹھٹھا مارتے ہوئے کہا۔

دوستی میجر صاحب اسی وقت ہو سکتی ہے جب آپ ظلم و تشدد اور بربریت کے طریقے چھوڑیں۔ لوگوں کی عزتوں سے کھیلنا بند کریں۔ آپ کا اور ہندوستان کا وقار اسی وقت بڑھ سکتا ہے۔ آپ لوگوں نے خون کی جو ہولی کھیلنا شروع کر رکھی ہے۔ کشمیری آپ پر اعتماد نہیں کرتے..... عاصم نے بیباکی سے کہا۔

ارے دوست جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے۔ خیر چھوڑو اس بات کو مجھے یہ بتاؤ کہ سلومی سے ملاقات ہوئی یا نہیں۔ بڑی حسین چیز ہے۔ میں تو اس کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔ نجانے کم بخت کہاں غائب ہو گئی ہے..... سنگرام سنگھ نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

marfat.com

سنگرام سنگھ! اس کا نام بھی اپنے ناپاک ہونٹوں پر لاؤ..... عاصم نے غصے سے کہا.....
سلومی کے بارے میں سنگرام سنگھ کے ہوسناک الفاظ سن کر اس کا چہرے سرخ ہو گیا تھا۔
تم تو ایسے طیش کھا رہے ہو جیسے وہ سالی تمہاری کچھ لگتی ہے..... سنگرام سنگھ نے خونخوار آنکھوں سے عاصم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں! سنگرام سنگھ آپ کی اطلاع کے لئے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ میری بیوی ہے ..... عاصم نے درشتگی سے کہا۔

سنگرام سنگھ اس اطلاع پر بوکھلا گیا۔ اُس نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اپنے کیس سے پستول نکالنے کی کوشش کی۔ عاصم اس کے خوفناک ارادے کو بھانپ چکا تھا۔ اس نے جھپٹ کر اس کے پستول کو چھین لیا۔ سٹیئرنگ پر ہاتھ ہونے کی وجہ سے سنگرام سنگھ کی گرفت کمزور تھی اس لئے اس چھینا جھپٹی میں عاصم کامیاب رہا۔ اتفاق سے پستول لوڈ تھا۔ عاصم نے اِدھر اُدھر دیکھا سڑک پر کوئی فوجی ٹرک یا گاڑی موجود نہیں تھی۔ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس نے سنگرام سنگھ کی چھاتی پر فائر کھول دیا۔ خون کا فوارہ سنگرام سنگھ کے جسم سے پھوٹ پڑا۔ اس کی گرفت سٹیئرنگ پر کمزور پڑ گئی۔ اس سے پہلے کہ گاڑی کنٹرول سے باہر ہوتی۔ عاصم نے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ جیپ پل سے ٹکرا کر الٹ گئی۔ عاصم کو باہر گرتے ہوئے کچھ چوٹیں آئیں لیکن اُاس نے پرواہ نہیں کی۔ اُس نے سڑک پر اٹھ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک تیز رفتار کار اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔

آیئے عاصم صاحب! اندر آ جائیں..... ایوب شاہ کی آواز نے اُسے بھونچکا کر دیا۔
عاصم کار میں بیٹھ گیا۔ اور کار فراٹے بھرتی ہوئی سری نگر کی طرف روانہ ہوئی۔
میرا خیال تھا کہ بڈگام میں رش ہونے کی وجہ سے آپ کو ٹرانسپورٹ کا مسئلہ درپیش ہوگا۔ اس لئے میں رحیم اور سلومی کو ان کے باپ سے ملاقات کروانے کے بعد آپ کو لینے چلا آیا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں جائے حادثہ پر موقع پر پہنچ گیا..... ایوب شاہ نے کار ڈرائیونگ کرتے ہوئے کہا۔

marfat.com

سنگرام سنگھ نے مجھے اشتعال دلانے کی کوشش کی تھی۔ اس نے سلومی کے بارے میں نازیبا الفاظ کہے جو میں برداشت نہیں کر سکا..... عاصم نے صورتحال کی وضاحت کی۔
اچھا ہوا وہ ذلیل مارا گیا اس ظالم کا مارا جانا ہی مناسب تھا۔ خس کم جہاں پاک۔ آپ نے ٹھیک کام کیا ہے۔ ہزاروں روحیں آپ کو دعائیں دیں گی۔ اس ظالم نے کشمیریوں پر بے حد ظلم کیے ہیں۔ اللہ نے اس کا خاتمہ آپ کے ہاتھوں لکھا ہوا تھا۔ آپ نے مجاہدوں جیسا کام کیا ہے۔ میں تو آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ ایوب شاہ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔
عاصم کے لبوں پر تبسم کھیلنے لگا۔ ایوب شاہ کی باتوں نے اس کے اندر حوصلہ پیدا کر دیا تھا۔ اس کے حواس بحال ہو چکے تھے۔ ایک ظالم اور بدکار روسیاہ انسان اس کے ہاتھ مارا گیا تھا۔ اس کا سینہ فخر سے پھول گیا۔ اُس نے ایوب شاہ کی طرف دیکھا جو اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں پر بھی فاتحانہ چمک ابھری۔
ایوب شاہ میں نے اپنی عزت پر حملہ ہوتے دیکھا۔ تو میری غیرت جاگ اٹھی۔ اس لئے میں اُسے ہلاک کر دیا۔ اب میں سوچتا ہوں کہ کشمیریوں کے دل پر کیا بیتتی ہے۔ جب ان کی دن دھاڑے عزتیں لوٹی جاتی ہیں۔ ان کے عزیزوں کو قتل کیا جاتا ہے ان کے گھروں کو آگ لگائی جاتی ہے۔ انہوں نے اگر ظلم و زیادتی اور بربریت کی بنا پر ظالم غاصبوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں۔ تو وہ حق بجانب ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے بھی اس کار خیر میں حصہ لیا ہے۔
یہ کہتے ہوئے عاصم کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ کار سری نگر کی حدود میں داخل ہو چکی تھی اور تیزی سے لال چوک کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جہاں حماد کا گھر تھا جہاں خوشیوں کی خیرات بٹ رہی تھی۔ جہاں مسرتوں کے چراغ روشن تھے۔ جہاں بھیگی ہوئی آنکھیں خوشی سے تمتا رہی تھیں جہاں بچھڑے ہوئے گلے مل کر اپنے ارمان پورے کر رہے تھے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ایک اور ابتلا اور آزمائش کا دور آ رہا ہے۔ سانحے پوچھ کر تو نہیں آتے۔ اس لئے رونے کا کیا فائدہ۔ ہر غم کے بعد کچھ گھڑیاں اگر دل کی بھڑاس نکال لی جائے تو

marfat.com

بہتر ہے۔ ورنہ حبس زیادہ ہو جاتا ہے۔ دوسروں کو مارنے والے جب خود ماتم کرتے ہیں تو دل کو تسکین ملتی ہے کہ چلو اچھا ہے ان کے گھر بھی ماتم ہے ان کی مائیں بہنیں بھی ہماری طرح ماتم کناں ہوں گی۔

سانحہ نہیں ٹلتا سانحے پہ رونے سے
حبس جاں نہ کم ہو گا بے لباس ہونے سے
اب تو میرا دشمن بھی میری طرح روتا ہے
کچھ گلے تو کم ہوں گے ساتھ ساتھ رونے سے
حادثات پیہم کا یہ مآل ہے شاید
کچھ سکون ملتا ہے اب سکون کھونے سے
کس ہنر سے یاروں نے داستان رقم کر لی
میرے خونِ دل میں ہی انگلیاں ڈبونے سے

(پیرزادہ قاسم)

marfat.com

خوابِ خوش آئند

عاصم اور سلومی اشبر نشاط میں شیخو بابا کے دوست عبدالرحمٰن کے گھر مقیم تھے۔ جہاں شیخو بابا رحیم کے مل جانے پر خوش سے پھولے نہ سماتے تھے۔ انہیں عاصم کے ہاتھوں سنگرام سنگھ کے مارے جانے پر بھی خوشی تھی لیکن صبح کے اخباروں میں سنگرام سنگھ کے بچ جانے کی خبر نے ان سب کو تشویش میں مبتلا کر دیا۔ ایوب شاہ نے اپنے ذرائع سے معلوم کیا اور سنگرام سنگھ کے زندہ بچ جانے کی خبر کی تصدیق کی۔ اُس کے بیان کے مطابق سنگرام سنگھ کو جیپ الٹ جانے کی وجہ سے سر میں شدید چوٹ آئی تھی اسی لئے وہ ملٹری ہسپتال میں ابھی تک بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کے سینے سے گولی نکالی جا چکی تھی جس کی وجہ سے فوجی حلقوں میں اس کے بچ جانے کی قوی امید موجود تھی۔

اگر وہ ظالم ہوش میں آ گیا تو عاصم آزادانہ گھوم پھر نہیں سکتا۔ اس کی گرفتاری کے لئے چھاپے مارے جائیں گے اور ہمارے لئے حالات بد سے بدتر ہو جائیں گے...... شیخو بابا نے اپنی تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

بابا! آپ لوگوں کے ساتھ میں مجاہدین کے خفیہ ٹھکانوں پر چلا جاؤں گا مجھے آزادانہ گھومنے پھرنے کی زیادہ خواہش نہیں۔ صحافت نہ سہی میں آپ کے ساتھ جہاد میں حصہ لے کر ثواب کماؤں گا۔ اور ظالم بھارتی افواج کا مقابلہ کروں گا...... عاصم نے شیخو بابا کی پریشانی بھانپتے ہوئے کہا۔

بابا! عاصم ٹھیک کہتے ہیں۔ عاصم نے کپواڑہ میں بھی فوجی محاذ پر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اب سنگرام سنگھ پر حملہ آور ہو کر اس نے اپنی بہادری کی دھاک بٹھا دی ہے مجاہدین کی صف میں ان کی شمولیت ہمارے لئے تقویت کا باعث ہوگی...... سلومی نے اپنے میاں عاصم کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

ہاں بھئی! آپ اپنے میاں کی تعریف ضرور کریں گی لیکن آپ جانتی ہیں کہ جس قدر کٹھن زندگی ہم گذار رہے ہیں عاصم جیسے صحافی بھی کے لئے یہ انتہائی تکلیف دہ ہوگی۔ ویسے

marfat.com

بھی وہ قلمی جہاد کر رہے ہیں۔ اس میدان میں ہمارے ہاں لکھاریوں کی سخت کمی ہے جو ہماری کاز کو پراجیکٹ کر سکیں میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے ایک بھاری نقصان ہوگا...... رحیم نے اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

دعا کریں۔ ظالم سنگرام سنگھ کبھی ہوش میں نہ آئے ورنہ ہم سب مارے جائیں گے۔ سنگرام سنگھ خواہ کمانڈر نہ بھی رہے لیکن اس کا محض حملہ آور کا نام بتا دینا ہی عاصم اور ہمارے خاندان کو مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ فوج سنگرام سنگھ کی نشان دہی پر ہمیں بھوکے بھیڑیے کی طرح تلاش کرے گی...... شیخو بابا نے خطرات کی بو سونگھتے ہوئے کہا۔

شیخو بابا کے اندیشے درست ہیں۔ سنگرام سنگھ نے اگر ہوش میں آنے کے بعد عاصم کا نام بتا دیا تو اسکی گرفتاری کے لئے سری نگر اور اس کے قرب و جوار میں فوج حرکت میں آ جائے گی اور ہمارے لئے ایک نئی آفت آ جائے گی۔ آپ لوگوں کا یہاں سے نکل جانا بھی مشکل ہوگا...... عبدالرحمٰن نے شیخو بابا کے خیال سے اتفاق ظاہر کیا۔

آپ لوگ یونہی گھبرا رہے ہیں۔ اول تو سنگرام سنگھ کے ہوش میں آنے کی امید کم ہے۔ لیکن خدانخواستہ وہ ہوش میں آ گیا تو آپ فکر نہ کریں میں اُسے کچھ کہنے سے پہلے ہی جہنم رسید کر دوں گا...... ایوب شاہ نے سب کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہا۔

ایوب شاہ یہ کام اتنا آسان نہیں فوج کے پہرے میں ہسپتال میں داخل ہو کر سنگرام سنگھ کو نقصان پہنچانا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے...... شیخو بابا نے کہا۔

بابا...... آپ ایوب شاہ کی پراسرار قوت سے واقف نہیں۔ اس لئے آپ یہ بات کہہ رہے ہیں۔ ان کے سامنے کوئی کام مشکل نہیں۔ بعض اوقات میں تو ان کی پراسرار کاروائیاں دیکھ کر انہیں فوق البشر سمجھنے لگتا ہوں مجھے تو اب یہ شک ہونے لگا ہے کہ انسان بھی ہیں یا نہیں...... رحیم نے ہنستے ہوئے کہا۔

آپ نے ہمارے دل کی بات کہی ہے۔ مجھے بھی ایوب شاہ سے ڈر لگنے لگا ہے۔ میں تو انہیں کوئی جن سمجھتا ہوں...... عاصم نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

ارے بھائی! میں جن دن نہیں۔ آپ خواہ مخواہ ان الجھنوں میں مبتلا نہ ہوں مجھے اپنا کام

marfat.com

کرنے دیں۔اور بے جا خدشات میں مبتلا نہ ہوں...... ایوب شاہ نے قہقہہ لگا کر بات مذاق میں اڑا دی۔

میرے خیال میں ہمیں سنگرام سندھ کے ہوش میں آنے سے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہیے...... سلومی نے رائے ظاہر کی۔

ہاں بیٹی! تم ٹھیک کہتی ہوں۔ میں اور رحیم سوپور کے راستے پیر پنجال اپنے اڈوں کی طرف چلے جائیں گے۔آپ کا کیا پروگرام ہے بیٹی کیا تم بھی ہمارے ساتھ جاؤ گی...... شینخو بابا نے پوچھا۔

نہیں بابا! عاصم صاحب کشمیر کا وہ راستہ دیکھ چکے ہیں۔ میں انہیں روڈ میپ کے ایک نئے راستے پر لے جانا چاہتی ہوں۔ہم پہلے گلمرگ جائیں گے اور وہاں سے توسہ میدان سے ہوتے ہوئے پونچھ کے راستے پیر پنجال کی طرف چلے جائیں گے۔اور آپ سے آملیں گے...... سلومی نے اپنے پروگرام کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

بات چیت ختم ہونے کے بعد ایوب شاہ اپنے مشن پر روانہ ہوگیا۔شینخو بابا اور رحیم نے سوپور کا رخ کیا۔ عاصم اور سلومی اشبر نشاط سے نکلنے کی تیاریاں کرنے لگے لیکن اس دوران اشبر نشاط، شالیمار اور اس کے نواحی علاقے کو راشٹریہ رائفل فورسز نے اپنے محاصرے میں لے لیا۔ایس او جی یعنی سپیشل آپریشنز گروپ کے اہل کار فوج کی معاونت کر رہے تھے۔اشبر نشاط علاقے سے 6 لڑکیوں کو حراست میں لے کر نہ معلوم ٹارچر سیل میں منتقل کر دیا گیا۔ علاقے میں یہ خبر پھیلتے ہی کہرام برپا ہو گیا۔مظاہرے شروع ہو گئے۔نوجوانوں نے طیش میں آ کر سڑکیں بند کر دیں اور تمام نقل وحمل کا نظام درہم برہم ہوگیا۔فوج کے ساتھ عوام کا براہ راست تصادم شروع ہوگیا۔

لگتا ہے سنگرام سنگھ نے ہوش میں آنے کے بعد عاصم اور سلومی کے بارے میں تمام تفصیلات حکام کو بتادی ہیں اسی لئے خواتین کی پکڑ دھکڑ شروع ہے...... عبدالرحمن نے خدشہ ظاہر کیا

آپ کا خیال درست ہے لڑکیوں کی گرفتاریاں بے معنی نہیں ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ امیرا کدل اور اسکے گردونواح میں یہ اپریشن کیا جارہا ہے اور سلومی کے شبے میں متعدد لڑکیوں

marfat.com

کو گرفتار کر لیا گیا ہے...... عاصم نے عبدالرحمٰن کے خدشات کی تصدیق کی۔
میں آپ سے متفق نہیں یہ صرف لوگوں کو ہراساں کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ ویسے بھی بی ایس ایف فورسز اور راسٹریہ رائفلز کے بدقماش آفیسران مظلوم کشمیری عورتوں کی عصمت دری کے مرتکب ہیں۔ یہ اخلاق باختہ لوگ کشمیریوں کو مشتعل کر کے ان کے خلاف بڑے پیمانے پر فوجی کاروائی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انہیں میرے یا عاصم کے خلاف کاروائی کرنا ہوتی تو انہیں صرف ہمیں تلاش کر کے گرفتار کرنا چاہیے تھا۔ وہ معصوم لڑکیوں یا خواتین کو کیوں گرفتار کر رہے ہیں مجھے تو ان کے ارادے ٹھیک نہیں دکھائی دیتے......
سلومی نے اندیشہ ظاہر کیا۔
اشبر نشاط، شالیمار اور اس کے نواحی علاقوں میں حالات اس قدر کشیدہ ہو گئے تھے کہ علاقہ میدانِ کارزار دکھائی دیتا تھا۔ اِدھر سنگرام سنگھ کے ساتھ ہسپتال میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس سے بھارتی فوجیوں میں خوف و ہراس مزید پھیل گیا تھا۔ سنگرام سنگھ ملٹری ہسپتال میں تیزی سے روبصحت تھا۔ ڈاکٹر مسلسل اس کو ہوش میں لانے کے لئے مصروف عمل تھے۔ جس دن سنگرام سنگھ ہوش میں آیا اور اس نے آنکھیں کھولیں انٹیلی جنس ایجنسی کا ایک سینئر اہل کار اس کا بیان لینے ہسپتال پہنچ گیا۔ سنا ہے کہ جونہی سنگرام سنگھ نے بیان دینے کے لئے منہ کھولا۔ ایک کوبرا سانپ اس کے بستر پر نمودار ہوا اور اس نے اس کے پاؤں پر ڈنک مارا اور تیزی سے پھنکارتا ہوا غائب ہو گیا۔ موقع پر موجود میڈیکل عملہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ سنگرام سندھ دہشت ہی سے دوبارہ بے ہوش ہو گیا اور پھر ہوش میں نہ آ سکا۔ ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ اگرچہ اس واقعہ کو چھپانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اخبارات کو ہسپتال کے ذرائع سے یہ خبر مل گئی اور اخبارات نے شہ سرخیوں سے یہ خبر شائع کر دی۔ ایوب شاہ نے بھی آ کر سنگرام سنگھ کی ہلاکت کی خبر مزے لے کر سنائی۔
آپ لوگ اب مطمئن رہیں۔ سنگرام سنگھ مر چکا ہے اور اب واپس نہیں آئے گا......
ایوب شاہ نے چہکتے ہوئے کہا۔ لیکن یہ سانپ والی کیا بات ہے...... سلومی نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

marfat.com

آپ گھبرائیں نہیں۔ میرے پاس ہزاروں سانپ ہیں۔ ہسپتال میں سیکورٹی کی وجہ سے میں وارڈ میں اندر نہیں جا سکتا تھا۔ اس لئے یہ کام میں نے اپنے سانپ سے لیا ہے۔ آپ جانتے ہیں میں ان کاموں میں ماہر ہوں...... ایوب شاہ نے فخر سے سینہ پھیلاتے ہوئے کہا۔

آپ کن کن کمالات کے مالک ہیں۔ ہم تو ابھی تک ان کمالات کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو رہے ہیں۔ اب یہ محیّر العقول واقعہ پیش آیا ہے سچ جانیے تو ہم آپ کو سمجھنے سے قاصر ہیں بھائی!...... عاصم نے حیرانی سے پوچھا۔

آپ لوگ اپنے ذہنوں پر زیادہ دباؤ نہ ڈالا کریں۔ بس دیکھتے رہا کریں کہ آپ کا دوست اور مہربان آپ کے لئے کیا کرتا ہے۔ آپ لوگوں کو آم کھانے سے غرض ہونا چاہیے۔ پیڑ گننے سے نہیں...... ایوب شاہ نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا۔

بھائی! ہم آپ کے کمالات دیکھ کر آپ کے مرید ہو گئے ہیں۔ اب آپ ہمیں بتائیں کہ باہر جو شور شرابہ اور ہنگامہ کھڑا ہے ہم ان حالات میں کیا کریں...... سلومی نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

آپ جہاں جانا چاہتے ہیں بے دھڑک چلے جائیں۔ ان ہنگاموں میں آپ کے لئے نکلنا آسان ہے۔ صرف آپ بھیس بدل لیں۔ فوجی وردی پہن لیں۔ سوزوکی کا میں بندوبست کر لوں گا۔ میجر نریش کی سوزوکی میری نظروں میں ہے۔ سوزوکی کا ڈرائیور بن کر آپ کو یہاں سے کمال مہارت سے نکال لے جاؤں گا۔ کہ فوجیوں کے سارے ناکے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے...... ایوب شاہ نے اپنا پلان بتاتے ہوئے کہا۔

واقعی جو ایوب شاہ نے کہا اس پر عمل کیا۔ نجانے وہ کہاں سے بھارتی فوجیوں کی وردیاں لے آیا۔ جو اُس نے خود اور عاصم کو پہنائیں۔ سلومی کے لئے بھی ایک کیپٹن نرس کی وردی کا بندوبست کیا گیا۔ تھوڑی دیر میں ایوب شاہ سوزوکی لے کر آ گیا۔ عبدالرحمٰن نے ان سب لوگوں کو الوداع کہا اور سوزوکی تیزی سے اشبر نشاط کی حدود سے فوجی ناکوں کے باوجود نکلنے میں کامیاب ہو گئی۔ کسی فوجی چوکی پر کسی سے ان کو روکنے کی کوشش نہیں کی بلکہ

marfat.com

الٹا انہیں سیلوٹ مارے گئے۔ اور بیریئر ہٹا کر انہیں جانے کی اجازت دی گئی۔

ہمیں ایوب شاہ جیسا زیرک اور ہر فن مولا مصاحب مل گیا ہے اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے ہمیں کوئی خطرہ درپیش نہیں...... عاصم نے ہنستے ہوئے کہا۔

گلمرگ وادی کی طرف سوزوکی تیزی سے سرپٹ دوڑتی چلی جارہی تھی۔ گلمرگ وادی سری نگر سے تقریباً 31 میل مغرب کی جانب ہے۔ اس کی بلندی 8500 فٹ کے لگ بھگ ہے۔ مغل شہنشاہ گرمیوں میں اس تفریح گاہ پر آکر ٹھہرتے تھے۔ برطانوی راج میں بھی گلمرگ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ جہاں برطانوی سپاہی سیر وتفریح کے لئے بڑی تعداد میں آکر گرمیوں کے دن گذارتے۔ پیر پنجال کا یہ صحت افزا مقام ان کے لئے نہایت کشش اور دلچسپی کا حامل تھا۔ ہر طرف چیڑ کے درختوں کی لمبی قطاریں بچھی ہوئی تھیں۔ گلمرگ کا مین بازار جو کسی وقت کھچا کھچ بھرا ہوتا تھا۔ اب اس پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ تاہم کچھ سپاہی اور بھارتی فوجی اور ان کی بیگمات شاپنگ کرتے نظر آرہے تھے۔

ایک ریستوران میں انہوں نے سوزوکی روک کر کھانا کھایا اور وہیں رات ٹھہرنے کا پروگرام بنایا۔ ایوب شاہ حالات کا جائزہ لینے کے بہانے رات کو بھی کچھ دیر کے لئے غائب رہا۔ لیکن سلومی اور عاصم کپڑے بدل کر رومان پرور زندگی میں کھو گئے۔ شکر ہے اس رومان پرور وادی میں ہمیں بھی سکون کے چند سانس لینا نصیب ہوئے ہیں...... عاصم نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہی۔

واقعی ہم خوش نصیب ہیں کہ ہمیں ایسے لمحات میسر آئے ہیں۔ ورنہ کشمیری اس نعمت سے محروم ہیں۔ ایک بات بہر حال میں کہنے سے نہیں رہ سکتی کہ یہ لمحات عارضی ہیں۔

یہ جو محبوب بنا تری تنہائی کا
یہ تو مہمان ہے گھڑی بھر کا، چلا جائے گا
اس سے کب تیری مصیبت کا مداوا ہوگا
مشتعل ہو کے ابھی اٹھیں گے وحشی سائے
یہ چلا جائے گا، رہ جائیں گے باقی سائے

marfat.com

آپ قنوطی ذہن کی مالک ہیں کبھی تو امید افزا باتیں کیا کریں۔ انشاء اللہ یہ ابتلا کے دن جلد ختم ہو جائیں گے۔ خوشی کی گھڑیاں ضرور آئیں گی۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مذاکرات سے ایک امید کی شمع روشن ہوئی ہے...... عاصم نے سلومی کی ہمت بندھاتے ہوئے کہا۔

یہ مذاکرات مسرت کی نوید نہیں عاصم! آپ اس کو ایک وقفہ ضرور کہہ سکتے ہیں۔ آپ ہندو بنئے کی چالوں سے واقف نہیں ہندوستان ان مذاکرات کی آڑ میں قتل عام کر رہا ہے۔ ہر طرف قتل عام ہو رہا ہے۔ اس لئے خوش فہمی کی توقع بے کار ہے...... سلومی نے مایوسی کا اظہار کیا۔

تم ٹھیک کہتی ہو۔ سلومی! لیکن جلد یہ اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ کشمیریوں کی جدو جہد ضرور رنگ لائے گی۔ میں کشمیریوں کے جذبے اور حوصلے دیکھ کر پُر امید ہوں۔ اس وقت دنیا کی نگاہیں ان مذاکرات پر لگی ہوئی ہیں۔ ہندوستان ساری دنیا کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اُسے کچھ نہ کچھ جھکنا پڑے گا۔ واجپائی کے بیانات امید افزا ہیں...... عاصم نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

خدا کرے آپ کے اندازے درست ثابت ہوں ورنہ کشمیری سالوں سے ہندوستان کی نت نئی قلابازیاں دیکھ رہے ہیں ان کی تقدیر میں کوئی خوشگوار صبح نمودار نہیں ہوئی۔ ہر روز نئی قتل گاہ سجتی ہے اور کشمیریوں کا خون بہایا جاتا ہے...... سلومی نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

آؤ! اب سو جائیں تمام دکھوں اور مصیبتوں کو بھول جاؤ۔ اؤ گلے مل کر سہانے خوابوں کی دنیا بسائیں۔ انشاء اللہ یہ اندھیرے جلد ختم ہو جائیں گے...... عاصم نے اپنے بازو پھیلاتے ہوئے سلومی کی گردن کے گرد حمائل کر دیئے۔

تیری نگہہ سے، تجھ کو خبر ہے، کہ کیا ہوا
دل زندگی سے، بارِ دگر، آشنا ہوا
احساس تو نے زیست کا نقشہ بدل دیا
محرومیوں کا یوں تو چمن ہے کھلا ہوا

marfat.com

آپ کو تو ہر وقت شاعری سوجھتی ہے۔ان خوابوں کے چکر سے نکلیں۔حالات ابھی نہیں بدلے۔محرومیاں ختم نہیں ہوئیں بقول ایک شاعر

صبح سفر کا راز کسی پر یہاں نہ کھول
طوفان ہے پانیوں میں ابھی بادبان نہ کھول

سلومی نے دبے الفاظ میں کہا۔سسکیاں اس کے ہونٹوں پہ ابھریں۔لیکن عاصم نے ان ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ کر پرانے زخموں کو مندمل کر دیا۔انجم رومانی کے اشعار اس کے ہونٹوں پر مچل اٹھے۔

موسم کا آہ و نالہ سے اندازہ کیجئے
تازہ ہوا پہ بند نہ دروازہ کیجئے
بہلائیں دل کو خواب خوش آئند سے نہ کیوں
کیا فائدہ کہ زخم کہن تازہ کیجئے

(انجم رومانی)

marfat.com

اک جنگل ہے گھنیرا، گہرا

گلمرگ میں دو دن قیام کے بعد عاصم اور سلومی نے ایوب شاہ کے ساتھ اپنے سفر کا آغاز تو نسہ میدان کی طرف شروع کیا۔ فیروز پور نالہ عبور کرنے کے بعد ان لوگوں نے اپنا بہروپ بھی ختم کر دیا۔ فوجیوں کی وردیوں کو نالے میں بہا دیا گیا۔ سنگرام سنگھ جہنم رسید ہو چکا تھا۔ اس لئے عاصم بے خوف ہو کر صحافی کی حیثیت کو برقرار رکھ سکتا تھا۔ سلومی نے نقاب اوڑھ لیا تھا۔ ایوب شاہ نے تاہم ایک نیا روپ اختیار کر لیا وہ ریشی بابا بن بیٹھا۔ سیاہ وسفید اون کے امتزاج سے بنا ہوا دھاری دار چوغہ اُس نے زیب تن کر لیا۔ یہ لباس اکثر درویش پہنتے تھے۔ تینوں گھوڑوں پر سوار ڈھلوانوں سے گزرتے ہوئے 1500 فٹ کی بلند برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیوں کا نظارہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ تو نسہ میدان بلند سطح مرتفع ہے جہاں لہراتے ہوئے گھاس کے میدان میلوں دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ چراگاہ پیر پنجال کے سلسلہ ہائے کوہ پر واقع ہے۔ جہاں جہاں سے یہ لوگ گذرتے۔ لوگوں کا ہجوم ریشی بابا کے گرد جمع ہو جاتا۔ بارل کے مقام پر بھی لوگوں کے جم غفیر نے ایوب شاہ کو گھیر لیا۔ ایک بزرگ نے دہائی دی۔

ریشی بابا! بھارتی فوجیوں نے مظالم کی حد کر دی ہے۔ رتن پیر سے بہرام گلہ تک تمام راستے لوٹ مار کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو بھارتی فوج بے دریغ قتل کر رہی ہے۔ آپ ہمارے حق میں دعا کریں۔

ایک خاتون نے فریاد کی۔

ریشی بابا! میں لٹ گئی برباد ہو گئی ہوں۔ بھارتی فوجیوں نے میرے بیٹے کو اغوا کر لیا ہے۔ وہ اسے قتل کر دیں گے۔ خدارا اس کے حق میں دعا کریں۔ مجھے میرا بیٹا مل جائے۔ میری آنکھوں میں نیند اور دن کا چین ختم ہو گیا ہے۔ میرا یہی بیٹا واحد سہارا ہے۔ اگر اُسے کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گی ...... عورت یہ کہتے ہوئے دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور ایوب شاہ کے قدموں میں گر گئی۔ ایوب شاہ نے اُسے اٹھایا اور تسلی دی۔

marfat.com

جا بیٹا! تیری پریشانی کا دور ختم ہو گیا ہے اب فکر نہ کر تیرے دکھ کے دن بیت گئے ہیں۔کل شام تک تیرا بیٹا تیرے گھر آ جائے گا۔عورت یہ سن کر نہال ہو گئی۔خوشی کے آنسو اس کی آنکھوں میں اُمڈ آئے وہ ایوب شاہ کے ہاتھوں کو چومنے لگی۔

آپ میرے گھر چلیں۔ریشی بابا! آج آپ میرے مہمان ہیں۔آپ نے مجھے ایسی خوش خبری سنائی ہے۔مجھے یقین ہے آپ جیسے عظیم اور برگزیدہ ہستی کی آواز فلک پر میرا مولا ضرور سنے گا۔میرا بیٹا مجھے ضرور مل جائے گا۔آپ کی پیشانی بتا رہی ہے کہ آپ ولی اللہ ہیں۔آپ کی کہی ہوئی بات غلط نہیں ہو سکتی۔

عورت ریشی بابا کے گھوڑے کی زین پکڑ لی اُسے اپنے گھر کی طرف لے جانے لگی تو ایوب شاہ نے جانے کے لئے پس و پیش نہ کیا۔

اری بھگوان! میرے ساتھ یہ دو مہمان اور ہیں کیوں خواہ مخواہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالتی ہے۔

میں آپ پر قربان! آپ کے مہمان میرے بھی مہمان ہیں۔ریشی بابا میں اتنی گئی گزری نہیں۔صاحب جائیداد ہوں۔چار مربعوں کی مالک ہوں مجھ سے جو خدمت ہو سکی کروں گی۔لیکن آپ خدارا انکار نہ کریں۔چار و ناچار ایوب شاہ اس عورت کے ساتھ اس کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔لوگوں کا ہجوم بھی ان کے ساتھ چل نکلا۔عورت کے گھر کے قریب پہنچ کر ایوب شاہ نے لوگوں کو اپنے گھروں کو جانے کی اپیل کی۔

آپ سب لوگ ہمیں آرام کرنے دیں۔سفر سے ہم لوگ چکنا چور ہو گئے ہیں۔یہ صحافی بھائی ہندوستان سے آیا ہے۔اس کے ساتھ اس کی جورو بھی ہے اس لئے آپ انہیں تنگ نہ کریں میں آپ سے کل ملوں گا۔ریشی بابا کے کہنے پر ہجوم تر بتر ہو گیا۔عاصم اور سلومی نے بھیڑ کے چھٹ جانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

اس عورت نے مہمانوں کی ایک کمرے کی طرف راہنمائی کی۔بیڈ نہایت نفیس اور کشادہ تھا۔زمین پر نرم و گداز گدے بچھے ہوئے تھے اور گدوں پر سفید چادریں بچھائی گئی تھیں۔رضائیاں اور تکیے ایک کونے میں رکھے ہوئے تھے۔مشرقی جانب کمرے میں گاؤ تکیے

marfat.com

لگے ہوئے تھے۔ایوب شاہ نے گاؤ تکیے پر ٹیک لگاتے ہوئے اللہ ہو کا ورد شروع کر دیا۔ عورت باہر چلی گئی شاید وہ کھانے کا انتظام کرنے چلی گئی تھی اس موقع پر عاصم غصے سے پھٹ پڑا۔

ارے شاہ جی! آپ تو سچ مچ کے ریشی بابا بن گئے ہیں۔آپ نے اپنی دوکان خوب چمکائی ہے۔خدا کے لئے یہ ناٹک اب بند کریں...... اور ہاں شاہ جی! آپ نے اس عورت کے گمشدہ لڑکے کے واپس آنے کی پیشن گوئی کر کے خود کو آزمائش میں ڈال لیا ہے۔آپ نے یہ کیا قیامت ڈھادی ہے۔آپ کہاں سے اس لڑکے کو پیدا کریں گے ...... سلوی چلائی

آپ لوگ چنتا نہ کریں۔یہ میرا مسئلہ ہے انشاءاللہ میں اس گتھی کو سلجھانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔اسی طرح سلوی بہن! جس طرح میں نے آپ کے بھائی کو ملوایا ہے۔اسی طرح میں اس عورت کے لڑکے کو بھی اس سے ملوانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔یہ میری وعدہ ہے...... ایوب شاہ نے بڑے اطمینان سے کہا۔

سلوی حیرت سے ایوب شاہ کا منہ تکنے لگی۔اس سے کوئی بات بن نہ پائی۔وہ کہہ بھی کیا سکتی تھی۔واقعی ایوب شاہ نے رحیم بھائی کو ان سے ملوایا تھا حالانکہ وہ اور اس کے باپ اس کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔وہ سمجھتے تھے کہ بی ایس ایف والوں نے رحیم کو ہلاک کر دیا ہے لیکن پھر اچانک یہ معجزہ رونما ہوا۔کیا ایوب شاہ واقعی کوئی خدا رسیدہ بزرگ ہے۔آج تو وہ نقلی ریشی بابا بنا ہوا تھا۔کیا واقعی اس کا شمار اللہ کے برگزیدہ بندوں میں کیا جا سکتا ہے۔یا کیا اس کے پاس کوئی نیچرل سپر پاور ہے۔سلوی کھسیانی ہو کر وہاں سے اٹھ کر رسوئی میں عورت کی مدد کرنے چلی گئی۔کھانا بننے کے بعد تینوں نے اکٹھے مل کر کھانا کھایا اور پیٹ کی آگ بجھائی اس کے بعد ایوب شاہ نے ایک بار پھر پینترا بدلا اور اس عورت سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

اماں! ان لوگوں کا کسی علیحدہ کمرے میں بندوبست کر دو۔میں اس کمرے میں تمہارے لڑکے کے لئے اکیلا چلہ کاٹوں گا......

marfat.com

عاصم اور سلومی ایوب شاہ کا منہ تکنے لگے۔ لیکن انہوں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ ویسے بھی یہ بات ان کے حق میں بہتر تھی۔ ان دونوں میاں بیوی کے لئے خلوت گاہ ہی مناسب تھی۔ گھر کی مالکہ نے فوراً دوسرے کمرے میں عاصم اور سلومی کے لئے آرام دہ بستر لگا دیا۔ رات آرام وسکون سے گزری۔ عاصم اور سلومی وہاں دیر تک ایوب شاہ کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے رہے۔ وہاں اپنے من کی دنیا بھی آباد کرتے رہے۔ کشمیر کے جہنم زار میں چند پُر کیف اور سکون آور لمحات بھی غنیمت تھے۔ دونوں خوابوں کی میٹھی نیند کے مزے لینے لگے۔ دوسرے دن یہ لوگ دیر سے اٹھے۔ عورت ان کے کمرے کے دروازے کو زور زور سے پیٹ رہی تھی۔ جب عاصم نے دروازہ کھولا تو عورت کی زبان سے ہوشربا خبر سننے میں آئی۔ پتہ چلا کہ ریشی بابا اپنے کمرے سے غائب ہیں اور ان کے کمرے میں اس عورت کا بیٹا غلام محمد اُسے سویا ہوا ملا۔ عورت خوشی سے دیوانی ہوتی جا رہی تھی۔

میرے بچو! مجھے میرا بیٹا واپس مل گیا ہے لیکن ریشی بابا! کہاں چلے گئے۔ لوگ باہر کھڑے اُن کا انتظار کر رہے ہیں باہر کہرام برپا ہے میں سمجھی شاید آپ کے کمرے میں نہ ہوں اس لئے میں نے آپ کی نیند خراب کی۔ عورت خوشی سے پاگل بولی جا رہی تھی۔
عاصم اور سلومی بھی ایوب شاہ کے اچانک غائب ہو جانے اور اس عورت کا بیٹا واپس ملنے کی خبر سے حیران وششدر رہ گئے تھے۔ ایوب شاہ کی شخصیت پہلے ہی ان کے لئے معمہ بنی ہوئی تھی۔ اب وہ طلسماتی روپ اختیار کر چکی تھی۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ لوگوں کے اطمینان کے لئے انہوں نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ ریشی بابا انہیں راستے میں ملے تھے۔ انہوں نے ان کی رفاقت قبول کی۔ اس سے زیادہ وہ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ ہجوم جو ریشی بابا سے ملاقات کے لئے جمع ہوا تھا مایوس ہو کر واپس چلا گیا لیکن پھر بھی اکا دُکا لوگ ریشی بابا کی زیارت کے لئے آتے رہے۔
سارے شہر میں حاجراں کے بیٹے کی بازیابی کا چرچا تھا۔ ریشی بابا کے اس عظیم کارنامے کی باتیں ہو رہی تھیں۔ عاصم اور سلومی اس حیرت انگیز واقعہ سے گھبرا کر باربل چھوڑنے کی

marfat.com

تیاریاں کرنے لگے۔ ابھی وہ حاجراں کے گھر سے نکلے ہی تھے کہ انہیں انسپکٹر جنرل پولیس شرما کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ عاصم کو دیکھتے ہی چیخ پڑا۔

ارے عاصم صاحب! آپ یہاں کہاں؟ میں تو ریشی بابا کی کرامت کا سن کر یہاں آیا تھا۔ سارے شہر میں ان کی دھوم پڑی ہوئی ہے۔ سنا ہے وہ آپ کے ساتھ باربل میں داخل ہوئے تھے لیکن اچانک غائب ہو گئے۔ کیا آپ ان کے بارے میں بتا سکتے ہیں...... شرمانے انکوائری کے انداز میں پوچھا۔

سوری مسٹر شرما! میں ریشی بابا کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ ہاں راستے میں وہ ہمیں ملے تھے۔ ان کی رفاقت میں چند میل طے کئے۔ لگتا ہے کوئی خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ اس لئے اپنا کرشمہ دکھا کر غائب ہو گئے۔

ارے عاصم صاحب! آپ کس کرشمہ کی بات کر رہے ہیں۔ حاجراں کا بیٹا غلام محمد بی ایس ایف والوں کی تحویل میں تھا۔ میں نے اسے خود اس کے گھر پہنچایا ہے آپ لوگ اسے اس ریشی بابا کا کمال سمجھ بیٹھے ہیں۔ بہر حال آپ کا یہاں آنا بھی اچنبھے سے خالی نہیں۔ کیا آپ کو علم ہے کہ سنگرام سنگھ کا دیہانت ہو گیا ہے...... شرمانے سوال کیا

ہاں! میں یہ خبر اخبارات میں پڑھ چکا ہوں۔ دراصل میں نے شادی کر لی ہے میں اپنی بیوی کے ساتھ پونچھ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ جہاں مجاہدین اور فوج کے درمیان جھڑپیں روز کا معمول ہیں۔ میں اس بارے میں رپورٹ تیار کرنا چاہتا تھا...... عاصم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

آپ لوگ نجانے کیوں خبروں کے لئے خود کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ آپ نہیں جانتے کہ لوہارا اور پونچھ وادی کا سارا علاقہ کس قدر خطرناک ہے۔ یہاں دہشت گرد قدم قدم پر چھپے بیٹھے ہیں۔ اور آپ ہیں کہ اپنی دھرم پتنی کے ساتھ اس ادق راستے پر چل نکلے ہیں۔ خدا کا خوف کرو بھائی۔ اپنی جان کے پیچھے کیوں ہاتھ دھو کر پڑے ہو۔ جاؤ! واپس سری نگر یا دلی کے کسی ہوٹل میں ہنی مون مناؤ...... شرمانے خبردار کرتے ہوئے کہا۔

شرما یہ وارننگ دے کر چلا گیا اس کی نظر سلومی پر نہیں پڑی تھی کیونکہ سلومی نے شرما کو

marfat.com

دیکھتے ہی اپنے چہرے کو چادر میں چھپا لیا تھا۔ دونوں حاجراں بی بی اور اس کے بیٹے غلام محمد سے اجازت لے کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر عازم سفر ہوئے۔ گھوڑے سرپٹ دوڑتے ہوئے پہاڑوں کے بیچوں بیچ تو نسہ میدان کی طرف بڑھنے لگے۔ سطح مرتفع تو نسہ میدان عبور کرنے کے بعد سرسبز پہاڑی سلسلہ شروع ہوا۔ اور پھر وہ جنوب مغرب کی سمت لوہارا میں داخل ہوئے۔ اب سندھ وادی کی حدود شروع ہو گئی تھی۔ لوہارا کو کشمیر میں سب سے بڑے پرگنہ کی حیثیت حاصل ہے۔ آج کل یہ ضلع لار کے نام سے مشہور ہے۔

ان علاقوں میں ہر طرف گھمسان کا رن تھا۔ مجاہدین اور بی ایس ایف بٹالین کے بھارتی سپاہی ایک دوسرے پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ عاصم اور سلومی کے گھوڑوں کی رفتار سست ہو چکی تھی۔ شیلنگ اس قدر زوردار تھی کہ انہیں گھوڑوں سے اتر کر بھاگ کر پہاڑی کی اوٹ میں پناہ لینا پڑی۔ آرمی نے پورے علاقے کو گھیرا ہوا تھا۔ اور لار ہی وہ علاقہ ہے جہاں سے لداخ اور وسطی ایشیا کو راستہ جاتا ہے۔ شیلنگ رکنے کے بعد عاصم اور سلومی گھوڑوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ جو گولہ باری کی آوازوں سے ہراساں ہو کر بھاگ نکلے تھے۔ ایک پنڈت نے انہیں دیکھا تو اس نے انہیں مجاہدین سمجھا اور کنی کترانے کی کوشش کی لیکن عاصم نے آگے بڑھ کر اس کو پرنام کیا۔ پنڈت نے اپنی سفید چندیا پر ہاتھ پھیرا اور حوصلہ پا کر کھڑا ہو گیا۔

مہاراج آپ نے ادھر ہمارے گھوڑے تو نہیں دیکھے۔ وہ شیلنگ کی آواز سن کر بھاگ نکلے ہیں۔

نہیں بابا! ہم نے اِدھر کوئی گھوڑے نہیں دیکھے۔ اگر وہ بھاگ نکلے ہیں تو ضرور مجاہدین یا بی ایس ایف والوں کے قبضے میں آ جائیں گے۔ آپ کو وہ نہیں مل سکتے۔ یہاں تو قیامت برپا ہے پرنتو آپ کو اپنے گھوڑوں کی پڑی ہے۔ مورکھ اپنی جان کی خیر مناؤ...... پنڈت نے ان کو خبردار کرتے ہوئے کہا۔

لیکن پنڈت صاحب ہم پردیسی ہیں کیا ہمیں رات بسر کرنے کے لئے کوئی ٹھکانہ مل جائے گا...... عاصم نے التجا کی۔

marfat.com

پنڈت نے اپنی بتیسی نکلی اور ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ یہاں تو مندر ہی ہے۔ تیلیہ مولا کا متبرک چشمہ ہے۔ آپ لوگ مندر کی دھرم شالہ میں ٹھہر جائیں۔ آپ کے لئے بھوجن کا انتظام میں کر دوں گا۔ لیکن آپ یہاں آ ہی گئے ہیں تو تیلیہ مولا کے چشمہ کی زیارت بھی کریں۔ وہاں دعا مانگیں تو آپ کی اکھشا پوری ہوگی اور آپ کی پرارتھنا سے آپ کو گھوڑے بھی مل جائیں گے...... پنڈت نے ان سے ہمدردی کرتے ہوئے اس متبرک مقام کی اہمیت بیان کی۔

عاصم پنڈت گھنشام کے ساتھ مندر چلے گئے۔ انہوں نے اس مبارک چشمہ کا پانی بھی پیا۔ اور اپنی پیاس بجھائی۔ چشمہ کا پانی حیرت انگیز اثرات رکھتا تھا۔ اس کا رنگ لمحہ بہ لمحہ بدلتا نظر آتا تھا۔ خدا کی اس قدرت پر عاصم اور سلومی حیران رہ گئے۔ تھکاوٹ دور کرنے کے لئے عاصم اور سلومی مندر کے مسافر خانے میں ٹھہر گئے۔ اگر چہ ان کا دل تو وہاں ٹھہرنے کو نہیں چاہتا تھا لیکن اس کے سوا چارہ بھی کوئی نہ تھا۔ ابھی انہوں نے دو گھڑی بھی آرام نہیں کیا تھا کہ فوجیوں نے مندر کو گھیرے میں لے لیا۔ پنڈت گھنشام نے ان کو مجاہدین کے ساتھی سمجھ کر قریبی چیک پوسٹ پر اپنے کارندے کے ذریعے اطلاع بھجوائی تھی۔ یہ اطلاع ملتے ہی میجر اشوک کی قیادت میں ایک دستے نے مندر کا محاصرہ کر لیا۔

عاصم نے باہر نکل کر میجر اشوک کو ادھر آنے کے بارے میں اپنی غرض و غایت بتائی۔

او ہو! آپ ہیں مسٹر عاصم! ہندوستان ٹائمز کے رپورٹر آپ کا شہرہ آج کل سرکاری حلقوں میں بہت عام ہے۔ سنا ہے آپ فوج کے خلاف لکھنے میں مصروف ہیں۔ مجھے انسپکٹر جنرل پولیس شرمانے آپ کی آمد کی اطلاع پہلے ہی دے دی ہے۔ بڑا اچھا ہوا آپ سے ملاقات ہوگئی۔ کہئے آپ کی کیا خدمت کی جائے؟ اشوک مہتہ نے نہایت ملائمت سے پوچھا۔

آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ ہمارے گھوڑوں کو تلاش کرنے میں ہماری مدد کریں۔ تھوڑی دیر پہلے گولہ باری سے ہراساں ہو کر وہ بھاگ نکلے ہیں۔ جس کی وجہ سے مجھے اور میری بیوی کو سفر کرنے میں دقت محسوس ہو رہی ہے...... عاصم نے درخواست کی۔

marfat.com

آپ اب اپنے گھوڑوں کو بھول جائیں وہ اب آپ کے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ اگر آپ چاہیں تو میں اپنی جیپ میں آپ کو جہاں آپ چاہیں پہنچانے میں مدد دے سکتا ہوں ...... اشوک مہتہ نے پیش کش کی۔ عاصم نے اس پیشکش کو ہنستے ہوئے قبول کرلیا۔

ہم لوگ پونچھ جا رہے ہیں۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو ہمیں وہاں تک پہنچا دیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی...... عاصم نے کہا۔

دراصل میں بھی ڈیوٹی کے سلسلے میں پونچھ جا رہا ہوں۔ آپ کو پہنچانے میں مجھے کوئی عذر نہیں ہوگا۔ لیکن راستہ خطرناک ہے جگہ جگہ مجاہدین حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی حادثہ پیش آیا تو اس میں میرا قصور نہیں ہوگا...... اشوک مہتہ انکساری سے کہا۔

اشوک مہتہ 30 سالہ خوبرو درمیانہ قد اور نہایت اچھے نقش و نگار کا مالک تھا۔ بظاہر نہایت شریف انسان نظر آتا تھا اس کی نفیس طبیعت اور خلوص کے پیش نظر عاصم کو اس پر اعتماد کرنا پڑا۔ انہوں نے پنڈت پر بھی بھروسہ کیا تھا گو ان کا اندازہ غلط نکلا۔ اب وہ اشوک مہتہ کو بھی آزما کر دیکھنا چاہتے تھے۔

فوجی دستے کی ہمراہی میں اشوک مہتہ نے مندر سے واپسی اختیار کی۔ عاصم اور سلومی اس کی جیپ میں بیٹھ گئے۔ فوجی ہیڈ کوارٹر پر تھوڑی دیر اپنے کام نبٹانے کے بعد اشوک مہتہ اپنے فوجی دستے کے ہمراہ پونچھ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اشوک مہتہ نے اپنے دل کی بھڑاس خوب نکالی۔

فوجیوں کا مورال اس علاقہ میں دن بدن گرتا جا رہا ہے۔ آپ جو کچھ لکھتے ہیں بالکل ضمیر کی آواز کے مطابق اور حقائق پر مبنی رپورٹیں لکھ رہے ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ کشمیر کا مسئلہ فوجی طاقت سے حل نہیں ہو سکتا۔ اسے سیاسی ذرائع سے حل کیا جانا چاہئے۔ یہاں خون خرابہ روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ انسانی جانوں کا ضیاع ہو رہا ہے۔ آپ ہی بتائیں اس کا کیا فائدہ ہے...... اشوک مہتہ نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

آپ کی سوچ نہایت مثبت ہے۔ لیکن کیا کیا جائے ہماری حکومت مذہبی انتہا پسندی کی طرف مائل ہے۔ کشمیری حق خودارادیت چاہتے ہیں لیکن حکومت انہیں طاقت کے

marfat.com

ذریعے کچل کر انڈین یونین میں شامل رکھنا چاہتی ہے۔ بھلا بتائیں اس جمہوری دور میں عوام کو طاقت سے مغلوب کیا جا سکتا ہے...... سلومی نے بات چیت میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ یہاں حالات اب افواج کے لئے بھی ابتر ہو رہے ہیں۔ ہر جگہ سخت مزاحمت ہو رہی ہے۔ لوگوں نے افواج کی زیادتیوں کے خلاف ہتھیار اٹھا لئے ہیں اور خواہ مخواہ انسانیت کا خون بہہ رہا ہے...... اشوک مہتہ نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا۔

فوج کا یہ قافلہ 8 میل کی مسافت کے بعد منڈی سے گزرا اور پھر توہی کی وادی کی طرف روانہ ہو گیا۔

راستے میں مجاہدین گھات لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے سڑک کے عین درمیان کھدائی کر کے بارود نصب کر دیا تھا۔ اشوک مہتہ اور دیگر چند گاڑیاں اوپر سے گزر گئیں کسی کو بارودی سرنگ کے بارے میں شک نہیں گزرا لیکن فوجی ٹرک وہاں سے گزرا تو مجاہدین نے ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبا دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی کے ٹکڑے ہوا میں تیرنے لگے۔ گاڑی کی چھت بھک سے اڑ گئی اور اس کا نچلا حصہ چھت کے راستے اوپر اٹھا۔ ٹرک میں سوار شاید تین چار فوجی ہی زندہ بچے ہوں گے۔ باقی سب مردار ہو گئے۔

فوجی کانوائے میں بھگدڑ مچ گئی۔ ہمیں باوجود ایک فرلانگ دور ہونے کے سخت جھٹکے لگے۔ زمین دھماکے کے باعث لرز اٹھی۔ کئی فوجی اپنی گاڑیوں سے اتر کر جدھر سینگ سمایا بھاگ نکلے۔ اشوک مہتہ جیپ سے نکل کر بلند آواز سے فوجیوں کو چلا چلا کر رُکنے کے لئے کہہ رہا تھا لیکن پہاڑی کی اوٹ سے مجاہدین نے فائر کھول دیا۔ سینکڑوں گولیاں بھارتی فوجیوں پر برسنے لگیں۔ اشوک مہتہ کے حکم پر فوجی نے اپنے کندھوں پر گنیں اٹھا کر پہاڑی کی سمت آر ایل 42 سے گولہ باری کرنے لگے۔ سارا علاقہ گرد و غبار سے بھر گیا۔ سیاہ دھواں فضا میں پھیل گیا۔ اشوک مہتہ نے ہمیں بھاگ کر جان بچانے کو کہا۔ وہ خود بھی گاڑی کے پیچھے چھپ کر فائر کرنے لگا۔

عاصم اور سلومی بھاگتے ہوئے ایک مکان کے اندر گھس گئے۔ دونوں نے بانڈی کی چھت

marfat.com

(مویشی خانے) میں پناہ لی۔ جب گولہ باری کا زور ٹوٹا تو دونوں مکئی کے کھیتوں میں داخل ہو گئے۔ دونوں کرالنگ کرتے ہوئے نشیب کی طرف دوڑتے رہے۔ رات کا اندھیرا اچھیل چکا تھا۔ دونوں دل ہی دل میں ہنستے ہوئے بھاگے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک چشمہ کے قریب رُکے۔ وہاں سیر ہو کر پانی پیا۔ سلومی تھکاوٹ سے چور چور ہو چکی تھی۔ وہ چشمے کے نزدیک لیٹ گئی۔

ہمیں بھارتی کانوائے کے ساتھ سفر کرنے کی سزا ملی ہے۔ آپ کو کیا ضرورت تھی کہ اشوک مہتہ کی پیشکش کو قبول کر لیا۔ حالانکہ ہمیں علم تھا کہ یہ راستہ خطرناک ہے جگہ جگہ مجاہدین چھپ کر حملہ آور ہوتے ہیں۔ خواہ مخواہ دشمنوں میں شامل ہو کر ذلیل ہوئے ...... سلومی نے شکایت کی

ارے بھئی اس میں اشوک مہتہ کا کیا قصور ہے۔ وہ شریف انسان تھا۔ اس کا سلوک ہمارے ساتھ نہایت عمدہ تھا۔ اس کی شرافت سے میں تو متاثر ہوا ہوں تم چاہے جو کہو۔ ہاں ہمیں اس کانوائے کے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہئے تھا۔ لیکن میرے ذہن میں مجاہدین کے حملوں کا خیال بھی نہیں گزرا۔ بس پونچھ پہنچنے کی دھن سمائی ہوئی تھی ...... عاصم نے صفائی پیش کی۔

ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ اشوک مہتہ کے خیالات واقعی گراں قدر تھے۔ ہندو افواج میں بھی چند ایک لوگ اشوک مہتہ جیسے ہیں۔ ورنہ ساری فوج میں راشی بے ایمان اور ظالم لوگ بھرے پڑے ہیں۔ جو کشمیریوں کے ساتھ بہیمانہ سلوک روا رکھے ہوئے ہیں لیکن اب آپ دیکھ لیں مجاہدین نے ان لوگوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ چند مجاہدین نے بھارتی کانوائے کو تتر بتر کر دیا اور سالے بزدل لومڑیوں کی طرح بھاگ نکلے ...... سلومی نے حقارت سے کہا۔

آپ کا ہمارے بارے میں کیا خیال ہے...... عاصم نے ہنستے ہوئے کہا۔

آپ بھی جان بچانے کے لئے یوں بھاگے چلے جا رہے تھے جیسے آپ نے ٹرین پکڑنی ہو اور مجھے اس دوڑ میں آپ نے بالکل فراموش کر دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں بھی دوڑ میں

marfat.com

آپ سے کم تر نہیں ۔اس لئے آپ مجھ سے جان نہ چھڑا سکے...... سلومی نے بزلہ سنجی کا اظہار کیا۔

ابھی یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ ان کے سامنے پانچ مجاہدین گنیں اٹھائے ہوئے آ کھڑے ہوئے ۔ان میں ایک مجاہد کمانڈر شفیع لون بھی تھے ۔ارے بھئی عاصم صاحب اور آپ اِدھر کہاں...... محمد شفیع لون نے سوال کیا

ہم لوگ پونچھ جا رہے تھے کہ آپ لوگوں نے حملہ کر دیا۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگے ہیں...... عاصم نے حقیقت بیان کی۔

لیکن آپ لوگ اس کانوائے میں کیوں شامل ہوئے؟ کیا آپ کو خیال نہیں آیا کہ اس پر مجاہدین حملہ آور ہو سکتے ہیں...... محمد شفیع لون نے سوال کیا۔

دراصل ہم لوگ تیلہ مولا کی طرف جا نکلے تھے۔ فائرنگ اور دھماکوں کی وجہ سے ہمارے گھوڑے فرار ہو گئے ان کی تلاش میں تیلہ مولا کے چشمہ پر پہنچے تو پنڈت گھنشام نے پناہ دی لیکن ساتھ ہی اس نے بی ایس ایف والوں کو مخبری کی کہ ایک نر اور مادہ اگر وادی یہاں چھپے بیٹھے ہیں چنانچہ اشوک مہتہ نے ہمیں گھیر لیا لیکن بندہ شریف تھا اُس نے ہمیں مکمل عزت دی اور ہمیں پونچھ پہنچانے کی پیشکش کی۔ جسے ہم نے بغیر سوچے سمجھے قبول کر لیا...... عاصم نے حقیقت بیان کی۔

واہ! عاصم صاحب! آپ بھی بڑے بھولے ہیں ۔اس علاقہ میں فوج کی نگرانی میں کہیں نہ جایئے گا۔ ورنہ آپ کو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ یہاں کوئی جگہ محفوظ نہیں فوجی لوگوں کے گھروں میں گھس جاتے ہیں۔ قتل عام کرتے ہیں، عزتیں لوٹتے ہیں ۔اس لئے دن بدن یہاں مجاہدین پیدا ہو رہے ہیں۔ جنہوں نے سر پر کفن باندھ کر بھارتی افواج سے انتقام کی ٹھان رکھی ہے۔ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب بھارتی فوج پناہ مانگے گی اور یہاں سے بھاگنے کی تیاریاں کرے گی۔ جس طرح آج کے معرکے میں وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی ہے...... لون صاحب نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

عاصم اور سلومی کمانڈر شفیع لون اور دیگر مجاہدین کے ساتھ کھیتوں سے ہوتے ہوئے اپنے

marfat.com

بیس کیمپ کی طرف روانہ ہو گئے جو ساج کے علاقے میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ لوگ رات تاخیر سے اپنے اڈے پر پہنچے۔ عاصم اور سلوی کو گاؤں میں خالد سیف اللہ کے گھر ٹھہرایا گیا۔ کھانا کھانے کے بعد دونوں میاں بیوی تھکاوٹ سے نڈھال تھے۔ اس لئے جلد میٹھی نیند سو گئے لیکن آدھی رات کے وقت فوج نے تمام گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ خالد سیف اللہ کے گھر میں بھی فوجی آ گھسے۔ خالد پیکا گن اٹھا کر گھر کے پچھواڑے چلا گیا اور پھر ٹیکری کے پیچھے روپوش ہو گیا۔ ہم نے مصلحتاً اس کے ساتھ بھاگنے کی کوشش نہیں کی۔ گھر میں داخل ہونے والے فوجیوں نے عاصم اور سلوی کو ہینڈز اپ کرنے کو کہا۔ وہ ہاتھ اوپر اٹھائے باہر نکلے تو اشوک مہتہ ان کے سامنے کھڑا تھا۔

آپ لوگ کس کو پکڑ لائے ہو۔ خالد سیف اللہ کو گرفتار کرو...... اشوک مہتہ چلایا۔

جناب وہ تو فرار ہو گیا ہے۔ یہ لوگ وہاں موجود تھے ہم نے انہیں پکڑ لیا۔

ارے یہ عاصم صاحب ہندوستان ٹائمز کے رپورٹر ہیں۔ یہ ہمارے ساتھ تھے جب اگر وادیوں نے حملہ کیا شاید وہ لوگ انہیں پکڑ کر یہاں لے آئے تھے۔ اس لئے انہیں چھوڑ دو۔ یہ ہمارے مطلوبہ ٹارگٹ نہیں۔ اشوک مہتہ نے حکم صادر کیا۔

عاصم اور سلوی اشوک مہتہ کے حسن سلوک سے از حد متاثر ہوئے۔ وہ پہلے ہی اس شخص کے رویئے سے مرعوب تھے لیکن اب دوسری بار اس کی شرافت سے بچ گئے۔ لیکن جلد ہی ان کی غلط فہمی دور ہو گئی۔

جہاں تک اشوک مہتہ کے حسن سلوک کا تعلق تھا اس کا مظاہرہ گاؤں پر حملہ کے دوران ظاہر ہو رہا تھا۔

لوگوں کو باہر نکال کر ان کی شناخت پریڈ ہو رہی تھی۔ فوجی جوانوں کو گرفتار کر رہے تھے۔ عورتیں بین کر رہی تھیں۔ ایک مجاہد لیڈر کے گھر کو آگ لگا دی گئی۔ ہر طرف چیخ و پکار اور آہ و بکاہ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ عاصم اور سلوی بی ایس ایف والوں کی کارروائیوں کو حیرت واستعجاب سے دیکھ رہے تھے۔

ہر طرف گھنیرا جنگل پر پھیلائے کھڑا تھا۔ تیز ہوا چیختی چنگارتی ہوئی شعلوں کے سمندر کی

marfat.com

طرح سانپ کے پھن کی طرح زبانیں کھولے غریب اور معصوم لوگوں کو ڈس رہی تھی۔

اک جنگل ہے گھنیرا، گہرا
الجھی شاخوں کے رگ و پے میں سہمے پتے
ہر طرف دور فلک تیز ہوا، چیختی ہے
آبشار آتے ہیں صدا کی مانند
اور شعلوں کے سمندر بن کر
سانپ لہریں ہیں زبان کو کھولے
اک پر اسرار خموشی کی ہر اک سمت پکار
ہر طرف دور بھی نزدیک بھی اوپر نیچے
ایک گھنیرا اندھیرا صحرا

☆☆☆

marfat.com

کاغذ کا پیرہن

اشوک مہتہ نے عاصم اور سلومی کو پونچھ پہنچانے کی دوبارہ پیشکش کی لیکن عاصم نے اس پیشکش کو خوبصورتی سے رد کر دیا۔ اُس نے کہا کہ فوج کے ساتھ جانے کا رسک وہ نہیں لینا چاہتا۔ اس سلسلے میں اشوک مہتہ نے بھی اصرار نہیں کیا کیونکہ وہ خود اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے خوفزدہ تھا۔ پہلے ہی فوجی کانوائے پر مجاہدین کے حملہ سے اس کی سبکی ہوئی تھی۔ اگر عاصم نے یہ ساری رپورٹ اخبار کو ارسال کر دی تو اعلیٰ حکام کی نظر میں اس کی پوزیشن متاثر ہونے کا احتمال تھا۔ عاصم اور سلومی نے گاؤں میں تین دن قیام کیا۔ اس کے بعد ایک مقامی بس میں بیٹھ کر دونوں پونچھ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کی منزل سرن کوٹ کا سرحدی قصبہ تھا۔ جگہ جگہ بس روک کر مسافروں کی جامہ تلاشیاں لی گئیں۔ بالآخر وہ سرن کوٹ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ پونچھ کے تمام اضلاع میں وارفیر زوروں پر تھی۔ یہاں کے پہاڑ، جنگل، ندی نالے اور گھاٹیاں ان سرگرمیوں کے لئے موزوں ہیں۔ بستیاں بھی دور دور ہیں۔ ان علاقوں کی مسلم آبادی ہندوستان کے خلاف پامردی سے سینہ سپر تھی۔ ایک مجاہد رپورٹر کا بھیس بدل کر بس سٹاپ پر ان کا منتظر تھا۔ اُس نے ان دونوں کا سامان اٹھایا اور ٹیکسی کی طرف چل دیا۔

میرا نام زبیر ہے آپ لوگوں کا سانگلہ میں انتظار ہو رہا ہے جہاں مجاہدین نے آئندہ کا لائحہ عمل بنانا ہے...... زبیر نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

ٹیکسی میں یہ لوگ سانگلہ پہنچے ایک چھوٹے سے مکان کے قریب ٹیکسی رُکی۔ مکان کی چھت کچی تھی دو کمرے اور ایک تہہ خانہ تھا۔ تہہ خانہ کافی کشادہ تھا۔ زبیر کے ہمراہ انہیں بھی تہہ خانہ میں لے جایا گیا۔ جہاں پونچھ کے چالیس کمانڈر خفیہ میٹنگ کے لئے جمع تھے عاصم اور سلومی بھی اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ عاصم کو بھی باقاعدہ تنظیم کے حلقہ میں شامل کر لیا گیا۔ انہیں اسلحہ سے لیس کر دیا گیا۔ میٹنگ میں مختلف فوجی ہیڈ کوارٹروں اور اسلحہ و بارود کے ڈپوؤں پر حملہ کرنے کے پروگرام بنائے گئے اور طے پایا کہ پونچھ کے گرد

marfat.com

و نواح میں ہندوستانی افواج کے لئے مخبری کرنے والوں کے خلاف سخت کاروائی کی جائے۔اجلاس رات گئے تک جاری رہا۔اور پھر رات کے اندھیرے میں ہی یہ لوگ اپنے اپنے بیس کیمپوں کی طرف روانہ ہو گئے۔لیکن عاصم اور سلومی اس مکان میں ٹھہرے رہے۔زبیر کا مکان تھا اور وہ ان لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔دو دن یہ لوگ زبیر کے مہمان بنے رہے۔اور آئندہ کی کاروائی کے بارے میں منصوبہ بندی کرتے رہے۔زبیر کو ہائی کمان نے سرن کوٹ گوتھل سانگلہ کے گرد و نواح میں فوجی تنصیبات پر حملے کرنے کے لئے منتخب کیا۔سرن ہیڈ کوارٹر ان کا پہلا نشانہ بنا۔زبیر ایک منجھا ہوا تجربہ کار اور پھرتیلا نوجوان تھا اور اس علاقے میں پہلے بھی کئی کامیاب اپریشن کر چکا تھا۔اس کے تین ساتھی پہلے ہی موجود تھے۔ان میں عاصم اور سلومی کا اضافہ ہو گیا۔بھارتی فوجی ہیڈ کوارٹر پر حملہ خطرے سے خالی نہ تھا۔رات کو زبیر کیمپ کی عمارت میں بارود نصب کرنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر ریموٹ کنٹرول سے بلاسٹ کا فرض عاصم نے سرانجام دیا۔کیمپ کے باہر زبیر کے باقی ساتھی بلاسٹ کے انتظار میں کھڑے تھے۔جونہی دھماکہ ہوا تو ہیڈ کوارٹر کی عمارت زمین بوس ہو گئی۔ ہر طرف چیخ و پکار کا سماں تھا۔ بھارتی فوجی افراتفری میں بھاگنے لگے۔تو مجاہدین نے ان پر مختلف پوزیشنوں سے حملہ کر دیا۔راکٹ لانچروں کی بارش کیمپ پر ہونے لگی۔عاصم اور دیگر مجاہدین اندر داخل ہوئے۔انہوں نے بھاگتے ہوئے بھارتی فوجیوں پر پیکا گنوں سے فائرنگ شروع کر دی۔گنوں سے آگ کے شعلے ہر طرف تباہی مچا رہے تھے۔گیٹ کے باہر سلومی باہر نکلتے ہوئے فوجیوں کو اپنے پستول سے جہنم رسید کر رہی تھی۔کیمپ کے اندر اور باہر ہاؤ ہو کا شور برپا تھا۔

اشوک مہتہ زخمی حالت میں باہر نکلا تو سلومی کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ اس نے سوال کیا

آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ میں کیا کر رہی ہوں۔

میں مجاہدہ ہوں اور اپنا فرض سرانجام دے رہی ہوں ...... سلومی نے پر اعتماد طریقے سے کہا اور ساتھ ہی اس نے اپنے پستول کا ٹرائیگر دبا دیا۔پستول کی گولی اشوک مہتہ کے

marfat.com

سینے اور دل کو چھلنی کرتی ہوئی نکل گئی اور اشوک مہتہ سلومی کے پاؤں میں دھڑام سے گرا اور ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا۔

مہم کامیابی سے ختم ہوئی۔ زبیر اور اس کے ساتھی فرار ہو گئے۔ یہ لوگ مختلف گھروں میں جا چھپے۔ جہاں ان کے عزیز واقارب رہتے تھے۔ سلومی اور عاصم بھی زبیر کے ساتھ اس کے کزن کے ہاں چلے گئے۔ سرن کوٹ میں فوجی ہیڈ کوارٹر کی تباہی کے بعد بھارتی فوج حرکت میں آ گئی۔ بھاری فوجی دستوں نے پورے شہر کا گھیراؤ کر لیا۔ ہر طرف فوج ہی فوج دندنا رہی تھی۔ لوگوں کو شناخت پریڈ کے لئے اوپن احاطوں میں جمع کیا جا رہا تھا۔ جہاں عاصم اور سلومی ٹھہرے تھے ان کے گھر کے قریب بھی لوگوں کو ایک گراؤنڈ میں جمع ہونے کے لئے کہا جا رہا تھا۔ شناخت پریڈ کا سلسلہ علی الصبح شروع ہوا۔ جیپ میں ایک غدار غنی وانی فوج کی اعانت کر رہا تھا۔ جیپ میں شیشوں کا رنگ سیاہ کر دیا گیا تھا تا کہ غنی وانی لوگوں کی نظروں میں نہ آ سکے۔ ایک نابینا عورت باہر نکلی تو فوجیوں نے اُسے رُکنے کو کہا۔ بچاری لاٹھی ٹیکتی ہوئی رُک گئی۔ تو فوجیوں کی نیت میں فتور آ گیا اور وہ اُسے اٹھا کر ایک قریبی ہوٹل میں جا گھسے۔ جن لوگوں نے یہ منظر دیکھا انہوں نے بھارتی فوجیوں کے خلاف نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ عاصم سے برداشت نہ ہو سکا۔ وہ سیدھا فوجی آفیسر کے پاس گیا اور اس نے احتجاج کرتے ہوئے اس واقعہ کی نشاندہی کی۔

میں ہندوستان ٹائمز کا رپورٹر ہوں ایسے واقعات ہمارے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ آپ برائے مہربانی اس وقعہ کا نوٹس لیں......

عاصم نے درشت آواز میں کہا۔

آپ اس وقت خاموش رہیں۔ ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔ آپ کیوں لوگوں میں اشتعال پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آفیسر جگ موہن نے کہا۔

میں اشتعال پیدا نہیں کر رہا بلکہ اشتعال پیدا ہو چکا ہے۔ ہر طرف چھتوں پر آپ جو نعرے سن رہے ہیں وہ اس واقعہ کا ردعمل ہے...... عاصم نے بیباکی سے کہا۔

لیکن جگ موہن نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ یہاں کریک ڈاؤن کیا گیا ہے آپ مداخلت نہ

marfat.com

کریں برائے مہربانی یہاں سے نکل جائیں۔
عاصم غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ اور پاؤں پٹختا ہوا دوبارہ گھر آ گیا۔ اس نے زبیر کو گاڑی نکالنے کو کہا۔ آپ شوفر بن کر گاڑی چلائیں۔ سلمیٰ نقاب اوڑھ لے۔ ہم یہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ فوراً نکل آئے۔ زبیر نے چادر لپیٹ رکھی تھی۔ چہرے پر اُس نے داڑھی اور مونچھیں چپکا لیں تاکہ پہچان ممکن نہ ہو۔ اس کام میں زبیر طاق تھا۔ زبیر گاڑی چلاتا ہوا سیدھا جگ موہن کی طرف لے گیا۔ عاصم نے اسے ایسا کرنے کو کہا تھا تاکہ جگ موہن کی اجازت سے یہاں سے نکلنے میں آسانی ہو۔
کرنل جگ موہن صاحب! آپ لوگوں کے کارنامے دیکھ کر یہاں مزید نہیں ٹھہرنا چاہتا میں واپس جا رہا ہوں۔ میری بیوی اور ڈرائیور میرے ساتھ ہیں۔ مجھے یہاں سے نکل جانے کی اجازت دیں...... عاصم نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔
آپ جا سکتے ہیں لیکن ایک شرط پر...... جگ موہن نے کہا
آپ اپنی شرط بتائیں۔ عاصم نے سنجیدگی سے کہا۔
آپ اس واقعہ کو رپورٹ نہ کریں۔ آپ جانتے ہیں ایسے واقعات ان ہنگاموں میں ہوتے رہتے ہیں۔ بہرحال میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کریک ڈاؤن کے بعد اس واقعہ کی انکوائری کروں گا۔ اور اس گھناؤنے واقعہ کے مرتکب افراد کے خلاف سخت تادیبی کاروائی کروں گا...... جگ موہن نے یقین دلایا۔
مجھے آپ سے یہی امید ہے۔ اگر آپ دو دن کے اندر ان فوجیوں کے خلاف ایکشن لیں گے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ میں اس واقعہ کی رپورٹنگ نہیں کروں گا...... عاصم نے وعدہ کیا۔
عاصم کو وہاں سے جانے کی اجازت مل گئی تو زبیر تیزی سے گاڑی چلاتا ہوا علاقے سے نکل گیا۔ گاڑی کا رخ سانگلہ کی طرف تھا۔ گاڑی کی ڈگی میں اسلحہ نکالنے میں بھی یہ لوگ کامیاب ہو گئے تھے۔ اس کا سارا کریڈٹ عاصم کو جاتا تھا کیونکہ اس نے اس سارے کھیل میں نہایت اعتماد سے کام لیا ورنہ بڑوں بڑوں کے اس موقع پر حواس مختل ہو جاتے

marfat.com

ہیں۔
آپ کی کامیاب اداکاری دیکھ کر مجھے یقین ہے ہم لوگ آپ سے بڑا کام لے سکتے ہیں...... زبیر نے ہنستے ہوئے کہا۔
آپ کی ذرہ نوازی ہے کہ آپ نے بندے کو اس قابل سمجھا ورنہ ایک خاموش طبع انسان ہوں۔ میں نے یہ فن کاری اپنی بیوی سلومی سے سیکھی ہے...... عاصم نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔
آپ اتنے بھولے بھی نہیں پہلے آپ کی کاروائیاں مجاہدین کے حق میں نہیں تھیں۔ آپ ہندوستانی فوج کو انسان دوست سمجھتے تھے۔ لیکن اب تو آپ کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اس لئے آپ کا ضمیر مجاہدین کی مدد کے لئے آمادہ ہے۔ بہر حال میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ مظلوموں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ورنہ شاید ہمارے راستے جدا جدا ہوتے...... سلومی نے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔
اس پر زبیر اور عاصم اس کشیدہ ماحول میں بھی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔
چند دن آرام کرنے کے بعد اب اگلے پروگرام کی تیاری تھی۔ زبیر کا ایک ساتھی سرن کوٹ میں شہید ہو گیا تھا لیکن دو ساتھی واپس آ گئے۔ اس دوران دو مقامی نوجوانوں نے بھی جو زبیر کو جانتے تھے۔ مجاہدین کی حیثیت سے شرکت کی درخواست کی چنانچہ انہیں بھی اس خفیہ ٹیم میں شامل کر لیا گیا۔

ان کو آزمانے کا وقت بھی جلد آ گیا۔ لبناں شیخاں سے فوجی ٹرک راجوری آتے جاتے تھے۔ فوجی رسد رکو روکنے کیلئے ان قافلوں کے خلاف کاروائی ضروری تھی۔ سلومی بنجارن بن گئی۔ اور مرد حضرت بنجارے۔ ان کے تھیلوں میں جو انہوں نے کمر پر لادر کھے تھے گولہ بارود بھرا ہوا تھا۔ میلے کچیلے کپڑے جوان لوگوں نے بنجاروں کو بھاری رقم دے کر لئے تھے۔ انہوں نے زیب تن کر رکھے تھے چہروں پر کالک مل کر انہوں نے اپنا حلیہ بگاڑ لیا تا۔ کوئی انہیں شناخت نہیں کر سکتا تھا بلکہ بنجارے ہی دکھائی دیتے تھے۔ ہاتھوں میں بھاری کنگن اور چادروں کی اوڑھنی رکھے وہ خراماں خراماں لبناں شیخاں کے

marfat.com

موڑ پر پہنچے۔ رات کو سڑک کے درمیانے حصے کی کھدائی شروع ہوئی۔ زبیر، جہانگیر اور عمر کے علاوہ عاصم بھی اس کام میں ہاتھ بٹاتا رہا۔ کھدائی کے بعد ان لوگوں نے تھیلے سے بارود نکال کر اس جگہ نصب کرنا شروع کیا۔ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد یہ چاروں ایک ڈھلوان جگہ پر چھپ کر بیٹھ گئے۔ زبیر نے دوربین سے سڑک پر گہری نظر رکھی۔ باری باری یہ لوگ فریضہ انجام دیتے رہے۔ پھر انہیں راجوری کی طرف ایک فوجی کانوائے حرکت کرتا دکھائی دیا۔ ایک ہراول دستہ کہ سپاہی مائن ڈیٹکٹر سے چیک کرنا شروع کیا تھوڑی دیر میں اُس نے او کے رپورٹ اپنے پیچھے آنے والی گاڑیوں کو دی۔ فوجی کانوائے کی گاڑیوں نے سفر دوبارہ شروع کر دیا۔ جونہی یہ کانوائے رینج میں آیا۔ زبیر نے ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبا دیا۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ رینج سے گزرنے والی گاڑی کے ٹکڑے ہوا میں لہرانے لگے۔ تین گاڑیاں مکمل تباہ ہو گئیں۔ ان میں موجود نوجوانوں کے خون کے لوتھڑے فضا میں بکھر گئے۔ ہر طرف فوجی شور وغل کرتے ہوئے بھاگنے لگے۔ ہر ایک کو اپنی جان بچانے کی پڑی ہوئی تھی۔ اس افراتفری کو غنیمت جانتے ہوئے زبیر اور اس کے ساتھی بنجارے بھاگ اٹھے۔

مشن کامیاب ہو چکا تھا۔ اس لئے وہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ راستے میں میڈانہ برج کے مقام پر باقی ماندہ بارود بچھا کر ایک تھری ٹن گاڑی کو بھی اڑا دیا گیا۔ جس میں بھارتی فوج لقمہ اجل بنے۔ اس کامیاب اپریشن کے بعد یہ سب لوگ اپنے خفیہ ٹھکانے پر پہنچے۔ انہوں نے اپنے حلیے تبدیل کئے۔ اور اپنے اپنے کمرے میں بستروں پر جا گرے۔ سلومی سے زیادہ عاصم تھکاوٹ سے نڈھا تھا۔

آپ بھی سوچتے ہوں گے کہ میں نے آپ کو کس دلدل میں پھنسا دیا...... سلومی نے کہا

آپ کی محبت میں تو ہم سب کچھ کر سکتے ہیں۔ چاہے جان سے ہی ہاتھ نہ دھونا پڑیں...... عاصم نے پیار سے سلومی کی طرف مخمور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ خود کو مجنوں اور فرہاد کی صف میں نہ کھڑا کریں۔ آپ ایک مجاہد ہیں اور آپ کو مجاہدانہ صفات کا حامل ہونا چاہیے...... سلومی نے ڈانٹا۔

marfat.com

ارے بھئی! آپ ڈکٹیٹر تو نہ بنیں۔ بیوی بن کر رہیں مانا کہ آپ مجاہدہ ہیں۔ لیکن ہم بھی سرتاپا مجاہد ہیں اور گذشتہ جنگ جویانہ مہمات میں آپ نے ہمارا رول دیکھ لیا ہے۔ زبیر صاحب نے بھی ہماری ستائش کی ہے۔ اس لئے آپ ہمیں ڈانٹنے کا حق نہیں رکھتیں۔ یہاں معاملہ دوسرا ہے آپ میری پتنی ہیں۔ پتنی بن کر رہیں اور ہمیں اپنے پیار کی شمعیں جلانے دیں...... زبیر نے چہکتے ہوئے کہا۔

آپ اپنی محبت کو کسی اور وقت کے لئے رکھیں۔ اس وقت میں تھکن سے نڈھال ہوں۔ مجھے سو جانے دیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی اور آفت آ جائے آپ اپنی آفت برپا نہ کریں...... سلومی نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

زبیر اس محبوبانہ ادا پہ مر مٹا۔ اس نے سلومی کی کمر کے گرد اپنے بازو حمائل کیے۔ اور دونوں محبت کی وادی میں رنگا رنگ خواب دیکھنے لگے۔

میرے بدن میں تھی تری خوشبوئے پیرہن
شب بھر مرے وجود میں بہکا تیرا بدن
ہر آدمی ہے پیکرِ فریاد ان دنوں
ہر شخص کے بدن پہ ہے کاغذ کا پیرہن

(سرشار صدیقی)

marfat.com

تن داغ داغ

پونچھ میں پولیس اسٹیشن پر حملہ کے بعد حالات مخدوش ہو گئے تھے۔ سارا شہر محاصرہ میں تھا۔ سلومی کو شینخو بابا کی علالت کی خبر موصول ہو چکی تھی۔ اس لئے ان دونوں کی واپسی ضروری تھی۔ شینخو بابا اڑی کے ایک ہائیڈ آوٹ میں پڑے تھے اور انہیں سری نگر منتقل کرنا ضروری تھا۔ اس کے لئے عاصم کو انسپکٹر جنرل پولیس شرما سے ملنا پڑا۔ زبیر اور اس کے ساتھی پونچھ کے علاقے منڈی میں مول ڈھوک کے جنگلوں میں روپوش ہو چکے تھے۔ صرف عاصم اور سلومی شہر میں رہ گئے تھے۔ آپ یہاں کے ہنگاموں سے جان چھڑا کر بھاگ رہے ہیں۔ عاصم نے شرما سے اس کے آفس جا کر رابطہ کیا۔ شرما نے ہنستے ہوئے کہا۔

واقعی یہاں کے حالات کافی تشویش ناک ہیں ایسا لگتا ہے کہ یہ سارا علاقہ مجاہدین کا گڑھ ہے۔ وادی کشمیر سے زیادہ پونچھ، ڈوڈہ، کپواڑہ اور جموں میں بھی سرگرمیاں زوروں پر ہیں...... عاصم نے اپنا تجزیہ پیش کیا۔

ہاں آپ کا تجزیہ صحیح ہے لیکن اب اگر وادیوں کو پاکستان کی سپورٹ حاصل نہیں رہی اس لئے جلد یہ سرگرمیاں ماند پڑ جائیں گی...... شرما نے دعویٰ کیا۔

اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ آپ کی فوج دھڑا دھڑ قتل عام کر رہی ہے۔ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر زندانوں میں بند کیا جا رہا ہے۔ پولیس مقابلوں میں لوگوں کا صفایا کیا جا رہا ہے......

عاصم نے طنزاً کہا۔

آپ کچھ بھی کہہ لیں لیکن اگر وادیوں کی کاروائیوں کو روکنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اب آپ دیکھ لیں۔ کریک ڈاؤن کے باوجود لوگ ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرتے۔ اگر وہ اگر وادیوں کا پتہ بتا دیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ بے گناہوں کو ناجائز تنگ کریں۔ گیہوں کے ساتھ جو بھی پس ہی جاتے ہیں۔ اس میں قصوروار اگر وادی ہیں۔ جو شہروں میں چھپے ہوئے ہیں۔ جو لوگ انہیں پناہ دیتے ہیں ہم ان لوگوں کو

marfat.com

عبرتناک سزانہ دیں تو اور کیا کریں...... شرما نے تنک کر جواب دیا۔

عاصم شرما سے بحث و تمحیص میں الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے اجازت نامہ حاصل کیا اور کار میں سوار ہو کر اُڑی روانہ ہوا۔ کار کا انتظام زبیر نے کیا تھا۔ راستے میں جگہ جگہ فوجی چیک پوسٹوں پر کار روکتے رہے لیکن اجازت نامہ دیکھ کر انہیں جانے کی اجازت دے دیتے کیونکہ وہ ایک ہندوستانی صحافی کے ساتھ نازیبا سلوک اختیار نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی بیرونی صحافی ہوتا تو وہ انہیں معاف نہ کرتے۔ جامہ تلاشی اور پڑتال تو وہ ضرور کرتے لیکن عاصم کو اس سلسلے میں استثنیٰ حاصل تھا۔ سلومی اس صورتحال سے محظوظ ہو رہی تھی۔

نواب صاحب کے کیا ٹھاٹھ ہیں ایک اگر وادی ہونے کے باوجود ہندوستانی فوج اور پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہو...... سلومی نے از راہ مذاق کہا۔

اصل میں اگر وادی تو تم ہو لیکن ایک صحافی کی بیوی بن کر بی ایس ایف کی آنکھوں سے اوجھل ہو۔ اگر میری رفیق حیات نہ ہوتیں تو میں دیکھتا تم کیسے ان کی نظروں سے بچ نکلتی...... عاصم نے اکڑ کر کہا۔

میں یہ جنگ آپ کے بغیر بھی لڑتی رہی ہوں اور یہ بھارتی فوج اور اس کے نا کارہ گماشتے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ لیکن اب سرکار کی موجودگی میں چند دن خیر کے گذر رہے ہیں لیکن دیکھتے ہیں کہ کب تک شیر کی خالہ خیر منائے گی آپ کے کارناموں کی بھنک بھی اگر بی ایس ایف کو مل گئی تو باقی زندگی جیل خانہ میں گذرے گی...... سلومی نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

تم مجھے جیلوں سے ڈراتی ہو میں پہلے بھی جموں کی تمام جیلوں اور ٹارچر سیلوں کو دیکھ چکا ہوں۔ ویسے بھی شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ میں ظالم سامراج سے نہیں ڈرتا۔ وقت آئے گا تو تم دیکھ لوگی کہ آپ کے شوہر نامدار کس طرح سولی پر لٹک جائیں گے اور اُف نہ کریں گے...... عاصم نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے سینہ تان کر کہا۔

marfat.com

خدا نہ کرے ایسا دن آئے آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ خدارا ایسی بدفال تو منہ سے نہ نکالیں...... سلومی نے گھبرا کر کہا۔

لو جھاگ کی طرح بیٹھ گئی ہو خود ہی چھیڑتی ہو اور خود ہی گھبرا جاتی ہو۔ لیکن دیکھ لو ہم کس لے سے اپنے سفر پر گامزن ہیں۔ تمہاری طرح بھیگی بلی بن کر نہیں بیٹھ جاتے......

عاصم نے پھر چھیڑا۔ لیکن سلومی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس مسکرا کر رہ گئی۔ درہ حاجی پیر 8500 فٹ کی چوٹیوں سے کار تیزی سے اُڑی کی طرف جا رہی تھی۔ یہ راستہ کشمیر وادی میں جانے کا ایک ایسا راستہ ہے جو سردی میں بھی کھلا رہتا ہے جبکہ اس کے برعکس تو نسہ میدان اور دیگر دروں کے ذریعے وادی میں داخلہ برفباری کے باعث مسدود ہو جاتا ہے۔ پیر پنجال کے پہاڑ گوریلا کارروائیوں کا مرکز تھے۔ اس وقت بھی جب ان کی کار خرناٹے سے تیز و تند یخ بستہ ہواؤں کو چیرتی ہوئی اڑی کی طرف جا رہی تھی۔ پیر پنجال کے پہاڑ گولہ باری سے لرز رہے تھے۔ فضا میں ہندوستانی ہیلی کاپٹر منڈلا رہے تھے بعض گولے پہاڑ کی چٹانوں سے ٹکرا کر سڑک پر گرے تو ان کی کار زد میں آتے آتے بال بال بچی۔ لیکن عاصم اور سلومی خطرات سے بے خبر اڑی کی طرح رواں دواں تھے۔ سلومی مہجور کا گیت اپنی مدھر آواز میں گنگنا رہی تھی۔

اے باغبان بیدار ہو
ایک بار پھر چمن میں شان رفتہ پیدا کر
ایک بار پھر پھول کھل کھلا اٹھیں
چمن ویران ہے
شبنم اشکبار ہے
برگ وگل ہیں منتشر
گلوں اور بلبلوں میں حیات نو پیدا کر
فغاں بے کار ہے اے عندلیب
در قفس کوئی بھی نہ کھولے گا

marfat.com

تجھے خود حیلہ نجات

اپنے ہی زور بازو سے وا کرنا ہے
طائران چمن نوا سنج ہیں
مگر ہر ایک مست ہے اپنی اپنی تان میں
اے خدا اُن کی نوائے مختلف میں آہنگ ساز پیدا کر
تجھے گلوں کو بیدار کرنا ہے اگر
یہ ڈھولکوں کو پیٹنے سے ہو سکے گا نہیں
بلکہ تیز و تند آندھیاں اور طوفان و زلزلے پیدا کر

(یہ نظم ہمدرد کے خاص نمبر میں 1937ء میں شائع ہوئی)

اڑی میں اڈے پر ایوب شاہ ان کا منتظر تھا۔ پھر یہ تینوں غلام محمد آھنگر کے گھر چلے گئے۔ جہاں شینخو بابا اور رحیم ان کے منتظر تھے۔ شینخو بابا نمونیہ کا شکار تھا۔ مناسب علاج نہ ہونے کی وجہ سے وہ کافی نحیف و نزار نظر آتا تھا۔

شکر ہے میری بیٹی آ گئی ہے۔ اب میں اطمینان سے اپنے آخری سانس لے سکوں گا ...... شینخو بابا نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

بابا! اب یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کو آزادی کی صبح تک زندہ رہنا ہے۔ جب ہم آزادی سے اپنے وطن کے مرغزاروں، چشموں اور باغوں میں گھومنا ہے۔ اپنے بچوں کی خوشیاں دیکھنا ہے...... سلومی نے جذباتی انداز میں کہا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنے لگا۔

نہیں بیٹی! اب میرے دن پورے ہو گئے۔ میں ان ہزاروں ہم وطنوں کی طرح آزادی کا سپیدہ سحر طلوع ہونے سے پہلے جا رہا ہوں۔ خدا کرے جو صبح میں نہیں دیکھ سکا تم اور تمہارے بچے اس صبح درخشاں کی مہک اور خنک ہوا دونوں سے لطف اندوز ہو سکو۔ اچھا اب خدا حافظ! میرے بچو خدا حافظ۔

شینخو بابا نے یہ الفاظ کہے اور آنکھیں موند لیں۔ کمرہ سلومی اور رحیم کی آہ و فغاں سے گونج

marfat.com

اٹھا۔ عاصم اور ایوب شاہ کی آنکھیں بھی ابل پڑیں۔ سلومی داڑھیں مارتی باپ کے لاشے سے لپٹ گئی۔ شینخو بابا کی وصیت کے مطابق اُسے مزار شہیداں کے قبرستان میں دفنانا تھا۔ اس لئے تابوت تیار کر کے ایک ایمولنس گاڑی میں یہ لوگ سری نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ مہوڑہ اور رام پور میٹل روڈ کے علاوہ تمام جگہ دلدل جھیلیں اور دلدلی کھیت نظر آ رہے تھے۔ اب یہ بارہ مولا کے دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ تمام راستہ دریائے جہلم کے بائیں ہاتھ تھا۔ بائیں حصے میں خاص قبائل آباد ہیں اور دریائے جہلم کے دائیں جانب بمباس۔ لیکن اب دونوں قبائل آزادی کی جنگ میں برابر کے شریک ہیں۔ واچ سٹیشن پر ایمبولینس گاڑی کو روکا گیا۔ ایک فوجی نے تحکمانہ انداز میں سب لوگوں کو باہر آنے کو کہا۔ عاصم نے صحافی کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا لیکن وہ فوجی نہیں مانا۔

آپ سب لوگ باری باری نیچے آئیں اور چیک پوسٹ پر میجر بلونت سنگھ کے سامنے پیش ہوں۔ فوجی نے حکم دیا۔

عاصم سب سے پہلے بلونت سنگھ کے سامنے پیش ہوا۔

آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ میجر نے سوال کیا

میں رپورٹنگ کے لئے پونچھ میں تھا۔ میری بیوی کے والد بیمار ہو گئے تھے ہم انہیں لے کر سری نگر آ رہے تھے کہ اڑی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ ہمیں سری نگر جانے دیں۔

آپ بیتاب نہ ہوں ہم باری باری پوچھ پڑتال کے بعد ہی آپ کو جانے کی اجازت دیں گے۔ ابھی تو ہم نے تابوت کھلوا کر بھی دیکھنا ہے۔ کہیں اس میں لاش کی جگہ اسلحہ نہ ہو۔ یہاں ایسے کئی واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس لئے ہم لوگ محتاط ہیں۔ اس لئے آپ مائینڈ نہ کریں...... میجر بلونت سنگھ نے رعب سے کہا۔

عاصم نے احتجاج کیا لیکن اس کی سنی ان سنی گئی۔ چنانچہ اُسے مایوس ہو کر آنا پڑا۔

ایوب شاہ نے اُسے تسلی دی۔

آپ گھبراتے کیوں ہیں۔ اب میں جاتا ہوں۔ دیکھتا ہوں یہ میجر کس کھیت کی مولی ہے۔

marfat.com

اس کا باپ بھی اب انکار نہ کر سکے گا۔ اور اسے اجازت نامہ دینا بھی پڑے گا۔

ایوب شاہ میجر سے ملنے چلا گیا۔ میجر سے اس کی کیا بات چیت ہوئی۔ اس کے متعلق کوئی نہیں جانتا لیکن جب وہ واپس آیا تو اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ جھلک رہی تھی۔ سالا! مجھے دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ سب فوجی اس کو ہوش میں لا رہے ہیں وہ مجھے بھول ہی گئے۔ بس ایک فوجی چیخا۔ جاؤ آپ لوگ چلے جاؤ۔ ہمیں میجر کو ہوش میں لانے دو۔

عاصم نے دیر نہ کی۔ سٹیئرنگ سنبھالا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔ بارہ مولا سری نگر کے بعد سب سے بڑا قصبہ ہے۔ پھلوں اور لکڑی کا مرکز سیاحوں کی کسی زمانے میں یہاں بہتات ہوتی تھی۔ لیکن اب سیاح تو کشمیر وادی کا رخ نہیں کرتے۔ موٹر وے اشکور سے ہوتی ہوئی سری نگر جاتی ہے۔ سری نگر پہنچنے کے بعد امیرا کدل میں سلومی اپنے آبائی گھر گئی علاقہ کے لوگ انہیں دیکھتے ہی جمع ہو گئے۔ اگرچہ آبائی گھر جانا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن سلومی مصر تھی کہ جنازہ شیخو بابا کے گھر سے اٹھایا جائے گا۔ عاصم چاہتا تھا کہ قبرستان جا کر خاموشی سے لاشہ دفنا دیا جائے تاکہ کوئی ہنگامہ نہ ہو۔ لیکن سلومی نہ مانی۔ اس کا کہنا تھا کہ شیخو بابا کی خواہش تھی کہ جنازہ ان کے گھر سے اٹھایا جائے۔ علاقے کے تمام لوگ کشاں کشاں جنازے میں شرکت کے لئے پہنچے۔ یہ خبر پولیس سٹیشن بھی جا پہنچی۔ فوج نے اس تمام علاقہ کو گھیر لیا لیکن جنازے کے دوران مداخلت خطرناک تھی۔ اس لئے فوج تجہیز و تکفین کا انتظار کرتی رہی۔ قبرستان شہیداں میں شیخو بابا کو دفنانے کے بعد سینکڑوں لوگوں کے جھمگٹ میں عاصم، سلومی، رحیم اور ایوب شاہ امیرا کدل کی طرف روانہ ہوئے۔ ہجوم قرآن خوانی کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ لوگوں کا ہجوم لیکے رہیں گے آزادی کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ مہاراجہ گنج تک پہنچتے پہنچتے ہجوم میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ علاقے کی تمام مارکیٹیں بند کر دی گئی تھیں۔ یہاں فوج نے فائرنگ شروع کر دی۔ ہر طرف بھگدڑ مچ گئی۔ مشین گنوں سے نہتے شہریوں پر فائرنگ سے سڑک پر لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ بھاری تعداد میں لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ عاصم سلومی کو لے کر جامع مسجد میں گھس گیا۔

marfat.com

ایوب شاہ اور رحیم کدھر گئے ہیں انہیں بالکل خبر نہ تھی۔ شہر میں کرفیو لگا دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مکانوں کی چھتوں اور چوباروں سے جہاد جہاد کے نعرے گونج رہے تھے۔ مکانوں کی چھتوں سے فوجیوں پر پتھر برسائے جا رہے تھے۔ جواب میں فوجی ہر طرف فائرنگ میں مصروف تھے۔

جامع مسجد میں فوج مظاہرین کو پکڑنے کے لئے داخل ہو گئی۔ سینکڑوں کشمیریوں کو سنگینوں سے زخمی کر دیا گیا۔ درجنوں مظاہرین کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان میں عاصم اور سلومی بھی شامل تھے۔ فضا دھواں دھار تھی نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعروں سے در و دیوار لرز رہے تھے۔ بانڈی پورہ کے بعد تشدد و بربیت کا یہ دوسرا مظاہرہ تھا۔ اس سے پہلے بانڈی پورہ میں بھی شہریوں کا یونہی قتل عام ہوا تھا۔ بانڈی پورہ سے دس کلومیٹر دور آرہ گام کے جنگل میں فوجیوں نے دس نوجوانوں کو گولی مار کر شہید کر دیا۔ جس کے خلاف عوام سراپا احتجاج بن گئی۔ مظاہرے شروع ہو گئے۔ اور اب سری نگر کے کوچہ و بازار احتجاجی نعروں سے گونجنے لگے۔

نہ گنواؤ ناوک نیم کش دل ریزہ ریزہ گنوا دیا
جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو تن داغ داغ لٹا دیا
مرے چارہ گر کو نوید ہو صف دشمناں کو خبر کرو
جو وہ قرض رکھتے تھے جاں پر وہ حساب آج چکا دیا
جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہ یار ہم نے قدم قدم تجھے یاد گار بنا دیا

(فیض احمد فیض)

☆☆☆

marfat.com

راہ میں مثل غبار

عاصم اور سلومی کے کردار کے بارے میں تحقیقات شروع ہو گئی تھیں۔ انسپکٹر جنرل پولیس شرما اور ایس پی بچن سنگھ نے اپنی رپورٹ عاصم کے خلاف شواہد کی روشنی میں بی ایس ایف کی ہائی کمان کو پیش کر دی۔ ان کی رائے میں عاصم مجاہدین کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ اس نے ریاست کی باغی اور مجاہدہ سلومی کے ساتھ شادی کو صیغہ راز میں رکھا۔ باغیوں کے ساتھ روابط اور ان کی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ اس لئے وہ سٹیٹ کے لئے سیکورٹی رسک تھا۔ رپورٹ ملنے پر بی ایس ایف کے کمانڈنگ آفیسر کے سامنے عاصم کو پیش کیا گیا۔

عاصم صاحب! اب آپ کی خفیہ سرگرمیاں بے نقاب ہو چکی ہیں۔ پولیس رپورٹ کے مطابق آپ نے شیخو بابا کی بیٹی سلومی سے شادی کی۔ جو کہ ایک اگروادی ہے اس طرح آپ نے قانون شکنی کی۔ حتی کہ آپ اس کے ساتھ پیر پنجال، پونچھ اور دیگر علاقوں میں گھومتے رہے اور ملکی سلامتی کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ آپ اپنی صفائی میں کیا کہیں گے۔

شادی کرنا جرم نہیں۔ میں سلومی کو اگروادی نہیں سمجھتا۔ وہ صرف اپنی عزت بچانے کے لئے روپوش ہوئی تھی۔ سنگرام سنگھ نے کشمیری لڑکیوں کی عزت لوٹی۔ میرے پاس بھی ان کے خلاف ثبوت موجود ہیں۔ میں نے ان کی رپورٹیں اپنے اخبار میں بھی ارسال کیں۔ لیکن حکومت نے ان کا کوئی نوٹس لیا۔ اس کے بعد اس نے سلومی کے گھر ریڈ کیا اور اس کی عزت لوٹنے کی کوشش کی۔ صاف ظاہر ہے سلومی کو اپنے بابا کے ساتھ روپوش ہونے پر مجبور ہونا پڑا۔ مجھے اس کے ساتھ ہمدردی تھی۔ میں اسے مظلوم سمجھتا تھا۔ اس لئے میں نے سارے معاملے کی تحقیق کی۔ سلومی کے خلاف سنگرام سنگھ کی کاروائیوں کے خلاف میں نے ڈھال بننے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ شادی کی۔ یہ کوئی جرم نہیں۔

لیکن سلومی اور شیخو بابا نے قانون کی مدد حاصل کرنے کی بجائے مجاہدین کے کیمپوں میں

marfat.com

پناہ لی اور ان کے ساتھ باغیانہ سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے۔

سلومی کے اس بارے میں اپنے خیالات ہیں۔ وہ محب وطن ہے۔ وہ ہندوستانی افواج کو غاصب سمجھتی ہے جو مظلوم کشمیریوں کے قتل عام کی مرتکب ہے۔ ہندوستانی افواج کے مظالم اور تشدد کو دیکھتے ہوئے میں اسے حق بجانب سمجھتا ہوں...... عاصم نے نہایت بیباکی سے جواب دیا۔

اس کا مطلب ہے کہ آپ کی ہمدردیاں بھی اب اگروادیوں کے ساتھ ہیں۔ آپ شیخو بابا کے جنازے کے ساتھ سری نگر آئے۔ اور آپ نے بھی عملی طور پر حکومت کے خلاف مظاہروں میں حصہ لیا۔ بلکہ آپ کی پونچھ میں غیر قانونی سرگرمیوں کے بارے میں رپورٹیں ملی ہیں...... دلجیت سنگھ نے انسپکٹر جنرل شرما کی رپورٹ پڑھتے ہوئے کہا۔

میں بھارتی فوج کے عوام کے خلاف بڑے پیمانے پر کارروائیوں کی تحقیق کے سلسلے میں پونچھ کے اضلاع میں گیا ہوا تھا۔ وہاں میں نے اپنی آنکھوں سے بی ایس ایف کی وہاں کے شہریوں کے خلاف کارروائیوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان کی سفاکی اور ان کی بربنہ بربریت کا اندازہ لگایا ہے۔ آپ اِسے کوئی رنگ دے سکتے ہیں۔ لیکن میں نے ان مظالم کا ذکر اپنی اخباری رپورٹوں میں کیا ہے۔ اس بنیاد پر اگر آپ یا بھارتی پولیس کے انسپکٹر جنرل مجھے بھی مجاہدین کا ایک کارندہ سمجھتے ہیں تو میں انہیں کیا کہوں۔ بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح کشمیریوں کو ظلم کی چکی میں پیس کر آپ نے انہیں نفرت پر مجبور کر دیا ہے۔ انہیں اگروادیوں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ آپ مجھے بھی اس کیمپ میں جانے پر مجبور کر رہے ہیں۔...... عاصم نے نہایت جذباتی انداز میں کہا۔

بہرحال عاصم صاحب! میں پولیس کی رپورٹ کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ آپ کو ابھی مزید تحقیق کے سلسلے میں زیر حراست رہنا ہوگا۔ میں نے سلومی کو آپ کے ساتھ ایک ہی لاک اپ میں رکھنے کی ہدایت کر دی ہے۔ مجھے آپ کے جذبات کا احساس ہے...... دلجیت سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

marfat.com

شکریہ! مجھے آپ کی دل نوازی پر آپ کا تہہ دل سے مشکور ہونا چاہیے۔ ۔۔ یک بات میں آپ سے کہنے پر مجبور ہوں کہ آپ بے قصور آپ کشمیریوں کے خلاف اپنی افواج کی مجرمانہ کارروائیوں کا نوٹس لیں۔ کشمیر کے تنازع پر پاک بھارت مذاکرات ہو رہے ہیں۔ اس دوران آپ کی افواج حالات کو بگاڑنے میں مددگار ثابت ہو رہی ہے۔ اس طرح تو برصغیر میں کبھی امن نہیں ہوسکتا۔ کشمیریوں کا قتل عام کر کے کشمیر کا مسئلہ حل نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح تو ہم ساری دنیا میں بدنام ہو رہے ہیں...... عاصم نے جرأت سے رائے زنی کرتے ہوئے کہا۔

آپ کشمیریوں کے اچھے Spokes man ترجمان بن چکے ہیں لیکن آپ کو یہ وکالت مہنگی پڑے گی۔ دلجیت سنگھ نے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

آپ جو چاہیں کہیں لیکن سچ کہنا میرا شیوہ ہے۔ اس کے لئے میں بڑی سے بڑی سزا کاٹنے کو تیار ہوں...... عاصم نے جواب دیا۔

عاصم اور سلومی کو بارہ مولا کے ایس ٹی ایف کیمپ میں منتقل کر دیا گیا۔ دونوں کو ایک 7 مربع فٹ سیل میں بند کر دیا گیا۔

سلومی عاصم کو دیکھ کر مسکرائی۔

آخر آپ بی ایس ایف والوں کے قبضے میں آ ہی گئے۔

آپ جیل میں بند ہوں۔ اور بندہ باہر رہے۔ میں یہ کیسے گوارا کرسکتا ہوں۔ آپ کے بغیر تو زندگی بھی جیل سے کم نہیں۔ بھلا ہو دلجیت سنگھ کا انہوں نے ہمیں ایک ساتھ رکھنے کا فیصلہ سنایا۔ ورنہ بندہ آپ کے بغیر تڑپتا اور سسکتا رہتا...... عاصم نے ہنستے ہوئے کہا۔

آپ اس سیل میں بھی مزاح سے باز نہیں آئے۔ چند دن یہاں رہے تو سب نشہ ہرن ہو جائے گا...... سلومی نے جملہ کسا۔

آپ کی رفاقت میں تو یہ اذیت کدہ ایک نعمت کدہ سے کم نہیں۔ اگر آپ یہاں خوش ہیں تو آپ کے خادم کے لئے بھی یہ جنت الفردوس کا گوشہ ہے اور مجھے اس پر کوئی تاسف نہیں بلکہ میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں...... عاصم نے حسن بخت کا شعر پڑھتے ہوئے

marfat.com

کہا۔

بڑھے ہیں منزل کی سمت ہم بھی شعاع بخت جمیل لے کر
ہمیں تردد نہیں ہے کوئی اگر کہیں روشنی نہیں ہے

لیکن یہاں تو گھپ اندھیرا ہے اور اس اندھیرے میں سب تمنائیں اور خواہشیں دم توڑ دیں گی...... سلومی نے حسرت سے کہا۔

لیکن میں ان اندھیروں سے گھبرانے والا نہیں ہوں بقول شاعر ؎

ہم تیرگی میں شمع جلائے ہوئے تو ہیں
ہاتھوں میں سرخ جام اٹھائے ہوئے تو ہیں
کب چوب دار پر ہوں سرافراز دیکھئے
اس شوخ کی نگاہ میں آئے ہوئے تو ہیں

عاصم نے بے ساختہ یہ اشعار پڑھ دیئے۔

نہ بابا! آپ میری وجہ سے دار پر نہ چڑھیں۔ یہ کوئی مقصد نہیں۔ ہاں وطن کی خاطر اور کشمیریوں کے اعلیٰ وارفع کاز کے لئے آپ قربانی دیں تو یقیناً مجھے بھی اور میرے ہم وطنوں کو آپ پر فخر ہوگا...... سلومی نے اندھیرے میں عاصم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ میں بھی انسانیت کی خاطر یہ سختیاں اور صعوبتیں برداشت کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ تم دیکھو گی۔ میرے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئے گی...... عاصم نے بے خوفی سے کہا۔

دونوں دیر تک تنگ و تاریک سیل میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ سخت سردی میں ایک دسرے سے لپٹے ایک دوسرے کو حرارت اور تپش سے گرماتے رہے۔ نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ آدھی رات کو ایک ہلکی سی آہٹ نے انہیں چونکا دیا۔ سیل کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

کون ہے؟ عاصم نے پوچھا

سی! آواز نہ نکالیں۔ میں آپ کا خادم ایوب شاہ ہوں۔ اور آپ کو اس جہنم کدے سے

marfat.com

نکالنے آیا ہوں...... ایوب شاہ نے اندھیرے کی دبیز چادر کو چیرتے ہوئے کہا۔
ایوب شاہ کی آواز عاصم اور سلومی نے پہچان لی۔ دونوں کے چہرے پر اطمینان کی لہر ابھری جسے تاریکی میں پڑھا نہیں جا سکا۔
آپ یہاں کیسے آ گئے۔آپ کو یہاں کسی فوجی نے نہیں دیکھا اور یہاں پہرے دار کہاں گئے؟...... عاصم نے سوال کیا۔
آپ یہاں کوئی سوال نہ کریں۔سب فوجی میٹھی نیند سوئے ہوئے ہیں اور صبح تک ہوش میں نہیں آئیں گے۔انہیں شراب کا چسکا ہے۔میں نے بی ایس ایف والوں کو بے ہوشی کی دوا ملا کر مفت فراہم کی۔ جسے انہوں نے مزے لے کر پیا اور اب نشے میں دُھت پڑے ہوئے ہیں۔اس لئے جلدی کریں اور یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں۔
عاصم نے اس کے بعد کوئی مزید سوال نہ کیا۔ وہ ایوب شاہ کے حیرت انگیز کارناموں کو جانتے تھے۔اب اس میں ایک اور کا اضافہ ہو گیا تھا۔حیرت کے اس طلسم کدے کو نہ چھیڑنا ہی بہتر تھا۔عاصم سلومی چپکے سے اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھے اور ایوب شاہ کے پیچھے پیچھے اس کیمپ سے باہر آ گئے۔کیمپ میں نگرانی پر موجود فوجی نشے میں دُھت پڑے ہوئے تھے۔اس لئے انہیں باہر نکلنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔کیمپ کے باہر بھی پہرے دار اور فوجی زمین پر ادھ موئے پڑے ہوئے تھے۔کیمپ سے نکل کر یہ تینوں دریا پر پہنچے۔ جہاں مانجی ان کا انتظار کر رہے تھے۔کشتی نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہو گئی۔سڑک دریا کے ساتھ ساتھ بھاگ رہی تھی۔لیکن آگے جا کر دریائے پوہڑہ دریائے جہلم سے متصل ہو گیا۔سوپور میں دریا کا پانی کم ہو گیا۔دریا کا کنارہ کئی جگہ چار پانچ فٹ اونچا تھا۔سوپور شہر دریا کے دائیں بائیں واقع ہے۔دائیں بائیں رہنے والوں کو ملانے کے لئے ایک پل موجود ہے۔سوپور سے گزر کر وہ وولر جھیل میں داخل ہوئے۔صبح طلوع ہونے تک وہ بانڈی پور کے مشہور قصبے کے قریب تھے۔یہاں سے اتر کر وہ بانڈی پورہ کے ایک گاؤں پت شاہی میں ایک مجاہد کے گھر رُکے۔ جہاں انہوں نے چائے پی۔اور پھر انہوں نے لولاب وادی میں قدم رکھا۔لولاب وادی کے جنگلوں میں ان کو محفوظ رکھنے

marfat.com

کا کافی سامان موجود تھا۔ وادی لولاب کے جنگلوں میں ہی مجاہدین کا بیس کیمپ تھا۔ جہاں انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ ان کی باقر خانیوں اور کشمیری کلچوں اور چائے سے تواضع کی گئی۔ شیر خان اس کیمپ کا انچارج تھا۔

عاصم بھائی! ایوب شاہ نے آپ کی جان بچا کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ یہ بڑا جی دار مجاہد ہے۔ خطروں کی پرواہ نہیں کرتا اور بے دھڑک خطرات میں کود جاتا ہے۔ اب صبح ہوتے ہی بیس کیمپ میں افراتفری برپا ہو جائے گی لیکن آپ بے خوف رہیں یہاں تک ان ظالم لوگوں کی رسائی بالکل نہیں...... شیر خان نے اپنے خاص لہجے میں کہا۔

لیکن شیر خان صاحب دشمنوں کی یہاں تک رسائی تو نہیں مگر ہمیں اس سخت سردی میں رضائی کی ضرورت ہے۔ درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں سے برف چھن چھن کر ہمارے وجود کو شل کر رہی ہے۔ کیا اس سے بچنے کا کوئی راستہ ہے...... عاصم نے ہنستے ہوئے کہا۔

ابھی یار لوگ! ان موسمی طوفانوں کا عادی معلوم نہیں دیتا۔ لیکن فکر نہ کرو۔ جلد آپ لوگ اس موسمی طوفانوں اور جھکڑوں کے عادی ہو جائیں گے۔ بہر حال آپ اپنے زیر زمین تہہ خانے میں چلے جاؤ۔ وہاں گرم گرم انگیٹھیاں سلگی ہوئی ہیں آپ تھوڑی دیر آرام کریں۔ پھر آپ سے بات ہوگی۔ ابھی ہم نے ایک مشن پر جانا ہے۔

عاصم اور سلومی بیس کیمپ میں گھس گئے۔ تو واقعی وہاں انگیٹھیوں کی حرارت نے کافی گرمائش پیدا کر رکھی تھی۔ تھکاوٹ دور کرنے کے لئے وہ زمین پر بچھے ہوئے کمبل پر لیٹ گئے اور جلد ہی نیند کی آغوش میں ہلکورے لیتے ہوئے میٹھی نیند سو گئے۔ شیر خان اور اس کے ساتھی میزائلوں اور راکٹوں سے لیس سوپور میں دشمن کے خلاف بھرپور کاروائیاں کرتے رہے۔ زینہ گیر کے کیمپ پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا گیا۔ زینہ کوٹ، زینہ پورہ، زینہ دت، زینہ گیر، زینہ کدل، زینہ لنک اور زینہ بازار زین العابدین کے آباد کردہ ہیں۔ یہ تمام علاقے لنک اور وولر جھیل کے درمیان واقع ہیں۔ زینہ گیر کے کیمپ کو تباہ کرنے کے بعد شیر خان نے سرانکشون کالونی سوپور میں کاروائی کی اور ریموٹ کنٹرول

marfat.com

کے ذریعے بھارتی فوج کی ایک گاڑی کے پرخچے اڑا دیئے۔اس کامیاب اپریشن کے بعد جب یہ مجاہد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس آیا تو عاصم اور سلومی اپنی نیند سے بیدار ہو گئے تھے۔

عاصم بھائی! آنکھیں کھولو۔ یہاں زیادہ دیر سونا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ہم ہر وقت ٹھکانے بدلتے رہتے ہیں۔ اور کیوں نہ کریں زندگی تو مسافر خانہ ہے۔ مسافروں کو حق نہیں پہنچتا کہ کہیں ٹک کر بیٹھ جائیں اور زندگی گذار دیں۔ کیوں میں نے جھوٹ کہا ہے...... شیر خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

نہیں خان صاحب! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ بتایئے۔ ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ ہم آپ کی کمان میں کام کریں گے...... عاصم نے تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

نہیں بیٹا! میں اس قابل کہاں۔ تمہارے ساتھ ایوب شاہ جیسا منجھا تجربہ کار مجاہد موجود ہے۔ آپ لوگ اس کو معمولی آدمی نہ سمجھیں۔ بڑا عجیب اور پراسرار آدمی ہے۔ بعض اوقات تو مجھ کو اس پر شک ہونے لگتا ہے لیکن ہے وہ انسان کا بچہ۔ کیوں بھئی ایوب شاہ! میں غلط بولتا ہوں...... شیر خان نے ایوب شاہ کو اِدھر آتے دیکھ کر کہا۔

آپ کی نوازش ہے خان صاحب! آپ مجھے یہ درجہ دیتے ہیں۔ یہ آپ کا حسن نظر ہے کہ آپ ذرے کو پہاڑ بنا کر پیش کر رہے ہیں...... ایوب شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نہیں آپ واقعی بہادر انسان ہیں۔ ورنہ کون بیس کیمپوں میں جا کر اتنی بڑی کاروائیاں کر سکتا ہے۔ ہاں آج آپ زالورہ جائیں اور وہاں بارودی سرنگ بچھا کر دشمن کو لوہے کے چنے چبوائیں...... شیر خان نے اپنا حکم سنایا۔

آپ جیسا حکم کریں ہم بجالائیں گے۔ آخر ہمارے کمانڈر ہیں...... عاصم نے کہا۔

سلومی نے بھکارن کا روپ بدلا۔ اور کندھے پر تھیلا لٹکا کر زالورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ عاصم اور ایوب شاہ بھکاریوں کے روپ میں اس کے ہمراہ تھے۔ ان کے کندھوں پر بھی بارود کے تھیلے بھرے ہوئے تھے۔ زالورہ کی سڑک پر بارود بچھا کر یہ لوگ ایک ٹیکری پر بیٹھ کر ماحول کا نظارہ کرنے لگے۔ زالورہ اور ہرون سے گاؤں میں فوج چھپی بیٹھی تھی۔

marfat.com

ہرون کی طرف سے مارٹر شیل اِدھر اُدھر گرنے لگے۔تو فوج کی موجودگی کا علم ہوا۔زالورہ کی طرف بھی گولہ باری شروع ہوئی۔تو یہ تینوں بھاگ کر جنگل میں جا چھپے۔دوسرے دن بارودی سرنگ کی کاروائی کے لئے تینوں دوبارہ موقع پر پہنچےاور ریموٹ کنٹرول سے ایک فوجی گاڑی کا تیاپانچہ کر دیا۔کئی فوجی اس دھماکے میں ہلاک ہوئے۔فوج چوکس ہوگئی۔ جب عاصم ایوب شاہ اور سلومی واپس اڈے پر آئے تو شیر خان کو کاروائی کا علم ہوااور یہ پتہ چلا کہ ان کی ہائیڈ آؤٹ خطرے میں ہے۔چنانچہ ہائیڈ آؤٹ سے نکل کر مجاہدین دریا کی طرف نکل گئے۔دریا عبور کرنے لگےتو جھاڑیوں میں چھپے ہوئے بھارتی فوجیوں نے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔اس غیر متوقع حملے میں شیر خان اور چار مجاہد شہید ہوئے۔ عاصم اور سلومی بال بال بچ گئے وہ ایوب شاہ کے ساتھ پیچھے آرہے تھے۔شیر خان کی دلآویز آواز ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی تھی۔ایوب شاہ اور سلومی اس عظیم انسان کی یاد میں بے اختیار رو دیئے۔عاصم کے سامنے شیر خان کی بیباک ہنستی مسکراتی شخصیت آ کھڑی ہوئی۔

یہ زندگی مسافر خانہ ہے۔مسافر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی ایک جگہ ٹھہرے۔اسے اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے...... شیر خان کی پر اثر آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

جو شخص سارے زمانے کا رنج سہتا تھا
وہ آج راہ میں مثل غبار بیٹھا تھا
یوں بت سنا وہ کھڑا تھا کہ کیا بتاؤں تمہیں
میں اس کو چھونے سے پہلے خیال سمجھا تھا
نہ اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ ٹھہرو رُک جاؤ
نہ سنگ سرخ کو میں نے پلٹ کے دیکھا تھا
سبھی سے ملتا ہے لیکن وہ اب کسی کا نہیں
عظیم تم نے بھی دیکھا کہ وہ تمہارا تھا

(محمد عظیم)

marfat.com

میں تیرے غلاموں میں

حالات کافی کشیدہ ہو چکے تھے۔ بھارتی فوج نے بانڈی پورہ، سوپور، لولاب اور کپواڑہ کے اضلاع میں اندھیر نگری کر دی۔ نوجوانوں کو چن چن کر قتل کیا جا رہا تھا۔ نوجوان پہاڑوں میں روپوش ہونے لگے۔ پیر پنجال کے پہاڑوں میں تو پہلے ہی ہزاروں کشمیری مورچہ زن تھے۔ اب شمالی پہاڑوں شمالی مغرب کی طرف کجناگ کی چوٹیوں اور سلسلہ ہائے کوہ جنوب سے شمالی کی طرف کسان گنگا کو ناؤ۔ اترا اور لولاؤ پرگنہ میں دفاع کے مواقع کافی تھے۔ کسان گنگا کے سلسلہ ہائے کوہ میں ساردی سے مدھومتی جھیل کے ساتھ میں ایک راستہ تھا۔ ایک اور اہم راستہ ویلور جھیل کی شمال کی طرف گریز کا علاقہ ہے۔ یہاں سے استور اور بلتستان سے رابطے استوار ہیں۔ برطانوی انجینئروں نے یہاں گلگت ٹرانسپورٹ روڈ بنائی تھی۔ جو تریجابل یا راضدیگن درے سے ہو کر گزری ہے۔ یہاں ڈوڈا کوٹ کا مشہور قلعہ ہے۔ مدھوتی جھیل اس قلعہ کے قریب سے ہو کر گزرتی ہے۔ لولاب کے جنگلوں سے نکل کر عاصم، سلومی اور ایوب شاہ ایک خاص مشن پر اسی راستے پر گامزن تھے۔ اتاوت گاؤں سے ہوتے ہوئے وجی مرگ کی اس سرسبز وادی میں قدم رکھ چکے تھے۔ پتھروں کی پناہ گاہیں یہاں ہر طرف دکھائی دیتی ہیں۔ ستمبر کے مہینے یہاں برفانی طوفانوں کے عادی تھے۔ ڈوڈا کوٹ کے مشرقی جانب ہرمکھ کی 1700 فٹ کی بلند چوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان پہاڑوں کے گلشیروں ہی سے جھیلیں نکل کر دریائے سندھ کا روپ اختیار کر لیتی ہیں۔ یہاں کی جھیلیں بھی متبرک سمجھی جاتی ہیں۔ یہاں بھدر پدا کے تہوار پر ہزاروں یاتری آتے ہیں اور اپنے مرنے والوں کی ہڈیاں ان جھیلوں کی نذر کر دیتے ہیں۔ اتر گنگا اور گنگامل کے نام سے موسوم اس جھیل کو عاصم اور سلومی نے بھی دیکھا۔ پھر انہوں نے کچھ فاصلے پر ایک اور جھیل دیکھی۔ جس کا قدیم نام نند سار تھا۔ یہاں سیواجی مہاراج اور ان کے خدمتگار نندین کی رہائش گاہ تھی۔ ان جھیلوں کے قریب سے ایک درہ سے ہوتے ہوئے خچروں پر سوار مجاہدین کا قافلہ آگے بڑھ رہا تھا۔ شاہ ہرس

marfat.com

کا باغی بھائی وجے مالا لوہارا سے بھاگ کر دراس وادی میں اسی راستے سے بھاگا تھا۔
یہاں مجاہدین کی جھڑپیں ہندوستانی دستوں سے ہوئیں۔ لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے ہندوستانی فوج اپنی پناہ گاہوں سے باہر نہیں آنا چاہتی تھی۔ اس لئے کہ مجاہدین کے ہاتھوں انہیں بھاری جانی نقصان کا اندیشہ تھا۔ زوجی لا کے درے پر آکر یہ لوگ رُک گئے۔ یہ جگہ 11300 فٹ بلند ہے جو کہ لداخی نام ہے۔ زوجی لا کا یہ راستہ کشمیر کو لداخ سے ملانے والا پرانا راستہ ہے اس درے کے آگے بوٹا قبائل ہیں جو کہ تبت کے باشندے ہیں۔ مشرق میں یہ سڑک طوفان کے درے سے گزرتی ہے۔
آپ نے شمال کی جانب کشمیر کا روڈ میپ دیکھ لیا۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ اس راستے پر قبضے سے کشمیر کا دفاع مستحکم ہو سکتا ہے...... سلومی نے سوال کیا۔
کیوں نہیں۔ چین بھی اس راستے پر ہندوستان کے قبضے کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے وہ کشمیر اصل وارثوں کے ساتھ ہے۔ کشمیریوں کے ساتھ چینی حکام کے رابطے بڑھ رہے ہیں۔ وہ ہماری مدد کرنا چاہتے ہیں۔ خاص طور پر ان حالات میں جبکہ امریکہ بھی کشمیر کے معاملات میں اپنا اثر ورسوخ بڑھا رہا ہے۔ چینی حکومت ان حالات کو تشویش کی نگاہوں سے دیکھتی ہے...... عاصم نے اپنی رائے دی۔
آپ کا اندازہ درست ہے۔ مجاہدین کمانڈر آج چینی حکام سے مل رہے ہیں۔ وہ یقینی طور پر اسلحہ کی درخواست کریں گے۔ سلومی نے کہا۔
آپ کو یہ علاقہ کیسا لگا...... سلومی نے پوچھا
بہت دشوار گزار علاقہ ہے۔ لیکن گلگت ٹرانسپورٹ روڈ کی وجہ سے آئندہ اس راستہ پر نقل و حمل میں اضافہ ہو جائے گا...... عاصم نے جواب دیا۔
مجھے تو ان برفانی ہواؤں کی تند و تیز جھونکوں سے فرحت محسوس ہوتی ہے...... سلومی نے کہا۔
آپ کی پرورش کشمیر کے برفانی مقام پر ہوئی ہے۔ لیکن مجھے ان ہواؤں سے کپکپی سی لگنے لگی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان برفانی ہواؤں میں میرا دل منجمد ہو جائے۔ اور حرکت کرنا

marfat.com

بند کر دے...... عاصم نے پتھر کی پناہ گاہ میں اپنے گرد کمبل لپیٹے ہوئے کہا۔
آپ حوصلہ کریں مجاہد کمانڈر جلد اسلحہ لے کر واپس ہوں گے تو ہم جلد وادی کی طرف واپس جائیں گے۔ وہاں ہندوستانی افواج کے ساتھ برسرِ پیکار ہو کر ہمارے خون کو حرارت ملے گی۔ آپ دیکھئے گا آپ کی کپکپی دور ہو جائے گی...... سلومی نے ہنستے ہوئے کہا۔

حرارت تو آپ کی موجودگی میں بھی ہمیں مل رہی ہے۔ لیکن نجانے کیوں آج طبیعت کچھ مضمحل دکھائی دیتی ہے۔ عاصم نے کہا۔
عاصم کی طبیعت واقعی برفانی موسم کی وجہ سے خراب تھی۔ پھر وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کی طبیعت میں ابتری آتی چلی گئی۔ اور شدید بخار نے اُسے جکڑ لیا۔ سلومی پریشان ہو کر رہ گئی۔ قہوے کے گھونٹ کے علاوہ کوئی چیز عاصم کے حلق میں نہیں جا سکتی تھی۔
اگر عاصم کو یہاں کوئی دوا نہ ملی تو اس کا بچنا مشکل ہے۔ سلومی نے ایوب شاہ کو صورت حال بتائی۔

بھابھی! آپ فکر نہ کریں عاصم جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ بخار کے لئے دوا کھلا دیجئے۔ بخار اتر جائے گا گھبرانے کی ضرورت نہیں...... ایوب شاہ نے سلومی کو تسلی دی۔
لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں دوا کیسے ملے گی۔ ان پہاڑی علاقوں میں تو دوا دارو کا انتظام کرنا ناممکن ہے...... سلومی نے مایوسی ظاہر کی۔
آپ گھبرائیں نہیں۔ عاصم کے علاوہ تین چار مجاہد اور بھی بیمار ہیں۔ یہ صورت حال مجاہد کمانڈر کی نظر میں ہے۔ میں بھی اُن سے بات کرتا ہوں شاید کوئی چینی ڈاکٹر مل جائے...... ایوب شاہ نے کہا۔

ایوب شاہ اس سلسلہ میں مجاہد کمانڈروں سے ملا چنانچہ حکام سے رابطہ کے بعد ایک سینئر ڈاکٹر کی نگرانی میں ایک ٹیم بیمار مجاہدین کے علاج کے لئے موقع پر پہنچ گئی۔ ان کے عمدہ علاج معالجے اور بہترین تیمارداری کے بعد تمام مجاہد روبصحت ہو گئے۔ عاصم بھی ہوش میں آ گیا۔ سلومی اس دوران اس کے لئے خدا کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگتی رہی۔

marfat.com

جب عاصم نے آنکھیں کھولیں تو خوشی سے سلومی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

تم رو رہی ہو...... عاصم نے اس کی بھیگی ہوئی آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ خوشی کے آنسو ہیں مجھے آج احساس ہوا ہے کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ مجھے تم سے بے حد محبت ہے عاصم!...... سلومی نے روتے ہوئے کہا۔

بہادر لوگ رویا نہیں کرتے۔ اب آپ اپنی آنکھوں سے بہتا ہوا پانی پونچھ ڈالیں...... مجھے روتے ہوئے لوگ اچھے نہیں لگتے...... عاصم نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

آپ کا حکم سر آنکھوں پر اب میری آنکھوں سے ایک آنسو بھی نکلا تو آپ کی مجرم ہوں...... سلومی نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔

عاصم نے ان ہاتھوں کو پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔ آج مجھے اندازہ ہوا ہے کہ دنیا میں میرا کوئی چاہنے والا موجود ہے۔ اگر میں اس دنیا میں زندہ نہ رہا تو کوئی لاش پر رونے والا تو ہوگا...... عاصم نے پیار سے کہا۔

آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں۔ میں پھر رو دوں گی۔ خدا نہ کرے وہ دن آئے۔ میں آپ کو موت کے منہ سے چھین لوں گی...... سلومی نے چیختے ہوئے کہا۔

ارے بابا! موت تو برحق ہے اور جس راہگزر پر ہم جا رہے ہیں وہاں تو قدم قدم پر موت ہے۔ روز جھڑپیں ہوتی ہیں۔ کئی مجاہد جاں بحق ہوتے ہیں اس لئے موت کے لئے ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہیے...... عاصم نے حقیقت بیان کی۔ ہاں عاصم! تم ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی کشمیریوں کے لئے تو ہر آن موت پیچھا کرتی نظر آتی ہے۔ اس شہادت کی موت کے لئے ہر کشمیری بے چین ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ انسانی جذبے تو ختم نہیں ہو سکتے۔ انسانی احساسات تو ہمارے اندر دوسرے لوگوں کی طرح موجود ہیں۔ ہمیں بھی محبت کرنے اور زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ نجانے وہ دن کب آئے گا کہ موت کی شاہراہ پر ہمارا سفر ختم ہوگا اور ہم بھی دنیا کے دیگر انسانوں کی طرح امن وسکون کی زندگی بسر کر سکیں گے۔ محبت کے حسین سپنے دیکھ سکیں گے اور اپنے ارمانوں کے حسین محل تعمیر کر سکیں گے...... سلومی نے جذباتی انداز میں کہا۔

marfat.com

بھاری اسلحہ کی کمک حاصل کرنے کے بعد واپسی کا سفر شروع ہو چکا تھا۔مجاہدین نے اس اسلحہ کی مدد سے ہندوستانی افواج کی بیرکوں پر بھرپور حملے کئے اور انہیں بھاری جانی نقصان پہنچایا۔ ہندوستانی افواج شمالی علاقوں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ مجاہدین کے یہ دستے کشمیر کی طرف اس طرح بڑھ رہے تھے جیسے 14 ویں صدی میں ترک ولکا اور انکانا حملہ آور ہوئے تھے اور اس کے دوسو سال بعد مرزا محمد حیدر 1500 صدی میں وادی پر حملہ آور ہوا۔ رنچن شاہ بھی اسی راستے کشمیر آیا تھا اور جلد یہاں کا حکمران بن گیا۔ گریز میں بھارتی فوج کا اجتماع مجاہدین کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے تیار تھا۔ پندرہ ہزار فوج مورچہ بند ہو کر مجاہدین کی منتظر تھی۔ گریز کی فوجی چھاؤنی میں بھارتی فوج کے مزید دستے پہنچ رہے تھے۔ فضا میں ہیلی کاپٹروں کی گڑگڑاہٹ صاف سنائی دے رہی تھی لیکن جب سام میزائلوں سے ہیلی کاپٹروں پر فائر کئے گئے تو ہیلی کاپٹروں کی اڑانیں ختم ہو گئیں۔ اللہ اکبر کے نعروں سے پہاڑ گونجنے لگے۔ تاہم وقفے وقفے سے توپوں سے گولے مجاہدین کی یلغار کو روکنے کے لئے داغے جا رہے تھے۔ جو پہاڑی چٹانوں سے ٹکرا کر بھاری دھماکے سے پھٹ رہے تھے۔ برف سے لدی پہاڑی چٹانوں سے ٹکرانے کے بھاری پتھر زمین پر گر رہے تھے۔ جنگی دھمک سے ہر طرف ہول سا طاری تھا۔

مجاہدین کمانڈر اس صورتحال سے نپٹنے کے لئے برابر پلاننگ کر رہے تھے۔ فیصلہ ہوا کہ چند مجاہدین گریز میں بھارتی گریژن پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیے۔ اس کے بعد مجاہدین یونٹ باہر نکل کر بھارتی فوج پر حملہ آور ہو تا کہ اس بھاگتی ہوئی فوج کا صفایا کیا جا سکے۔ افراتفری کے عالم میں بھارتی فوج میں بھگدڑ مچ جاتی اور مقابلے کی تاب نہیں لا سکتی تھی۔ کمانڈروں کے ایک اجلاس میں عاصم اور ایوب شاہ کے ہمراہ جلد مجاہدین کو گریژن پر حملہ کرنے سے آرڈر موصول ہوئے۔ رات بڑی بھاری تھی۔ عاصم اور سلومی رات دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے۔

اب شاید ہماری جدائی کا وقت آن پہنچا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ساری رات تم سے باتیں کرتا رہوں۔ عاصم نے درد انگیز لہجے میں کہا۔

marfat.com

اگر تم ساری رات مجھ سے باتیں کرتے رہے تو دشمن سے خاک لڑو گے۔ بہتر ہے آرام سے سو جاؤ تا کہ تازہ دم ہو کر دشمن کے پرخچے اڑا سکو...... سلومی نے ہنستے ہوئے کہا۔

تمہیں تو اس قیامت کی گھڑی میں بھی مذاق سوجھتا ہے۔ کتنی کٹھور دل ہو...... عاصم نے گلہ کیا۔

تو کیا میں چیخوں چلاؤں ماتم کروں یہاں روز ماؤں کے لال جدا ہوتے ہیں۔ لیکن کشمیریوں نے اپنے دلوں پر صبر و شکیب کی سلیں رکھی ہوئی ہیں۔ وہ کوئی فریاد نہیں کرتے۔ دہائی نہیں دیتے بتاؤ عاصم! ہم مجبور و مقہور لوگ کیا کر سکتے ہیں...... سلومی نے چلا کر کہا۔

یاد کر کے اور بھی تکلیف ہوتی ہے عدیم
بھول جانے کے سوا اب کوئی چارہ بھی نہیں

نہیں سلومی! تم مجھے بھول نہیں پاؤ گی۔ یہ بات انسانی فطرت کے منافی ہے۔ آدمی جسے چاہتا ہے اس کے جانے کے بعد وہ زندگی بھر اس کی یاد میں تڑپتا رہتا ہے۔ وہ ساغروں اور جاموں کا سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے لیکن ناکام رہتا ہے۔

اب تو میری آنکھوں کے میکدے میسر ہیں
پھر سکون ڈھونڈو گے ساغروں میں جاموں میں

عاصم نے شعیب بن عزیز کا شعر پڑھا

ساغروں اور جاموں میں صرف مرد ہی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ عورتیں یہ کام نہیں کرتیں...... سلومی نے پھر چھیڑا

تو تم کیا کرو گی پگلی! عاصم نے پیار سے پوچھا

میں تمہیں اپنی آنکھوں میں بسا کے رکھوں گی۔ ان آنکھوں میں زندگی کی آخری سحر تک تمہارے سپنے دیکھوں گی۔ فراق کی اس آگ میں چپکے چپکے جلتی رہوں گی۔ شمع کی طرح نمائش نہیں کروں گی۔

marfat.com

شمع جس آگ میں جلتی ہے نمائش کے لئے
ہم اسی آگ میں گمنام سے جل جائیں گے

سلومی نے بھیگی آنکھوں سے جواب دیا۔

دونوں نے شدت جذبات میں ایک دوسرے کو سینے سے لگالیا۔

مجھے یقین ہے کہ دشمن تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا...... سلومی نے اعتماد سے کہا۔

لیکن زندگی کا کیا بھروسہ ہے۔ برستے ہوئے گولوں میں کسی آن زندگی کا چراغ گل ہوسکتا ہے اس لئے ہمیں ہر وقت الوداعی ملاقات کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

غضب ہے جستجوئے دل کا یہ انجام ہو جائے
کہ منزل دور ہو اور راستے میں شام ہو جائے

عاصم نے بیچارگی سے کہا۔

لیکن میری آرزو ہے عاصم! کہ ابھی ہمیں زندہ رہنا چاہیے جب تک ہمیں ہماری منزل یعنی کشمیر کی آزادی حاصل نہیں ہو جاتی۔ ہاں ہمارے لیے ایک یہ المیہ ہوگا کہ اپنے دل کی مراد حاصل کرنے سے پہلے کوچ کا وقت آ جائے...... سلومی نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

فکر نہ کرو اب کشمیریوں میں جو جذبہ کارفرما ہے جس طرح یہ لوگ قربانیاں دے رہے ہیں اب انہیں غلام بنائے رکھنا کسی عالمی طاقت کے لئے ممکن نہیں۔ کشمیر ہو یا عراق یا فلسطین و افغانستان اور چیچنیا آزادی یہاں کے غیور عوام کا مقدر بن کر رہے گی۔ کشمیریوں نے اپنے خون سے جو چراغ روشن کئے ہیں۔ اس کی روشنی سے کشمیر سے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ آزادی کا اجالا جلد طلوع ہوگا...... عاصم نے نئے عزم سے کہا۔

رات جاگتے ہوئے گذر گئی۔ صبح کا سپیدہ نمودار ہونے سے پہلے مجاہدین کا ایک گروہ ہندوستانی فوجیوں کی وردی میں ملبوس ایک فوجی جیپ میں گریز کی فوجی گریژن کی طرف روانہ ہوا۔ فوجی بیرک کے باہر محافظ دستے کو خاموشی سے موت کی نیند سلا دیا گیا۔

آپ لوگ باہر ٹھہریں میں خود اندر جا رہا ہوں۔ آپ باہر ٹھہر کر خطرے کا مقابلہ کریں میں

marfat.com

گولہ وبارود میں آگ لگا کر اس بیرک کو تباہ کرتا ہوں...... ایوب شاہ نے اندر جانے سے پہلے کہا۔

کیا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں...... عاصم نے کہا۔

نہیں دوست ! اس کی ضرورت نہیں۔ میں اکیلا ہی اندر کے حالات سے نبٹ لوں گا ...... ایوب شاہ نے نہایت اعتماد سے کہا۔

ہینڈ گرنیڈ اور دستی بموں سے بھرا بیگ لے کر ایوب شاہ تیزی سے بیرک میں داخل ہو گیا۔ اس کے کندھے پر راکٹ لانچر رکھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بیرک میں بموں کے دھماکے ہوئے۔ راکٹ چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ زمین ہلنے لگی۔ آگ کے شعلے چاروں طرف بلند ہوئے۔ عاصم اور اس کے ساتھیوں نے لیٹ کر جانیں بچائیں۔ یہ لوگ تیزی سے جیپ میں بیٹھ کر باہر نکلنے والے بھارتی فوجیوں کو کلاشنکوف رائفلوں سے نشانہ بنانے لگے۔ ہر طرف ہاؤ ہو کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ دھماکوں کی آوازیں سننے کے بعد مجاہدین پہاڑوں کی اوٹ سے نکل آئے۔ اور انہوں نے بھارتی گشتی دستوں پر حملے شروع کر دیئے۔ دن کی روشنی پھیلنے کے ساتھ ہی بھارتی فوجیوں کا چراغ گُل ہو گیا تھا۔ بزدل بھارتی فوجی اچانک افتاد سے گھبرا کر سوپور اور بانڈی پورہ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ویلور جھیل کا پانی بھاری فوجیوں کے خون سے سرخ ہو گیا۔ نعرہ تکبیر' اللہ اکبر' کے نعروں سے فضا لرز اٹھی۔ جب ہندوستانی توپیں خاموش ہو گئیں تو سلومی گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتی ہوئی گریز چھاؤنی کی طرف آئی۔ مجاہدین جلتی ہوئی بیرک کو دیکھنے میں مصروف تھے۔ عاصم نے سلومی کو گھوڑے پر بیٹھے اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ تیزی سے اس کی جانب لپکا۔

فتح مبارک ہو...... سلومی نے چیخ کر کہا

نعرۂ حیدری یا علی کے نعرے ہر طرف گونجنے لگے۔

تمہاری دعاؤں سے میں زندہ بچ نکلا ہوں...... ایوب شاہ نے جان کی بازی لگا کر تن تنہا بھارتی گریژن کو تباہ کر دیا اور ہمیں اس معرکہ سر کرنے کا موقع ہی نہیں دیا......

marfat.com

عاصم نے روئیداد بیان کی۔

آپ کو ابھی کشمیر کے لئے روڈ میپ تیار کرنا ہے۔ اس لئے ابھی آپ کو ضائع ہونے سے بچا لیا گیا ہے۔ اور دوسرے ہم اپنی پیاری بھابھی کے سر کے تاج کو گرتا ہوا نہیں دیکھ سکتے...... ایوب شاہ نے گریژن کی جلتی ہوئی عمارت سے نکلتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

سب مجاہدین اُسے زندہ دیکھ کر حیرن و ششدر رہ گئے۔ عاصم اور سلومی کی زبانیں گنگ رہ گئیں وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ایوب شاہ کے چمکتے ہوئے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے جس کے بدن پر ایک بھی خراش نظر نہیں آ رہی تھی۔

ایوب شاہ انہیں حیران و پریشان دیکھ کر لہک لہک کر یہ شعر سنا رہا تھا۔

دوستی کا دعویٰ کیا عاشقی سے کیا مطلب
میں تیرے فقیروں میں میں تیرے غلاموں میں

☆☆☆

marfat.com

نغمہ آزادی

کسان گنگا میں فتوحات کے بعد اور دراس کی حدود پار کرنے کے بعد مجاہدین کو ان علاقوں میں بالا دستی قائم ہو گئی تھی۔ گریز میں مجاہدین فوجی پوزیشنیں مضبوط کرنے میں مصروف تھے۔ عاصم ایوب شاہ اور سلومی کو ہندوستانی افواج کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لئے سوپور کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ ایسی ہی ٹیمیں دیگر علاقوں کی طرف بھیجی گئیں۔ سوپور تک یہ لوگ ہندوستانی فوجیوں کی وردیوں میں ملبوس جیپ میں گئے۔ اس کے بعد انہوں نے کشتی میں سفر شروع کیا۔ وولر جھیل میں کشتی رانی کرنے کے بعد تیز ہواؤں سے بچنے کے لئے وہ بانڈی پورہ کے قریب ایک محفوظ مقام پر اتر گئے۔ جہاں مشرق کی طرف ہو یا ہوم کا پرگنہ جسے لولاب کی وادی کہا جاتا ہے۔ کو راستہ جاتا ہے۔

یہاں سے بھی برزل درے کے راستے گلگت کو راستہ نکلتا ہے۔

میں بانڈی پورہ کا رہنے والا ہوں۔ یہاں ایک قریبی گاؤں ملن گام کا رہائشی ہوں...... ایوب شاہ نے بانڈی پورہ سے اپنی نسبت بتائی۔

آپ کی ملاقات میرے بھائی رحیم سے کب ہوئی تھی۔ سلومی نے سوال کیا۔

رحیم سے میری وابستگی 17 سال سے ہے۔ اس وقت یہ دس سال کا بچہ تھا۔ بہت ہی معصوم بھولا بھالا، خوبصورت میں اس کا گرویدہ ہو گیا۔ میں نے اس سے راہ ورسم بڑھائی۔ مسجد شاہ ہمدان میں ہم دونوں اکٹھے نمازیں پڑھتے۔ اور گھوڑے پر سواری کر کے سری نگر کے مضافات میں گھومتے پھرتے کبھی ڈل جھیل اور کبھی وولر جھیل میں کشتی رانی کرتے۔ جب اُس نے مجاہد فورس میں شرکت کی۔ تو میں نے اس کا ساتھ دیا اور یہ ساتھ اب تک قائم ہے...... ایوب شاہ نے اپنی دوستی کی مختصر تاریخ بتائی۔

بھائی اکثر آپ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ آپ نے انہیں کئی مرتبہ حادثات سے بچایا۔ وولر جھیل میں ڈوبنے سے بچایا۔ جیل سے رہائی دلائی اور ہمیں نئی زندگی بخشی۔ ہم آپ کا احسان تا زندگی فراموش نہیں کر سکتے...... سلومی نے آبدیدہ ہو کر کہا۔

marfat.com

ایوب شاہ صاحب! آپ کے حیرت انگیز کمالات دیکھ کر مجھے بار ہا شک گزرا ہے کہ آپ انسان نہیں۔ ہمارے ساتھ پیش آنے والے حادثے اور آپ کی بروقت امداد سے ایسا احساس ہوتا ہے کہ آپ کوئی مافوق الفطرت ہستی ہیں۔ آپ یہ راز ہمیں بتا کیوں نہیں دیتے۔ اپنی زندگی سے پردہ اٹھانے میں کیا قباحت ہے۔ آج آپ نے رحیم سے دوستی کا ذکر کیا۔ رحیم سری نگر کا رہنے والا تھا۔ آپ بانڈی پورہ کے پھر آپ کے رابطے کیوں کر ممکن ہوئے...... عاصم نے سوال اٹھایا۔

آپ میری حقیقت پر پردہ ہی پڑا رہنے دیں تو بہتر ہے۔ شاید کسی مناسب موقع پر میں اپنی اصلیت کے بارے میں آپ کو آگاہ کر دوں۔ فی الوقت میری طبیعت کچھ گھبرا رہی ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی افتاد آنے والی ہے...... ایوب شاہ نے سوال کو ٹالتے ہوئے کہا۔

یہ لوگ دوبارہ کشتی میں سوار ہو گئے۔ ہاجن اور سنبل کے قصبوں سے گزر کر وہ شادی پورہ آئے۔ جہاں دریائے جہلم اور سندھ ندی کا اتصال ہوتا ہے۔ سندھ ندی سے گاندربل کی طرف راستہ جاتا ہے اور پھر لداخ اور کرگل تک رسائی ممکن ہے۔

سفر جاری رہا۔ سری نگر کی حدود شروع ہو گئی تھیں۔ تخت سلیمان کا پہاڑ اور قلعہ ہری پربت نمایاں نظر آ رہے تھے۔ دریائے جہلم کا سحر آفریں حسن انہیں مدہوش کر رہا تھا۔ آسمان پر چاند اپنے جوبن کی رعنائیاں دکھا رہا تھا۔ ایسے سماں ایوب شاہ نجانے کیوں کروٹیں لینے لگا۔ اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے دکھائی دے رہے تھے۔

بھائی آپ کی طبیعت خراب دکھائی دیتی ہے۔ شاید تھکاوٹ ہو گئی ہے۔ ہم جلدی نگر پہنچ چکے ہیں۔ تاج ہوٹل میں شام گزاریں گے تو آپ کی ساری کلفت دور ہو جائے گی...... سلومی نے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

لیکن ایوب شاہ کی بے چینی بڑھتی ہی چلی گئی۔ جب عاصم اور سلومی تاج ہوٹل پہنچے تو ایوب شاہ اجازت لے کر باہر نکل گیا اور دیر تک واپس نہ آیا۔ عاصم اور سلومی اس کی پراسرار کیفیت کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے رہے۔ اس کی بے چینی اس کی سمجھ سے باہر

marfat.com

تھی۔ پھر علی الصبح ایوب شاہ پریشان حال ان کے کمرے میں آ وارد ہوا تھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے اور ژولیدہ تھے۔ آنکھیں مرجھائی ہوئی تھیں۔ اس کی آواز مرتعش تھی۔ بدن پر کپکپی طاری تھی۔

اس کیفیت کو دیکھ کر عاصم اور سلومی پریشان ہو گئے۔

یہ آپ نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟ خیریت تو ہے آپ کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے...... سلومی نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔

میرا سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ میری زندگی مجھ سے رخصت ہو گئی۔ اُس نے کہا تھا آپ لوگوں کا خاص خیال رکھوں۔ میں نے آپ لوگوں کا خیال رکھا لیکن اس سے دور رہا۔ اب وہ دور جا چکا ہے اس کو ظالموں نے ہم سے جدا کر دیا میری زندگی ختم ہوگئی......

ایوب شاہ داڑھیں مار مار کر رونے لگا۔

کون جدا ہو گیا بھائی! آپ صاف صاف کیوں بات نہیں کرتے۔ ہمیں بتائیں ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں...... عاصم نے ایوب شاہ کو چھاتی سے لگاتے ہوئے کہا۔

میں سلومی بہن کو کس طرح بتاؤں کہ ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ میرا دوست اس دنیا میں نہیں رہا اُس نے کہا تھا میری بہن کا خیال رکھنا اس کے سائے سے جدا نہ ہونا۔ میں نے اس کے وعدے کو نبھایا لیکن اُس نے اپنے وعدے کا پاس نہ کیا۔ رحیم اب اس دنیا میں نہیں رہا...... ایوب شاہ نے چیخیں مارتے ہوئے کہا......

سلومی رحیم کا ذکر کرنے کے بعد آبدیدہ ہو گئی۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے سر کو پیٹنے لگی۔

کیا آپ میرے بھائی رحیم کا ذکر کر رہے ہیں۔ اسے کیا ہوا ایوب شاہ صاف صاف بتاؤ پہیلیاں نہ بجھواؤ۔ یہ تم نے کیا ہولناک خبر سنائی ہے۔ خدا کے لئے اس خبر کی تردید کر دو کہ یہ خبر غلط ہے۔ خدایا یہ تو تم نے کیا کیا...... سلومی گریہ وزاری کرنے لگی۔

آپ اپنے آپ کو حوصلہ دیں بہن! یہ آپ ہی کا نقصان نہیں۔ میری بھی نقصان ہے۔ لیکن اس میں میرا قصور نہیں۔ رحیم نے مجھے آپ کا اور عاصم کا خیال رکھنے کو کہا تھا۔ اس

marfat.com

لئے میں رحیم کی حفاظت نہ کر سکا۔ میری ماورائی کی طاقت بھی رحیم کو نہ بچا سکی۔ وہ ظالم شرما کی گولیوں کا نشانہ بن گیا...... ایوب شاہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

جو ہونا تھا ہو گیا۔ واقعی رحیم بی ایس ایف کے استبداد کا نشانہ بن گیا تھا۔ اور پھر سکینہ نے اُسے گولیوں سے بھون دیا۔ میرا کدل میں رحیم کا جنازہ دھوم دھام سے اٹھا۔ ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ فوجی اس عظیم اجتماع کے وقت شہدائے کے قبرستان سے دور رہے۔ تاکہ حالات ابتری کی صورت اختیار نہ کر سکیں۔ شہر میں کشیدگی عروج پر تھی۔

میں شرما سے بدلہ لینے جا رہی ہوں...... سلومی نے اعلان کیا۔

آپ اس وقت باہر نہ نکلیں فوج ہر طرف منڈلا رہی ہے۔ آپ سکینہ تک نہ پہنچ جائیں گی...... عاصم نے اُسے روکا۔

میرے اندر ایک آگ لگی ہوئی ہے۔ یہ آگ مجھے جلا کر خاکستر بنا دے گی۔ خدا کے لئے عاصم مجھے جانے سے نہ روکو...... سلومی نے اُسے ہٹاتے ہوئے کہا۔

آپ جذبات میں آ کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ یہ کام آپ نہیں کر سکیں گی۔ مجھے اپنے دوست کا بدلہ خود لینے دیں۔ میں اس ذلیل کو ایسی موت ماروں گا کہ بھارتی افواج کو اس سے عبرت حاصل ہو...... میری بہن!

سکینہ کی موت میرے ہاتھوں سے لکھی ہے۔ یہ کام صرف میں ہی کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میں انسان نہیں۔ میں کیا ہوں۔ میری ماورائی کی طاقت سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بہرحال میں جو کچھ ہوں آپ اس سے خوفزدہ نہ ہوں۔ آپ میرے دوست کی بہن ہیں۔ اور آج سے میری بہن بھی ہیں۔ ہمارے درمیان ایک بات اور مشترک ہے۔ میں بھی کشمیری ہوں یہاں کا بچہ بچہ اب بھارتی سامراج کے خلاف ہے۔ وہ اس تسلط کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ وہ کشمیریوں کے لئے ایک نیا روڈ میپ بنانا چاہتا ہے۔ اس لئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ کشمیر کی آزادی تک آپ لوگوں کے ساتھ رہوں گا۔ یہ کہتے ہوئے ایوب شاہ چشم زدن میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ عاصم اور سلومی حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے۔ شرما کی لاش دوسرے دن قلعہ ہری پربت سے نیچے پڑی ہوئی

marfat.com

ملی ۔ سارے شہر میں انسپکٹر جنرل پولیس کے اگر وادیوں کے ہاتھوں مارے جانے کی خبر جلی حروف میں اخبارات میں چھپی ۔

عاصم اور سلومی رحیم کی تجہیز و تکفین کے بعد ایوب شاہ کے ساتھ اس کے گاؤں ملن گام چلے گئے ۔ ملن گام بی ایس ایف کا آرمی کیمپ بھی تھا۔ لیکن ایوب شاہ نے بی ایس ایف کیمپ کا جو حشر کیا وہ بی ایس ایف والوں کے لئے جہنم زار بن گیا۔ بھارتی فوج کیمپ چھوڑ کر بھاگ اٹھی ۔ عاصم اور سلومی اس قصبے میں اب تک مقیم ہیں اور صبح آزادی کے منتظر ہیں ۔ انہیں یقین ہے کہ بہت جلد یہ مبارک ساعت آنے والی ہے۔ کیونکہ خدا اور اس کی ماورائی طاقتیں اس کے ساتھ ہیں ۔ دن بدن بھارتی افواج کے گرد گھیرا تنگ ہو رہا ہے۔ بھارتی حکومت مذاکرات پر مجبور ہوگئی ہے۔ وہ دن دور نہیں جب کشمیریوں کے لئے آزادی کی صبح نئی تابانیوں کے ساتھ طلوع ہوگی ۔ ان کے دکھوں کے دن ختم وہ جائیں گے اور اپنے دیس میں پیار بھرے ملہار اور گلریز گاتے ہوئے اپنے مستقبل کو سنوارنے اور نکھارنے میں مصروف ہو جائیں گے ۔ کشمیر کا روڈ میپ دنیائے عالم میں ایک نئی تاریخ رقم کرے گا ۔

اب افق پر صبح نو کی پھوٹنے کو ہے کرن
اشک جنت بن رہے ہیں کاشمر کے سبز بن
پھر چراغ حسن فطرت ہو رہا ہے ضوفگن
نو بہار عالم رنگین بنا میرا وطن
گائیں گے اب نغمہ آزادی دلشاد ہم
ہو رہے ہیں ظلم کے پنجوں سے اب آزاد ہم

اب سیاہی ظلم کی کافور ہوتی جائے گی
تیرگی شامِ ہجراں دور ہوتی جائے گی

marfat.com

امن سے وادی مری معمور ہوتی جائے گی
وادی کشمیر شمع طور ہوتی جائے گی
بلبلیں سرمست ہو کر نغمہ خواں ہو جائیں گی
غیرت خلد بریں یہ وادیاں ہو جائیں گی

(مقصود جعفری)

اختتام شد

اختتامی الفاظ قلمبند ہونے کی ساعت یکم فروری 2004ء
بمطابق 9 ذی الحجہ 1424ھ 11 بجے شب کشمیر کی
آزادی کے لئے اشکبار آنکھوں سے رب العزت
کے حضور دعاؤں کے ساتھ

مصنف
مقصود احمد راہی
مکان نمبر 542 گلی نمبر 1
I-9/1 اسلام آباد
فون 4434673

marfat.com

اخبارات وجرائد کے تبصرے

روزنامہ نوائے وقت میں شائع شدہ تعارفی تقریب کی رپورٹ

DAILY NAWA-I-WAQT THURSDAY FEBRUARY 27, 2003

بزم عروج ادب کے زیر اہتمام "مقصود راہی" کی کتاب "کشمیر ہائی وے" کی تعارفی تقریب کے شرکاء

کشمیری جلد آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہونگے: شاہ غلام قادر

بالآخر فتح حق کی ہوگی: پروفیسر مقصود جعفری "کشمیر ہائی وے" کی تقریب رونمائی سے خطاب

ناول اردو ادب میں انقلابی اضافہ ہے: مس سلویٰ اشرف ۔ کشمیر ہائی وے کو مدتوں نہیں بھلایا جا سکتا: مقصود راہی

راولپنڈی (نوائے وقت نیوز) مقصود احمد راہی کے ناول کشمیر ہائی وے کی تقریب رونمائی بزم عروج ادب کے زیر اہتمام گورنمنٹ ڈگری کالج فار وومن بی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن کے آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی۔ پروفیسر سجاد حیدر ملک نے کہا کشمیر ہائی وے ادبی اور تاریخی لحاظ سے ایک بہترین تصنیف ہے۔ پروفیسر مقصود جعفری نے کہا کہ راہی صاحب نے اس ناول میں دہشت گردی اور حریت پسندوں کی جدوجہد آزادی میں فرق بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ناول میں ایک واضح پیغام ہے کہ مایوسی اور خوف کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بالآخر فتح حق کو حاصل ہوتی ہے۔ مقصود راہی نے مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنے میں مثبت کردار ادا کیا ہے۔ مس سلویٰ اشرف نے کہا کہ ناول اردو ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس ناول میں جنگ بندی لائن کے دونوں اطراف کے عوام مسائل اور مشکلات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مس مصباح سلیم نے کہا کہ کشمیر ہائی وے ان انتہا مایوسی اور کرب کے حالات میں حوصلہ پیدا کرنے کا موجب ہے۔ چیئر شریف کے علمدار عالم سرتاج نے راہی صاحب کے رول کی تعریف کی۔ انہوں نے کہا کہ چیئر شریف کی کمیٹی کی جانب سے جلد مقصود راہی کی خدمات پر انہیں خلعت آف آنرز پیش کی جائے گی۔ ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان آزاد کشمیر بشیر شاد نے کہا کہ کشمیر ہائی وے جیسی کتاب پڑھ کر طلباء و طالبات کو کشمیر کے حالات سے آگاہی حاصل ہوگی۔ نعیم قریشی صدر بزم عروج ادب نے کہا کہ خیال کی ندرت اور مضمون نگاری میں مقصود راہی کو کمال حاصل ہے۔ ان کے ناول کشمیر ہائی وے میں آخر تک دلچسپی برقرار رہتی ہے۔ قاری نہ صرف کرداروں سے ہمکلام رہتا ہے۔ مقصود احمد راہی نے آخر میں کہا کہ دیوار برلن گرا دی گئی ہے۔ شمالی اور جنوبی کوریا کو ایک کرنے کی کوششیں جاری ہیں لیکن کشمیریوں کے خاندانوں کو یکجا کرنے کی طرف کسی کا خیال نہیں جاتا۔ انہوں نے کہا اب زیادہ دیر تک کشمیر ہائی وے کو بند نہیں رکھا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ جنگ بندی لائن کو ختم کر کے لوگوں کو ملنے کا حق دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ مقبوضہ کشمیر کے پہاڑ اور وادیاں پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی ہیں۔ شاہ غلام قادر وزیر مالیات حکومت آزاد کشمیر نے کہا کہ جلد ان کی کتابیں آزاد کشمیر کی لائبریریوں میں رکھی جائیں گی تاکہ طلباء و طالبات کو تحریک آزادی کے نازک مرحلے سے روشناس کرایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیری جلد آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوں گے۔ گورنمنٹ کالج کی طالبات کی طرف سے آخر میں ٹیبلو پیش کیا گیا۔

marfat.com

INTERNATIONAL
THE NEWS
Monday, March 3, 2003

Participants of the launching ceremony of 'Kashmir Highway' with Shah Ghulam Qadir and Maqsood in Rawalpindi.

Maqsood Rahi's 'Kashmir Highway' launched

RAWALPINDI: Kashmir Highway will be opened very soon and the Kashmiris will reach on the golden destination of freedom by this years, renowned writer Maqsood Ahmed Rahi, predicted on the occasion of launching of his new book 'Kashmir Highway', says a press release.

This is the fourth book of Rahi, which was launched here by literary organisation 'Bazam-e-Aroj-e-Adab' in the auditorium of the Area Study Centre-IV in Rawalpindi.

Other speaker include, Finance Minister of Azad Kashmir Shah Ghulam Qadir, pride of performance medallist and renowned educationist Iftikhar Khalid, Central President Bazam-e-Arooj-e-Adab Naeem Akram Qureshi, Professor Sajjad Haider Professor Maqsood Jaffery, Slomi Ashraf from NUML.

Director Azad Kashmir Radio Sharif Shad, Uzma Noor Hafiza Samira, Saima, Sabiha Bibi, Nadia Dilawaz Khan, Alam Sartaj, Iftikhar Khalid said that Rahi very rightly highlighted the sacrifices of Kashmiris.

She said the issue of Kashmir should be resolved according to the resolution of UNO Naeem Akram Qureshi appreciated the services of Rahi for his excellent work on Kashmir issue.

He said that Rahi painted the true picture of the existing situation of Kashmir.

AJK Minister Shah Ghulam Qadir in his presidential address appreciated the efforts of Bazam-e-Arooj-e-Adab and under lined the need of such ceremony.

marfat.com

The News International, Wednesday, April 2, 2003

Rahi's passion for Kashmir

Sajjad Haider Malik

It was a chance meeting that brought us together. Out of the mist of memories, I was trying to locate a face that looked so familiar. When I asked about his activities after retirement, his answer was a little on the side of indifference. "I am writing books on Kashmir!"

I recognised him as Maqsood Ahmed, the young man who frequented the Rawalpindi Writers' haunt of 60s and 70s in the restaurant — Vogies — in front of the Ciros Cinema. Today, the world of Vogies has given way to commercial interests.

Maqsood, after a lifetime of service to a lost cause of "population" planning, has come back to his early love of writing. He was producing stories of romance before he turned to the theme of Kashmir.

Maqsood Ahmed Rahi, a Kashmiri, has been emotionally engaged with the problem that emerged almost a hundred years before the partition.

It was during the Sikh period in the Punjab of the 19 century that Ranjit Singh, the ruler of the Punjab, appointed Raja Gulab Singh Dogra as his governor of Jammu, for his loyalty. But the Dogra chief had his eyes on Kashmir and for this purpose he deliberately abstained from joining the First Sikh War in 1846.

For this he was rewarded by the British with the sale of Kashmir for seventy-five lakh rupees in that very year. Kashmir became predominantly Muslim area to be ruled by the Sikh and a Dogra and thus began the long history of suppression and exploitation of the Muslims.

In 1947 the complacent Muslim leaders were certain that they would be given Kashmir in lieu of Deccan, the predominantly Hindu state ruled by the Muslim Nizam. In the meantime the Raja of Kashmir had been approached by the Hindu leadership of India to get his agreement for affiliation with India and not with Pakistan.

A complete indifference to the Kashmir question was the answer of the Pakistani bureaucracy at that time. Perhaps there were

other priorities. The "ceasefire" was followed by the UN resolutions ironically sought by Nehru of India and never observed.

In his book 'Paasban-i-Kashmir,' Rahi gives us a background history from the 12th century onward when people of Kashmir converted to Islam under the benign leadership of the Sufis like Shah Mir, Syed Ali Hamdani and Mian Mohammad Bakhsh of Kharri Sharif. With the sale of Kashmir to Dogra Raja Gulab Singh the regime of suppression returned to the region and the Muslims of Kashmir have never known peace and justice in the valley.

'Pasban-i-Kashmir' (1998) was a sequel to Rahi's earlier book 'Shuhada-i-Kashmir.' The latter encompasses the events of Kashmir from the rebellion of Shalbans in 1924 to the historic time of 1947. His hero in that book is Yusuf who is involved in the great

marfat.com

سجاد حیدر ملک کا نیوز انٹرنیشنل میں شائع مضمون

revolt of 1931 against the brutal regime of Bakhshi Ghulam Mohammad and Ghulam Sadiq. The earlier book 'Dukhtar-i-Kashmir' features Fatima, the fearless fighter who gives up her life for the struggle for freedom.

In the fourth book — 'Final Round' — Fatima is now Shahzadi, another brave fighter who invades the Srinagar airport and gives up her life while firing from an Indian tank occupied by the freedom fighters.

By this time the writer's involvement is so complete that he himself decides to play an invisible role in the struggle. He claims to be there in spirit that guides the martyrs on the right path and warns them from unseen dangers.

He also prophesies complete success against the villainous officers of the Border Security Force. In some places the Sikh soldiers are shown in a sympathetic light.

The last and fifth book in ten years is 'Kashmir Highway' (2003). The crystal ball gazing Rahi sees an independent Kashmir by the end of the year.

Rahi is not a novelist proper because he laces his chapter with verses from all kinds of poets and the narratives take improbable jumps from one adventure to another. But you cannot deny him the passion and sincerity for the cause. We appreciate him as readers but we cannot offer him any consolation in the way of a solution to Kashmir, unless there is an overwhelming influence from the international community.

Otherwise there are over-riding imponderables in the way of a solution. One such was given by the editor of Times of India, in the Time magazine on December 6, 1993. The letter is captioned 'Kashmir's complexities.'

"Yes, many if not most of Kashmiris would prefer to be independent rather than be part of India. But have any of the human-rights warriors paused to consider the consequences of the secession of Kashmir from the Indian union? ... Should Kashmir break away, the latent nationalisms of Tamil Nadu, Bengal, Kerala and other Indian states could flare up. As Yugoslavia has shown, it does not take much for a supposedly 'united' federation to disintegrate into a squabbling congeries of peoples." The writer is Madhav Das Nalapat.

With all our appreciation for Rahi's passion for Kashmir, we should also be conscious of the powerful factors benefiting from the stalemate on Kashmir. Last year when someone asked Arundhati Roy about her position on Kashmir, she said that she had no position because those who could resolve the matter were not interested in it. She was in Islamabad.

We would rather have an unemotional, dispassionate book on Kashmir and the possible outcome of the struggle of the suppressed people fighting for freedom.

شریف شاد اسٹیشن ڈائریکٹر آزاد کشمیر ریڈیو ترا...
...بائی وے کی تعارفی تقریب میں
اپنے تاثرات بیان کر رہے ہیں

marfat.com

دی نیشن میں تقریب رونمائی کی تفصیل

FRIDAY, FEBRUARY 28, 2003

Novel *Kashmir Highway* launched

Desk Report

RAWALPINDI – The launching ceremony of novel Kashmir Highway organised by Bazm-e-Urooj-e-Adab held at Govt. Degree College for Women B. Block, Satellite Town Rawalpindi. Shah Ghulam Qadir, Minister of Revenue and Treasury of Azad Kashmir was the chief guest on this occasion.

He highly appreciated the services of Mr Rahi in his address. He termed his books on Kashmir a valuable asset. The Minister further said that his books will be introduced in Azad Kashmir's educational institutions.

Prof. Sajjad Haider Malik in his address said that Rahi possessed a vast knowledge on Kashmir and that is why he has been able to write so many books on Kashmir. He said that Maqbool Hameed Rahi has courage to expose the realities, which no body dares to express. He emphasised the need to organise the services of Mr Rahi for pr motion of the spirit of freedo

Prof. Maqsood Jaffery appre ciated the services of the author. He said that Mr Rahi's novel Kashmir Highway was embod iment of events which are now happening in Kashmir. Col (Retd) Ghulam Sarwar criticall analysed the novel. He said, M Rahi played a great role in high lighting the great struggle o Kashmiris. Kashmir Highway i the story of ill-sighted youth who have been mislead by Indian propaganda and they thought that armed movement was against the interests of Kashmiri people. But now they had realised that freedom struggle was the only way to liberate Kashmir.

بزم عروج ادب کی طرف سے پیش کردہ ٹیبلو کا ایک منظر

گورنمنٹ ڈگری کالج کی طالبات کشمیر پر ایک ٹیبلو پیش کر رہی ہیں

marfat.com

پکارنو
بین الاسلامی اتحاد کا نقیب
نظام خلافت راشدہ کا داعی
تعلیمی اداروں کیلئے منظور شدہ
قیمت پاکستان میں -/450 روپے سالانہ
Ph: 4490392, Mob: 0320-4927876
یکم تا 15 مارچ 2003ء

کتابوں پر تبصرہ

نام کتاب	کشمیر ہائی وے
مصنف	مقصود احمد راہی
تاریخ اشاعت	جنوری 2003
قیمت	100 روپے

جناب مقصود احمد راہی کشمیر کی صورتحال پر مسلسل لکھ رہے ہیں۔ زیر نظر ناول کشمیر ہائی وے ان کا پانچواں ناول ہے جو اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ناول میں جدوجہد آزادی اور دہشت گردی کے دوران فرق کو واضح کیا گیا ہے جناب راہی صاحب کے ناولوں میں جدوجہد آزادی کشمیر کی ہو بہو عکاسی کی گئی ہے کہانی دلچسپ اور پرکشش ہے۔ پلاٹ مربوط، جنگی کارناموں کی تفصیل اس انداز میں بیان کی گئی ہے جیسے راہی صاحب بذات خود کسی یونٹ کے کمانڈنگ آفیسر ہوں۔ جنگی حکمت عملی اور فن حرب کے وہ ماہر دکھائی دیتے ہیں۔ کشمیر کے جغرافیہ پر پیچ راستوں گھاٹیوں اور بلند پہاڑوں سے وہ بخوبی واقف ہیں۔ اس لئے ان کی منظر کشی میں کہیں بھی کوئی جھول نظر نہیں آتی۔ اردو اور انگریزی ادب سے واقفیت رکھنے کی بنا پر فن ناول نگاری کو وہ خوب سمجھتے ہیں۔ اختصار نویسی موضوع پر اثر انداز نہیں ہوتی اور دلچسپی آخر تک برقرار رہتی ہے۔ 1965ء کے بعد وہ کشمیر کے بارے میں مسلسل لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ کشمیر ان کا آبائی اور خاندانی گھر ہے۔ اس لئے اس سرزمین سے ان کا رشتہ قلبی اور جذباتی ہے۔ کشمیر ہائی وے ان کی آزادی کشمیر کے بارے میں تحریروں کی ایک کڑی ہے لیکن اس ناول میں بعض نئے عنصر شامل کئے گئے ہیں۔ ان کے پہلے ناولوں میں کشمیر میں بھارتی ظلم و تشدد اور بربریت کا عنصر زیادہ غالب تھا مجاہدین کی سرگرمیاں خالی خالی ملتی تھیں۔ لیکن اس ناول میں مجاہدین کی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔ مصنف نے بعض بھارتی فوج کے ظلم و استبداد کو نمایاں کر کے بھارتی حکومت کے جمہوری دعوے کو مصنف نے پری یاسمین کی شکل میں مجاہدین کے لئے تائید ایزدی اور قدرتی امداد و حمایت کا جو ذکر کیا ہے۔ وہ حیران کن نہیں ہے۔ کشمیری مجاہدین بھارتی افواج کو جو لوہے کے چنے چبوا رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجاہدین کو یقیناً قدرت کی طرف سے حمایت و امداد ہے۔ فتح کی پیشگوئی یقیناً جلد سچ ثابت ہو گی۔ راہی صاحب یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں نوجوان نسل کو تحریک آزادی سے آگاہ کرنے کے لئے سکولوں کالجوں کی لائبریری کی زینت بنانا ضروری ہے۔

marfat.com

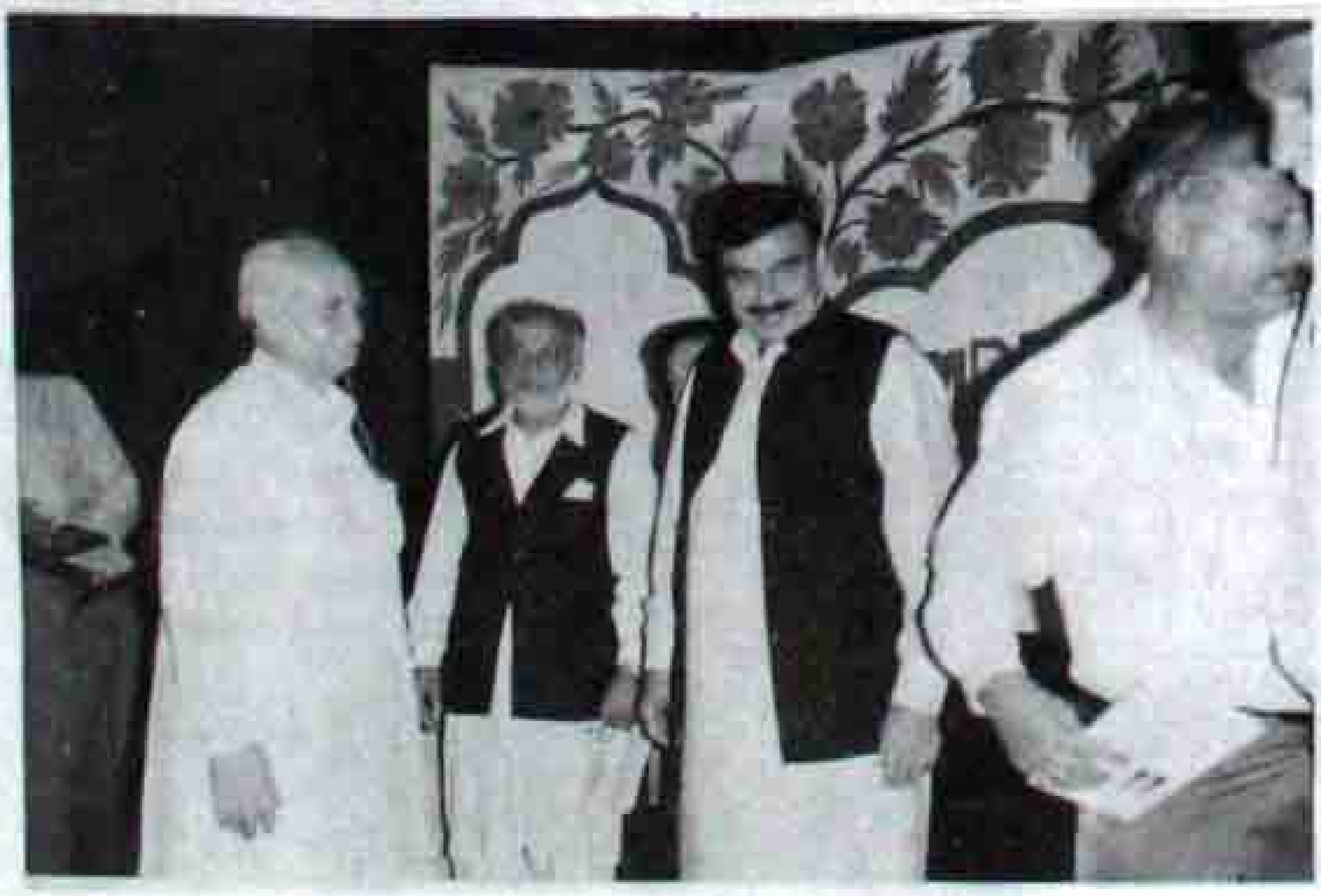

چرار شریف کمیٹی کی طرف سے مصنف کی کشمیر کے سلسلے میں ادبی خدمات پر شیخ رشید وزیر اطلاعات
انہیں گولڈ میڈل پہنا رہے ہیں

marfat.com

چرار شریف کمیٹی کی طرف سے مصنف کی کشمیر کے سلسلے میں ادبی خدمات پر شیخ رشید وزیر اطلاعات
انہیں گولڈ میڈل پہنا رہے ہیں

marfat.com

وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید، نگسی مفتی اور مصنف مقصود احمد راہی دیگر شرکائے محفل کے ساتھ

وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید، سینٹر سلومی اشرف اور مصنف

جناب شیخ رشید وفاقی وزیر اطلاعات، حفیظ شیخ سینیٹر محمد عالم سرتاج اور مصنف و دیگر شرکاء کا گروپ فوٹو

وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید [illegible] گولڈ میڈل ایوارڈ کی تقریب کے موقع پر

marfat.com

آرٹس کونسل کی تقریب سے مصنف کی شعلہ نوائی

آرٹس کونسل کی تقریب کے موقع پر مصنف حاضرین مجلس کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں

آرٹس کونسل میں سلویٰ اشرف مصنف کو اپنا مقالہ پیش کر رہی ہیں

marfat.com

پروفیسر سجاد [illegible] رہے ہیں

پروفیسر مقصود جعفری مصنف کی شخصیت کے بارے میں خدمات اور قلمی جہاد پر انہیں مبارکباد پیش کر رہے ہیں

مہمان خصوصی جناب شاہ غلام قادر وزیر مالیات حکومت آزاد کشمیر تعارفی تقریب میں
حاضرین مجلس سے خطاب کر رہے ہیں

marfat.com

نمل یونیورسٹی اسلام آباد کی ایم فل کی سٹوڈنٹ سلومی اشرف مصنف کی ناول نگاری پر تحریر کردہ اپنا مقالہ انہیں پیش کر رہی ہے

گورنمنٹ کالج ڈگری کالج کے ہال میں سامعین اکرام کی محویت کا عالم

کشمیر ہائی وے کی تعارفی تقریب کے شرکاء کا مہمان خصوصی شاہ غلام قادر اور مصنف کے ساتھ گروپ فوٹو

marfat.com

مہمان خصوصی شاہ غلام قادر وزیر مالیات حکومت آزاد کشمیر اور مصنف کا ایک پوز

چرار شریف کے علمدار عالم سرتاج تعارفی تقریب میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں

سلوی اشرف تعارفی تقریب میں مصنف کی ادبی خدمات پر اظہار خیال کرتے ہوئے

marfat.com

روزنامہ جنگ راولپنڈی

جمعتہ المبارک 26 / ربیع الثانی 1424ھ 27 / جون 2003ء

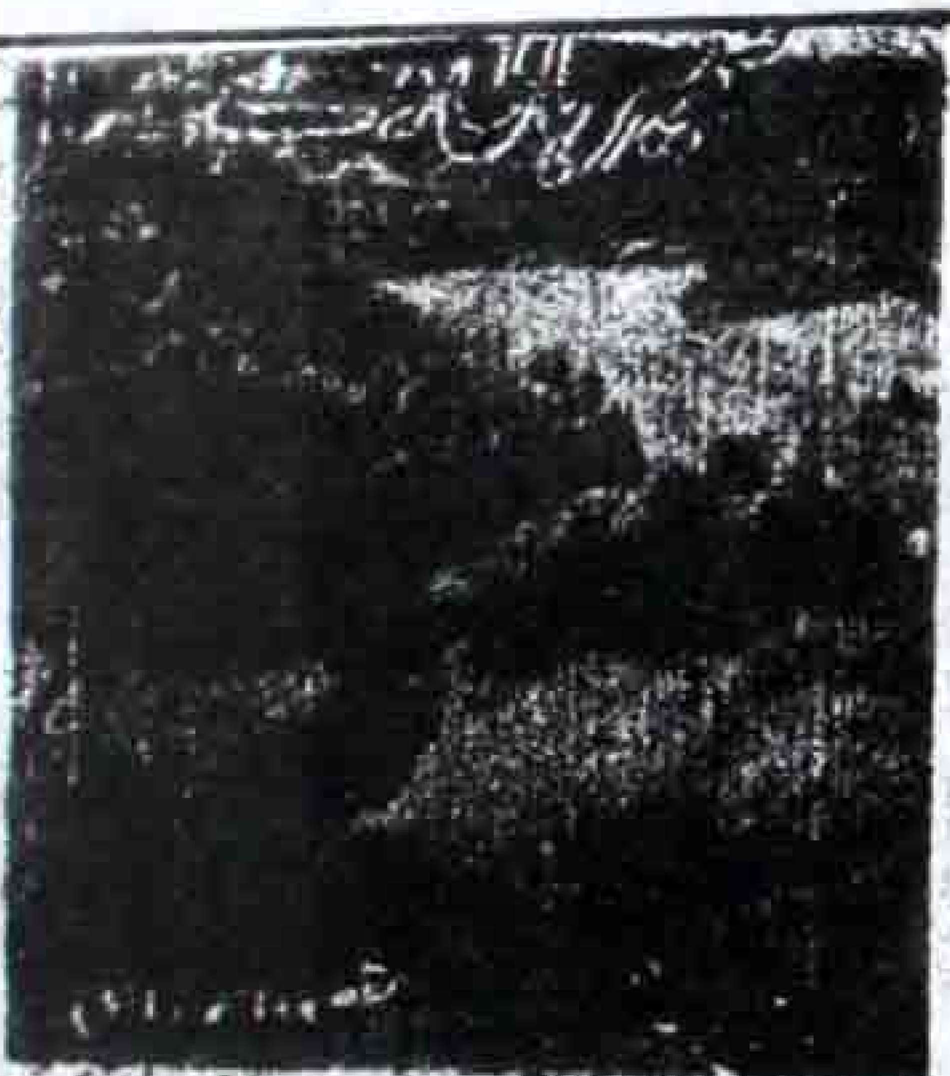

کتاب:۔ کشمیر ہائی وے (ناول)

مصنف:۔ مقصود احمد راہی

مصنف کشمیر کے موضوع پر گذشتہ کئی برسوں سے لکھتے چلے آ رہے ہیں' کشمیر پر ان کا پہلا ناول دختر کشمیر 1995ء میں' اگست 1998ء میں شہدائے کشمیر پھر اس کے بعد "پاسبان کشمیر" اور 2000ء میں "فائنل راؤنڈ" کے نام سے ان کا چوتھا ناول شائع ہوا تھا' کشمیر ہائی وے' کشمیر کے موضوع پر ان کا پانچواں ناول ہے' مصنف نے اپنے پانچوں ناولوں کو کشمیر کے تناظر میں تحریر کیا ہے' اور ہر ناول میں انہوں نے ایک نئی کہانی اور ایک نئے پلاٹ کے ساتھ اپنا ناول مکمل کیا' اردو ادب میں کشمیر کے موضوع پر برسوں سے افسانے' ناول اور شاعری معرض وجود میں آ رہی ہے' اس ذخیرے میں مقصود راہی کا یہ ناول ایک عمدہ اضافہ ہے' جو کشمیر کے موضوع میں دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے توجہ کا باعث بنے گا' زیر نظر کتاب میں مصنف نے اس امر کی کوشش کی ہے کہ ادب محض تفریح کی چیز نہیں ہے بلکہ اس سے تعمیر زندگی اور اصلاح احوال کا کام لینا چاہیے' اور کشمیر ہائی وے بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے' انہوں نے اپنے اس ناول میں جو منظر نگاری کی ہے' اس سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کی قوت مشاہدہ و تخلیق کے پس منظر میں ان کی تعلیم کا خاص عمل دخل ہے۔

☆.........☆☆

مقصود احمد راہی اپنے نئے ناول روڈ میپ ٹو کشمیر کے ساتھ ایک بار پھر منظر عام پر نمودار ہوئے ہیں۔ ان کی تخلیقی اور علمی تحریروں کا مرکز گذشتہ دس سالوں سے کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کا موضوع بنا ہوا ہے۔ جوں جوں کشمیر کا مسئلہ عالمی سطح پر اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے ان کے قلم میں تیزی آتی جا رہی ہے۔ نیا ناول روڈ میپ ٹو کشمیر امن مذاکرات کے دوران لکھا گیا ہے۔ امن مذاکرات کے دوران ہندوستان کی طرف سے کشمیر میں جو بربریت اور فسطائیت کا دور دورہ ہے۔ یہ ناول مکمل طور پر اس کی عکاسی کرتا ہے۔ ناول حقیقی واقعات و حالات پر مبنی ہے اور دنیا کی آنکھیں کھولنے کے لئے ایک نہایت دلدوز اور روح فرسا کہانی ہے۔ منظر کشی میں راہی صاحب کو کمال حاصل ہے وہ کشمیر کے چپے چپے سے واقف ہیں اور قارئین کی انگلی تھام کر انہیں کشمیر کے مختلف شہروں' راستوں ' شاہراہوں' مرغزاروں' پہاڑوں سے روشناس کراتے ہیں۔ یہ تعارف اتنا مکمل ہے کہ بس سروس کے ذریعے کشمیر جانے والوں کے لئے ایک مکمل گائیڈ کا کام دے سکتا ہے۔

ڈاکٹر غضنفر مہدی

سیکرٹری جنرل دائرہ